بخت جلوے



بخت زادہ محمود الحسن اویسی

نام کتاب	....	''بخت جلوے''
مصنف	....	بخت زادہ رانا محمود الحسن اویسی
معاون خصوصی	....	میاں عزیز اسلم (ایم پی اے) میاں سلیم اسلم شیخ احمد پورلمہ
مددگار	....	پیر جی عامر میاں احمد پورلمہ
کمپوزنگ	....	رانا ناصر مصطفیٰ، سعید الحسن رانا، شاکر محمود رانا، سعد کریم رانا
کریکشن	....	عرفان بشیر ولیانی صادق آباد
پروف ریڈنگ	....	امجد سہیل، حفیظ خان لاہور، جمیل احمد خان (احمد پورلمہ)
پریس	....	ذیشان پرنٹنگ پریس ورند کالونی صادق آباد
تعداد	....	1,000 (ایک ہزار)
مورخہ	....	جولائی 2006ء
قیمت	....	ایک سو 100 روپے

ناشر:۔ بخت فقیر سئیں ادبی اکیڈمی احمد پورلمہ فون۔ 068-5786933



بحمداللہ تعالیٰ

بقول بیدم وارثی

ہر جا دکھائی دیتا ہے وہ جلوہ گر مجھے
کیا کیا فریب دیتی ہے میری نظر مجھے
بیدم میں ایک ساز حقیقت طراز ہوں
باور نہ ہو تو دیکھ ذرہ چھیڑ کر مجھے

بندۂ ناچیز

بخت زادہ محمود الحسن اُویسی

صاحبِ دستار۔ درگاہ بخت فقیر سائیںؒ



انتساب

ادب نواز عظیم شخصیت میاں محمد اسلم شیخ مرحوم
ومغفور۔ احمد پور لمہ کے نام بصدقِ قلب کرتا ہوں
جنہوں نے کتاب ہذا " بخت جلوے " کا مطالعہ بچشم خود فرمایا۔ اور اس کی
طباعت واشاعت کا وعدہ ازخود کیا۔ ہائے حیاتِ مُستعار نے مہلت نہ دی۔۔

ے رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا ہے یہ بھی بتا کر نہیں گیا!

جناب میاں صاحب ذوق شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے
"آمین" بندہ کو فلک نیلگوں کے اس بے وقت فیصلہ پر سرنگوں ہو کر آمین کہہ
کر خاموش ہونا پڑا۔ آہ ے زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے،،
مگر اُن کے سپوت بیٹوں میاں عزیز اسلم (ایم پی اے پنجاب اسمبلی) میاں
سلیم اسلم صاحب نے یہ وعدہ ایفاءِ کیا ہے۔ سچ ہے "بڑوں کے بڑے کام"

"ے ابھی کچھ لوگ، باقی ہیں جہاں میں "

بندۂ ناچیز محمود اُویسی اِس یادگار معاونت پر شکر گذار ہے اور دُعا گو

بخت زادہ محمود الحسن محمود اُویسی
جھوک بخت۔ احمد پور لمہ

﴾ دُعائیہ ﴿

☆ فقیر سائیں بخت علی بخت ہمارے جدامجد دادا حضور حضرت حاجن سائیںؒ کے فیض یافتہ ہیں یہ پھلدار بُوٹا آپ کا لگایا ہوا ہے۔ اور اِس کی رکھوالی ہمارے بُزرگان نے خوب سے خوب تر فرمائی۔ اب اِس کی نگہداشت میرے اوپر فرض ہوئی ہے۔ انشا اللہ بزرگوں کی سُنت نبھاؤں گا۔ تا وقت فقیر سائیں۔ صاحبِ مزار ہوئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ فقیر سائیںؒ جنت مقام پائیں اور بخت زادے دُنیا میں عزت مقام پائیں۔ آمین ثم آمین۔

بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کی کاوش کتاب " بخت جلوے " بخت مُحبین کے لئے اُویسی نسبت رکھنے والوں کے لئے بڑی معلومات کا ذریعہ ہے۔ تمام پیر بھائی صاحبان اِس سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنی زندگی کا اِسے حاصلِ زندگی سمجھیں۔ " شاید کے اُتر جائے تیرے دل میں میری بات " زیادہ دعائیں۔۔۔۔۔۔۔۔ دعا گو

﴾ غلام اویس اُویسی ﴿

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ اُویسیہ قادریہ خانقاہ عبدالخالق پیر

بخشن خان۔ تحصیل چشتیاں۔ ضلع بہاولنگر

دیباچہ

الحمدﷲ الذی وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبی ﷺ لا نبی بعدہ

زیرِنظر ''بخت جلوے'' کو پڑھا بخت زادہ محمودالحسن صاحب کی کاوش پر بے حد خوشی ہوئی انہوں نے بخت زادہ ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اپنے والدِ گرامی بخت فقیرؒ کے کمالات اور اوصاف کو احاطہ تحریر میں لائے وگرنہ یہ سربستہ راز ہی رہ جاتے۔ بخت سائیں کے پیروکاروں اور محبین کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

مجھ ایسے کم علم اور کم فہم کو ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ اصلاح کروں اور کچھ لکھوں۔ چونکہ یہ بخت سائیں کے اپنے بیان کردہ حالات اور واقعات ہیں اور بخت زادہ صاحب مؤلف ہیں۔ دیانت اُن کی ذمہ داری ہے۔ حقائق سے روگردانی کی جائے تو واقعات کی توڑ پھوڑ حقائق کی سچائی پر پردے ڈال دیتی ہے۔ اصل اور حقیقت ہی انصاف ہے۔ لہٰذا اس میں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ البتہ تحریر اور اندازِ بیاں کی خامیاں ممکن ہیں۔ کیونکہ ہر قاری اپنا مزاج رکھتا ہے۔ بخت زادہ صاحب تصنیف و تالیف کے میدان میں نو وارد ہیں۔ تجربہ کے ساتھ پختگی آتی جائے گی۔ بفضلہ تعالیٰ

بخت فقیرؒ کی ذات ابدیت کے مقام پر فائز ہے۔آپ نے اپنے کلام کے ذریعہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا درس دیا اور یہی اُن کی شخصیت کو عروج پر لے گیا۔جس شخص کی روحانی قوت نفسانیت پر غالب آ گئی وہ واصل بحق ہوا اور مقصود کو پہنچا۔یہ سب کچھ مُرشد کامل کی خصوصی مہربانی اور عنایات سے ہوا۔جس کے خود بخت سائیںؒ بے حد معترف ہیں۔دادا حضورؒ کے لنگر سے ریزہ چینی بخت سائیںؒ کو اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے صدقے جو مقام بخشا وہ اُنہیؒ کا مقدر ہے۔

''بخت جلوے'' کے ذریعہ آپؒ کے حالاتِ زندگی اور آپ کے روحانی کمالات،اقوال،کرامات دنیا کے سامنے پیش کیے جارہے ہیں۔جس سے قارئین کے قلوب منور ہونگے۔اور قربِ درویشاں کے حصول میں ممدومعاون ثابت ہونگے۔آخر میں دُعا ہے کہ بخت زادگان کو اُنؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیق ہو۔اور ان میں محبت اور خلوص کا وہی جذبہ سلامت رہے جو آپؒ کا خاصہ تھا۔آمین

احقر العباد

حافظ محمد نظام الدین اُویسی

آستانہ اُویسیہ سلطانیہ شاہ پور شریف

"تاثرات" سید انیس شاہ جیلانی

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

پڑھنے پڑھانے کی لذتوں میں ہر ایک کو شریک کر لینا کچھ ہنسی کھیل تو نہیں ہے' زندگی بھر کی کمائی کو یوں بے طرح اہل دل کے لیے لُٹا دینا بڑی ہمت ظرف اور حوصلے کی بات ہے' رانا محمود الحسن اویسی کا دل گردہ دیکھئے بھا گم بھاگ نہیں' رک رک کر ٹھیر ٹھیر کر پڑھا سمجھا اور دل میں اُتر جانے والی باتوں کو الگ سے نقل نویسی کی کھکھیڑ اُٹھا کر محفوظ بھی کر لیا' اس منتخب مجموعے اور مواد کی بڑی خصوصیت فقیر بخت علی سائیں سے متعلق غیر مطبوعہ کوائف ہیں' جنہیں پڑھ کر زندگی کرنے کا ایک قرینہ میرا گمان کچھ ایسا ہے کہ ہاتھ لگ جاتا ہے۔ فقیر سائیں مرحوم ایک صوفی' باصفا' آزاد منش' طرحدار بھی اور وضعدار بزرگ تھے۔ وہ ہر وقت لوگوں میں گھرے رہتے تھے۔ اور فی الواقع شامل لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ ہر ملنے والے کی زندگی کا ایک حصہ تھے۔ انسان دوستی اور مردم شناسی کا ایک ایسا جوہر ہاتھ آ گیا تھا۔ جو کم کم کسی کے حصے میں آتا ہے۔ فقیر بخت علی سائین کے مزاج کی بے پناہ نوازش دلوں کو موہ لیتی تھی' اُس مرحوم کی محبتوں کے تیور لامتناہی اور سلسلے گویا ابدی انداز کے تھے' میں اور میرا مرحوم باپ سید مبارک شاہ جیلانی

فقیر سائیں کی محبتوں اور شفقتوں کی زد میں جیا کیئے۔ "خدا غریق رحمت کرے"۔ رانا محمود الحسن اویسی کی یہ کاوش بہر حال یادگار رہے گی' اہل نظر اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے' محمود صاحب نے مجھے بھی ٹانک لیا' یہ اچھا کیا۔

خاکسار

انیس شاہ جیلانی

۵ جنوری دو ہزار پانچ

محمد آباد۔ تحصیل صادق آباد۔

سچائی میں خدائی ہے

بفضل خدا میں نے جو کچھ دیکھا جو کچھ سنا اپنی دانست مطابق وہی کوائف وحالات کتاب ''بخت جلوے'' میں سچ مچ لکھے ہیں۔یہی سچ ہے کہ سچ لکھا ہے پھر بھی سہواً کوئی غلطی ہوگئی ہوتو وہ قابل گرفت نہیں ہوتی۔ بلکہ قابل معافی سمجھی جاتی ہے۔''عفو درگزر'' کرنا بڑی خوبی ہوتی ہے۔ میں بندۂ ناچیز خالق ومخلوق سے امیدوارِ کرم ہوں۔

خدا شاہد ہے، میں نے یہ کوشش حقائق کی چُن پُن سچے جذبے کے ساتھ کی ہے۔اس میں اپنی نام وری کم مقصود ہے۔ بلکہ جذبہ زیادہ کارفرمایہ ہے۔کہ ''میں رہوں نہ رہوں، بخت تو مگر رہے'' آپ بھی بخت کا مطالعہ عقیدت و محبت سے کیجئے یقیناً فیض یاب ہوں گے۔بزرگوں نے فرمایا ہے۔کہ فیضان کا سرچشمہ ادب ومحبت میں پنہاں ہوتا ہے۔اس طور کسی کا فائدہ ہو جائے۔کوئی نقطہ کسی کے کام آجائے۔جیسے کہ''اک نقطے وچ گل مکدی اے'' تو میرا بھی کام بن جائے گا اور آپ بھی فیض رساں ہوں گے۔بس اتنا مطلوب ومقصود کافی ہے۔

حضور حضرت غلام اُویس سائیں اُویسی،حضور حضرت حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی سرکار کی تحریر وتائید برائے کتاب ''بخت جلوے'' کے بعد اور کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔جو بطورِ مُہرِ ثبت ہے

بقول شیخ سعدیؒ ؎ جمال ہم نشیں درمن اثر کرد۔۔ وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

بخت زادہ محمود الحسن اُویسی صاحبِ دستار۔درگاہ بخت فقیر سائیںؒ

''وجہ تسمیہ''

کتاب ''کشکولِ محمود'' جو تصوف اور نکاتِ حیات پر لکھی جا رہی ہے۔ میں اس کے لکھنے میں مگن تھا۔ کہ معاً درگاہ بخت سے القاء ہوا۔ بخت سائیں کا روحانی تصرف ہوا۔ اور میں ''بخت جلوے'' کے عنوان پر یادگار واقعات لکھنے لگ گیا۔ یہ ایک کیفیت کی باتیں ہیں۔ جو بخت سنگت کے بڑے کام آئیں گی۔ بخت شناسی ہوگی، عرفان حاصل ہوگا۔!!!

''جگر جب چاک ہو شب کا تو ہوتی ہے سحر پیدا
صدف کی روح کھنچ جائے تو ہوتا ہے گوہر پیدا
تجھے معلوم بھی ہے کچھ کہ صدیوں کے تفکر سے
کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اِک بشر پیدا !

یہ ہیں سائیں بخت سائیں''

یہ اکثر واقعات وقتاً فوقتاً بختِ سائیں نے اپنی زندگی میں راقم الحروف محمود الحسن اُویسی سے خود بیان فرمائے۔ یہی اُن کی شفقت و محبت کی دلیل ہے۔ ''ورنہ من آنم کہ من دانم'' ایک دفعہ بوقت مٹھی چاپی ابا حضور بخت سائیں نے فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں اور میں بھی کہتا ہوں کہ مجھے اپنے مُرشد کریم حضور حاجی محمد یعقوب سائیں اُویسی المعروف حضور حاجن سائیں اُویسی نے فیض یاب فرمایا۔ لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ مُرشد کریم کے دیدار پانے اور آشنائی سے بھی پہلے اپنی اماں کی دعا ہوئی۔ مختصر واقعہ یوں ہے کہ اول وقت (شباب جوانی) میں موسم گرما کی ایک گرم رات تھی۔ گرمی

کی شدت سے نیند نہ آ رہی تھی کروٹیں بدل رہا تھا گھر میں چھوٹے بڑے
سب مشکل سے نیند کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اماں پسینہ سے شرابور
ہے اور بے چینی سے سوئی ہوئی ہے۔ مجھے ایک دم خیال آیا اور جذبہ خدمت
میں اُٹھ کر اماں کو ہاتھ والا پنکھا کرنے لگ گیا۔ اُنہیں سکون کی نیند آئی ابھی
رات کا نصف حصہ باقی تھا خدمت کرتے رات تمام ہوئی اور صبح کی اذان
سُنتے ہی اماں کی آنکھ کھلی اور مجھے پنکھا کرتے دیکھ کر پوچھا۔

اماں......ابا، بخت علی ہیں؟

بختؔ سائیں۔......ہا......اماں مَیں ہاں! تو اماں بے ساختہ الفاظ میں یوں

دعائیں دینے لگیں۔

اماں۔''ابا! جگ محتاج ہوسی۔ جگ وچ عزت ہوسی۔ مُرشد تے اللہ رسولؐ

راضی ہوسی۔''

یہ دل سے نکلے ہوئے محبت بھرے دعائیہ الفاظ میرے کام آئے۔ محاورہ ہے

''ماں کی دعا جنت کی ہوا'' اماں کی دعا یقیناً رنگ لائی۔ پھر مُرشد کریم کی توجہ

خاص ہوئی۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا فیضان عام ہوا۔ دعاؤں کا صدقہ جہاں

بھر میں بختؔ، ''بختؔ'' ہوا۔

بقول بختؔ سائیں بزبانِ سرائیکی

''کہیں بختؔ ڈِٹھا، کہیں بن ڈِٹھیاں ودے جنگل بر پکریندے ایویں اکھیندے''

مرکزِ وفا ماں

حضرت موسیٰؑ اللہ کے پیارے نبی اور کلیم اللہ تھے۔ایک دن آپ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا یا باری تعالیٰ جنت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک شخص جو کُمہار ہے وہ جنت میں تمھارے ساتھ ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا۔اے رب العالمین !وہ شخص کہاں رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص فلاں جگہ رہتا ہے۔حضرت موسیٰؑ اس سے ملنے کیلئے روانہ ہوئے آپ نے سوچا کہ دیکھوں تو سہی اُس شخص میں کیا بات ہے جو یہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔آپ اُس کے ساتھ اُس کی دُکان پہ جا بیٹھے۔صُبح سے دوپہر ہوگئی اور دوپہر سے شام لیکن آپ نے اُس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی جس سے آپ اسے جنت کا حقدار سمجھتے۔شام کو جب وہ شخص گھر جانے لگا تو آپ یہ سوچ کر اس کیساتھ چل دیئے کہ شاید گھر میں جا کر کوئی عبادت کرتا ہو۔ دیکھوں تو ذرہ۔ جب آپ اس کے ساتھ اُس کے گھر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ اُس نے اپنی بیوی کو دیکھا نہ ہی اپنے بچوں کی طرف دھیان دیا۔بس اُس بوڑھی عورت جو چار پائی پر پڑی تھی اُس کو اُٹھایا، اُس کا ہاتھ منہ دھلایا اور اُس کو

اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد بوڑھی عورت نے دُعا کی۔

☆ یا باری تعالیٰ میرے بیٹے کو دنیا میں خوشحالی عطا فرما اور دنیا میں عزت دے اور آخرت میں جنت میں موسیٰؑ کے ساتھ جگہ عطا فرما۔ ☆

حضرت موسیٰؑ نے اُس آدمی سے پوچھا کہ تمہیں یقین ہے کہ تمہاری ماں کی یہ دُعا قبول ہوگی؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت ضرور عطا فرمائیں گے۔ لیکن یہ نہیں یقین کے موسیٰؑ کے ساتھ رہوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اللہ کے بندے! خوش ہو جا میں ہی موسیٰ ہوں اور اللہ نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ تم میرے ساتھ جنت میں رہو گے۔

نتیجہ ☆ آخر کار ساتھیو! آؤ ہم عہد کریں کہ اپنے والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل کریں گے۔ جنت کا اعلیٰ درجہ پائیں گے۔ آمین۔ ثم آمین۔۔۔

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابشؔ
میں نے اک بار کہا تھا، ''مجھے ڈر لگتا ہے''

☆ تابش الوری بہاولپوری ☆

﴿ لکھتے ہیں ﴾

کے حضرت موسیٰؑ پیغمبرِ خدا کی ماں کا جب انتقال ہوگیا۔ تو موسیٰؑ کئی دن غم میں رہے۔ ایک عرصے بعد خداوند پاک سے ہمکلام ہونے کیلئے جب کوہ

طور پر جانے لگے تو ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ غیب سے صدا آئی۔ اے موسیٰ خبردار! سنبھل کر آنا۔ تو موسیٰ چونک پڑے اور پوچھا۔ اے باری تعالیٰ آج خبردار کرنے کا کیا سبب ہے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ نہ ایسا سُنا؟ تو اللہ تعالیٰ سے آگاہی ہوئی کہ اے موسیٰ پہلے جب کوہِ طور پر ہمکلام ہونے کے لئے چلتا تھا۔ آتا تھا تو تیری ماں کی دُعائیں تیرے شاملِ حال ہوتی تھیں آج وہ نہیں ہے۔ اب تمہیں محتاط ہونا پڑے گا۔ میری رحمت کا دریا تیری ماں کی دُعاؤں کو سُنکر، دیکھ کر رحمت برساتا تھا۔ تیری خطاؤں کوتاہیوں کو درگزر کیا جاتا تھا۔ اب ذرا اور بات ہے!

نتیجہ☆ یہ تو ہے پیغمبر کلیم اللہ کے ساتھ معاملہ۔۔ ہمارا تمہارا کیا شُمار؟

کہتے ہیں

کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہ کی خدمت میں ایک شخص کو دُعا کیلئے لایا گیا۔ کہ اس کی قسمت اچھی ہو جائے اس کی پریشانی دور ہو جائے۔ تو آپ نے اس کی پیشانی پر نظر کر کے فرمایا۔ کہ اس شخص کی قسمت عبدالقادر جیلانی نہیں بدل سکتا نہ ہی میری دُعا کارگر ہو گی۔ تو اسے لے آنے والوں نے حضرت کی خدمت میں کہا کہ آپ پیران پیر۔ پیروں کے پیر ہیں آپ کی دُعا سے بڑھ کر اور کس کی دُعا ہو گی۔ آپ مہربانی فرمائیں۔ تو حضرت نے جواباً

ارشاد فرمایا، کہ یہ شخص والدین کی بددُعا میں ہے جب تک اس کے والدین اِس پر راضی نہ ہوں گے اُس وقت تک کسی کی دُعا اور توجہ کام نہ کرے گی۔ اور نہ ہی اسے کسی جگہ سے فیض ہو سکتا ہے۔ کوئی وقت کا ولی ہو یا صاحبِ مزار بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ بھی اُس شخص پر نگاہِ کرم نہیں فرماتے۔ جس کسی کو اپنے والدین کی دُعا نہ ہو۔

''گھر سے بھوکا، باہر بھی بھوکا''

حضرت نے فرمایا یہ پہلے جا کر اپنے والدین کو خوش کرے اور دُعا کا اُن سے طالب ہو۔ پھر ہر بہتے چشمے سے فیض پائے گا۔ یہ واقعہ غور طلب ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں، کیا چاہتے ہیں؟

علاج۔۔۔ نتیجہ ☆ اے سکون کے متلاشی، فیضان کے خواہاں اپنے گھر کے منبع والدین کی خوشنودی حاصل کر۔۔۔ اپنا بھی یہی عقیدہ ہے کہ فیضان والدین سے شروع ہوتا ہے۔۔۔ پھر کرم ہی کرم!

(بخت زادہ محمود الحسن اُویسی)

☆ اظہارِ خیال یہ بھی ہوا ☆

کہ مکتبِ عشق کے پہلے اُستاد والد مرحوم مغفور ہی تھے۔ جنہوں نے فقیر کو یہ درس دیا کہ اپنے مرشد کامل کی حاضری میں ہو تو ادب و احترام کے تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا۔ یہاں تک کہ میرے سفرِ آخرت کی خبر ملے تو بھی واپسی کا ارادہ نہ ہو۔

اللہ اللہ کیا سبق تھا۔ کیا عبادت تھی اور کیا ناصح تھے۔! اور بختِ نے اِس نصیحت کو اپنی زندگی کا ماحصل جان لیا اور دل سے مان لیا۔ تب بخت بخت ور ہوا (بحوالہ برادرِ عزیز نذیر احمد خان رانا)

﴿ماں کی فرماں برداری﴾

سلسلہ اُویسہ کے بانی عاشقِ رسول ﷺ (فنافی الرسول) حضرت اُویس قرنیؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؓ ظاہری صورت میں محبوبِ رسولِ مقبول ﷺ کی زیارت اور حاضری اس لئے نہ دے سکے کہ وہ ہر وقت اپنی ماں کی خدمت کرنے میں مصروف رہتے تھے آپؓ کی والدہ ماجدہ نابینا و ضعیفہ تھیں آپ ماں کی نافرمانی سے بہت ڈرتے تھے اور فرمانبرداری کا حق محبتِ کمال سے بجالاتے تھے یہی وجہ خاص طور پر دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی ظاہری زیارت نہ کرنے کی ہوئی۔ مگرِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو ہمیشہ دل میں بسائے ہوئے جب شوقِ زیارت محبوب ﷺ ستاتا تو مرغِ بسمل کی طرح تڑپا کرتے۔

حضور محبوبِ خدا کی سنت میں بتیسی دندانِ مبارک شہید کرنے کا واقعہ بڑی محبت کا ثبوت ہے اور خاص بات کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا مشکل سے کھا سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی فیضان ان کے لئے ہوا کہ کیلا ان کی خاطر خوراک کے طور پر پیدا کیا گیا۔ اوراس کا فائدہ ہم سب اُٹھا رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

☆خدمت مُٹھی چاپی☆

بخت زادہ محمودالحسن اُویسی عرض گزار ہوں۔ کہ حضرت بخت سائیں کے ہم تین بیٹے ہیں (محمودالحسن اُویسی۔عزیزالحسن اُویسی۔فیض الحسن اُویسی) ہمارے ناموں کا انتخاب ابا حضور بخت سائیں نے اپنے مرشدزادے حضور صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ سے کرایا۔ یہ شرفِ سعادت ہے ہمارے لئے۔ یہ یقیناً مُبارک بات ہے۔کوئی مانے نہ مانے،کوئی جانے نہ جانے ہم اُویسی خاندان اور بخت سائیں کے زیرِ سایہ زیرِ شفقت پلے ہیں بڑھے ہیں۔ مرشد کریم کی فیاضیاں، بخت سائیں کی مہربانیاں اَن گنت ہیں۔ اِن صَفات کو قلمبند کرنے کے لئے بے شمار صفحات چاہئیں۔ میں اپنی پہچان کے لئے ہمیشہ سے خط و کتابت اور تعارف میں بخت زادہ محمودالحسن اُویسی کی نسبت قائم رکھتا ہوں۔ اور میری پہچان اصل یہی ہے۔ مجھے ہزار بار لاکھ بار

اعتراف ہے کہ میں نے بخت سائیں کے بخت میں بڑے ناز و نعم میں زندگی کا بڑا حصہ گزارا ہے۔ میں تو اپنے حلقہ احباب میں یہی کہتا رہتا ہوں کہ ہماری جاگیر بخت سائیں بیٹھے ہیں۔ ہماری ظاہری کوئی جائیداد نہ تھی۔۔نہ ہے۔۔مگر ہے۔۔۔۔اب بھی اُس پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔اور کام پہلے سے بھی فزوں تر تازہ بہ تازہ چل رہا ہے۔ اپنا تو تکیہ کلام بھی یہی ہے (بھلیاں نوں بھلی لاج)

بخت سائیں نے ہماری پرورش پرورِدگار بن کر فرمائی۔ہم تو صرف مُٹھی چاپی تک رہے۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں! یہ سعادت ہم تینوں بیٹوں کو وقتاً فوقتاً ملتی رہی۔ جو ہمارے لئے اطمینانِ قلب کا باعث ہے۔اپنی عاقبت اندیشی کا بھی اسے توشہ، سرمایہ سمجھتے ہیں۔وگرنہ ہمارے پلے خدمت کی، عمل کی کیا پونجی ہے؟ بس یہی کہ ہم نسبت والے ہیں، قسمت والے ہیں۔اللہ کے ولیوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے حُب دار ہیں اور اس پر ایمان و یقین ہے کہ کسی نہ کسی وسیلے سے دونوں جہانوں میں کرم ہو گا۔ ہمارا بھرم رہے گا۔۔آمین۔۔میری دُعا ہے۔اُویسیہ خاندان، بخت خاندان، بخت سنگت کی خیر ہو۔سب کا بھلا سب کی خیر آمین باد۔

اے پوری تھیوے نہ تھیوے مگر بے کار نی ویندی۔۔۔۔۔۔۔دُعا شاکرتو منگی رکھ دُعا جانے خدا جانے (شاکر شجاع آبادی)

حُسن سیرت

کے بے شمار نام اور عنوان ہیں۔لیکن حُسنِ صورت کے دو نام ہیں حُسن صبیح۔حُسن ملیح اور یہ دونوں یکجا (حُسنِ سیرت اور حُسنِ صورت) ہو جائیں تو اسے بخت سائیں کا نام دیا جا سکتا ہے۔حضرت بخت سائیں ظاہری طور حُسن ملیح کے مالک تھے۔اہلِ نظر کہتے ہیں حُسن صبیح سے حُسن ملیح زیادہ پُرکشش اور جادواثر ہوتا ہے۔اسکی خاص وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ سیدِ عالم نُورِ مجسم حضور احمد مجتبےٰ محمد ﷺ کا حُسنِ مُبارک حُسن ملیح تھا۔یقیناً یہی نسبت اولیت کی وجہ ہے۔اِس حُسنِ ملیح سے جس کسی کو کچھ حصہ ملا ہے وہی فضیلت رکھتا ہے۔حضرت بخت سائیں کو فقیری لقب اپنے پیرومرشد روشن ضمیر حضرت حاجن سائیں سے ملا اور حضرت کا خطاب حضور حضرت صالح محمد سائیں سے عطا ہوا۔بہت سے خطوط اور لوگ اِس بات کے شاہد ہیں کہ مرشد غریب نواز حقیقتاً فقیر نواز تھے۔

ایک مرتبہ بخت سائیں نے فرمایا کہ مجاز کے جنون میں مجھے میرے ابا حضور نبی بخش خان رانا اور برادرم محترم منشی احمد بخش خان رانا نے جذب و مستی کی کیفیت میں درگاہ پیر عبدالخالق پیر پر لے آئے اور وقت کے قلندر حضور حاجی محمد یعقوب سائیں المعروف حضور حاجن سائیں کی خدمت اِصلاح و تربیت کیلئے پیش کیا۔

حضرت کی خدمت میں ابتدائی نو دن ❁ میری مجنونانہ کیفیت کا احوال حضور کے گوش گزار کیا گیا آپ بڑے انہماک سے سنتے رہے اور نگاہ کرم بھی فرماتے رہے پھر اپنے خلیفہ کو حکم فرمایا کہ بخت علی کو فلاں کوٹھڑی میں بند کر دو اور تالا لگا کر چابی میرے حوالے کرو گویا ایسا ہوا مجھے 3 دن اور 2 راتیں اندر بند رکھا۔ نہ کھانا نہ پینا میرے ابا حضور اور بھائی میرے فکر مند ہوئے۔ حضرت کی خدمت عرض کی کہ سائیں! بخت علی کو باہر نکالا جائے نہ جانے کیا صورت حال ہو گی آپ کے اصرار بے انتہا پر مجھے تھوڑی دیر کے لیے نکلوایا، اور پھر بند کر دیا گیا، 3 دن مزید گزر گئے گویا 6 دن پھر تقاضا پر مجھے نکلوایا پھر مجھے بند کر دیا گیا اور فرمان ہوا کہ ابھی کچھ کسر باقی ہے، 3 دن اور قید و بند یعنی 9 دن رات کا چلہ کاٹنے کے بعد مجھے نکلوایا گیا تو مرشد کریم کا فرمان عالی شان ہوا کہ اب ٹھیک ہے امتحان میں کامیاب ہے، آپ کو مبارک ہو، حضور کی نظرِ کرم ایسی پڑی کہ گزری بسری یاد نہ رہی بس ☆ مرشد پاک نے نظر میں نظر ملا کر اپنا بنا دیا۔ (تیری اِک نظر کی بات ہے، میری زندگی کا سوال ہے)

بقول پنجابی شاعر ☆ گل لا کے کو جھے کملے نوں لجپال نے کرم کما چھڈ یا

مینوں منگنا پیائی دردرتوں ایسا خیر سخی نے پا چھڈ یا

ہو یا کرم نوازیاں بڑیاں نِی مُرشد سنگ اکھیاں لڑیاں نِی

رنگ لہا کے سارے غیراں دے۔ مینوں اپنا رنگ چڑھا چھڈ یا

☆ آغاز شاعری ☆

آپ بخت سائیں نے فرمایا۔۔۔شاعری میرا کوئی مادری پدری ورثہ نہ تھا۔نہ شاعری کی ابجد سے واقف تھا۔یہ جذبہء عشق کی کارستانی ہے۔مجاز سے حقیقت تک کا سفر مُرشد کریم کی مہربانی ہے۔خانقاہ شریف کئی سال تک قیام رہا۔مُرشد کریم کی ظاہری بے نیازی ،بے پرواہی،محبوبانہ انداز نے بیقرار و بے تاب رکھا۔ایک روز مُرشد کریم کی حاضری میں۔۔۔۔مُرشد بادشاہ کے دربار میں ازخود بے تابی کے عالم میں اُٹھا اور عرض گزار ہوا وہ عرضی خود بخود شاعری بن گئی۔شاعر نہ تھا۔مگر بنانے والے نے ایک جست میں شاعر اور پھر کیا سے کیا بنادیا۔پہلا کلام پہلی عرضی مُرشد کریم کے حضور یہ تھی۔

پہلی عرضی۔۔۔کافی

1۔سُن عرضی حاجن سائیاں۔۔۔۔اڈ جھولی میں درتے آئیاں

دربار تیڈا اہے عالی۔۔۔۔۔۔۔اِتھوں ولیا کوئی نہ خالی

کر وفیض فضل دی چالی۔۔۔۔۔گل لاہن آ گل پائیاں

2۔توڑیں ہاں اصلوں بدکاری۔۔۔۔کوجھی کملی تے اوگن ہاری

رکھ آئیاں تیڈی تاری۔۔۔۔۔۔۔نہ کرتوں بے پروائیاں

3۔ اِتھوں پاِ کن فیض کروڑاں ۔۔۔۔ کیوں میں ہن دامن چھوڑاں

سھڈ سائیں تے کیوں مُکھ موڑاں ۔۔۔ ناویں روزازل دی تھیاں

4۔ جے تئیں مقصود نہ پیساں ۔۔۔۔۔۔ نہ احمد پور ول ویساں

اِتھاں مردی میں مرویساں ۔۔۔۔۔۔۔ توڑیں لڑسن سینگیاں سیاں

5۔ ہن کھرل دے نہ کوئی وا ہے ۔۔۔۔ سُنجی ڈسدی ہر ہر جاہے

وداڈ وکھڑیاں دے وچ ساہ ہے ۔۔۔۔۔ ودی درداں دی سخت ستائیاں

6۔ کیا بختا حال ہن آکھوں ۔۔۔۔۔۔۔ مُنڈھ لا دے ماریے تاکوں

ہن کھرل دے ڈاڈھے ہلاکوں ۔۔۔۔۔ کہیں ڈوکھڑیں وہیل دی جائیاں

ایک اور گھڑی

کہ فقیر سائیں آستانہ عالیہ کی حاضری میں تھے۔ ہر شخص محوِ خواب تھا نصف شب کے قریب مُقرب خلیفہ نے چُپکے سے اُنہیں بیدار کیا اور کہا کہ حضرت حاجن سائیں نے طلب فرمایا ہے۔ وہ کیا سعادت کی گھڑی تھی۔ عشق و مستی کا دریا موجزن تھا۔ حضور حضرت حاجن سائیں کیف وسُرور کے عالم میں تھے۔ وصالِ یار کی لذتوں سے پیمانہ لبریز تھا۔ اِسی مناسبت سے حضرت کا اپنا تخلص واصلؔ تھا۔ حضرت نے اپنا کلام مُعجز بیاں فرما کر ارشاد فرمایا۔ بختؔ علی اِسی

زمین پر تم بھی کہو۔اُدھر تعمیلِ حکم۔اِدھر بے بضاعتی۔۔پاسِ ادب کا تقاضا کہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔شعروشاعری کے رموز سے نابلد۔عرض کیا حضور میری دلی کیفیت آپ سے پوشیدہ نہیں۔حضور نے ازراہِ لُطف وکرم لُعابِ دہن مُبارک منہ میں دے کر پھر ارشاد فرمایا۔اب کہو۔عشق کا دریا طُغیانی پر ہو تو سیپ اور موتیوں کا کناروں پر نکلنا کوئی عجوبہ نہیں۔نگاہِ انتخاب کا مرحلہ تکمیل چاہتا تھا۔شعروشاعری کا درس دینا مقصود نہ تھا بلکہ عشقِ حبیب ﷺ سے لَو لگانے کا ایک راز تھا۔فی البدیہہ جو زبان سے نکلا۔اُس کی وارفتگی کا خود مظہر کو علم نہ تھا۔یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی۔مصرعے ایسے جڑے کے افکار حرفِ مُدعا بن گئے۔نالہءِ نیم شبی ہو۔حُسنِ یار کی باتیں ہوں،صاحبِ مجاز خود سُن رہا ہو تو یہ خوش بختی نہیں تو اور کیا ہے۔۔ایک جُھگی نشین اَن پڑھ فقیر کو علم وعرفان کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔۔۔☆ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ☆ (بحوالہ نذیر احمد خان صاحب رانا)

☆ ایک اور لمحہ ☆

ایک دن اُسی مَردقلندر بخت ساز حاجن سائیں نے فرمایا۔ فقیر سائیں حسین سی قسم کھا کر تو کچھ سنایئے۔ فقیر سائیں فی البدیہہ عارض ہوتے ہیں۔

ڈوہڑہ قسم

رُس نہ ماہی ناز بھریا۔ تیکوں اپنے ناز ادا دی قسم
خدخال تے چاہ ذکن دا صدقہ۔ زُلفِ سِیاہ دوتاہ دی قسم
جَیں نظر دے وچ کیتو قید جہاں۔ اوں نرگس مست نگاہ دی قسم
ہُن بخش قصوراں بخت کوں سب۔ تیکوں رب رحیم خدا دی قسم

☆......☆......☆

ہے درد صنم دا شِیر شکر میکوں درد الم تے غم دی قسم
جَیں زُلف میکوں مجروح کیتا۔ اوں زُلف سیاہ خم خم دی قسم
غب غب دی قسم نرگس دی قسم وَل یار دے سارے دم دی قسم
ہے بخت کوں بیشک رب دی قسم۔ پر رب دے فضل کرم دی قسم

یہ ڈوہڑے سُن کر حضور نے تبسم فرمایا ایک پتاشہ چبا کر فقیر سائیں کو کھِلا دیا۔ اس پس خوردہ پتاشے کا حلق سے اُترنا تھا فقیر سائیں کا سینہ آتش عشق کا آتش دان بن گیا۔ اسِی لئے ادائیگی کلام کے وقت پانی کے چند گھونٹ وقفے وقفے سے پیناناز بس ہو گیا۔

قلندرِ لاہوری علامہ اقبالؒ سے جب یہ مشورہ لیا گیا کہ شمس العلماء کے خطاب کیلئے فاضل ترین شخصیت تجویز فرمائیں تو آپ نے فرمایا اِس خطاب کے مُستحق میرے اُستادِ مکرم جناب سید میر حسن صاحب ہیں۔ سوال ہوا اِن کی کوئی تصنیف؟ فرمایا ''اقبال'' ثابت ہوتا ہے کہ تکمیلِ شخصیت اُس وقت تک محال ہے جب تک اُس کے پیچھے ایک اور مکمل شخصیت نہ ہو۔

''فقیر سائیں'' اگر صاحبِ کتاب ہیں تو اِن کا اصل دیباچہ حضرت حاجنؔ سائیں کی ذاتِ گرامی اور اِن کی تصنیف ''فقیر سائیں''۔ (بحوالہ ہومیو ڈاکٹر ایاز احمد ایاز صادق آباد)

☆ایک اور لمحہ ❁ ایک دن اُسی مَردِ قلندر بخت ساز حاجنؔ سائیں نے فرمایا۔ فقیر سائیں حسین سی قسم کھا کر تو کچھ سنائیے۔ فقیر سائیں فی البدیہہ عارض ہوتے ہیں۔

ڈوہڑے

رُس نہ ماہی ناز بھریا۔تیکوں اپنے ناز ادا دی قسم
خدخال تے چاہ ذکن دا صدقہ۔زُلفِ سِیاہ دو تاہ دی قسم
جَیں نظر دے وچ کیتو قید جہاں۔اوں نرگس مست نگاہ دی قسم
ہُن بخش قصوراں بخؔت کوں سب۔تیکوں رب رحیم خدا دی قسم

☆......☆......☆

ہے درد صنم دا شِیر شکر۔میکوں درد الم تے غم دی قسم
جَیں زُلف میکوں مجروح کیتا۔اوں زُلف سیاہ خم دی قسم
غب غب دی قسم نرگس دی قسم وَل یار دے سارے دم دی قسم
ہے بخؔت کوں بیشک رب دی قسم۔پر رب دے فضل کرم دی قسم

اندازِ فکر

اول خویش بعد درویش

حضرت بخت سائیں کو مختلف وقتوں میں چند خیر خواہوں نے اپنی دانست کے مطابق بن مانگے مشورہ دینے والوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں ہی علیحدہ کر دیں۔تا کہ ان کو پتہ چلے کہ کیسے کمایا اور کھایا جا تا ہے۔

آپ نے بڑے حوصلے سے جواب فرمایا کہ یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں کہ میری اولاد تو میرے ہوتے ہوئے روکھی سوکھی کھائے اور میں دوسروں کیلئے حاتم طائی بن بیٹھوں۔ انشاءاللہ سب سے اپنی زندگی تک نبھاؤں گا۔ واہ بخت سائیں اتنی بلند سوچ وفکر کے مالک تھے۔ کہ زندگی بھر حقوق العباد بھی نبھائے اور حقوق اللہ میں بھی پورے اترے۔

"اب ڈھونڈ انہیں چراغ رُخ زیبا لے کر" محمود الحسن اُویسی

شاعری جزویست از پیغمبری

شاعر تلمیذ الرحمٰن ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ کا شاگرد) شاعری کا مطالعہ کرنا اور شعری ذوق پیدا کرنا۔ خدا شناسی اور خود شناسی کا جزو لاینفک ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ حضرات جو شاعر ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو شعر فہمی کا ملکہ رکھتے ہیں۔ "شعر گُفتن گرچہ دُرسُفتن بود۔۔۔ لیک فہمیدن بہ از گُفتن بود"

حضرت بختؔ فطری شاعر ہیں اور پھر اُمی گویا۔ اُستادِ ازل کے پیغام بَر۔
(بحوالہ سید مُبارک شاہ جیلانی۔ ناظم اُردو مبارک لائبریری۔ محمد آباد سنجر پور ضلع رحیم یار خاں)
(سید انیس شاہ جیلانی کے والد گرامی تھے)

☆ حضور حاجن سائیں کی ابتدائی بے نیازیوں کی ایک جھلک ☆

بخت سائیں نے فرمایا کہ ابتداً مُرشد کریم کی خدمت میں دورانِ قیام دربار شریف مُرشد کی طرف سے کچھ امتحان بھی آئے۔ کہ فقیر کا قیام دربار اُویسیہ پر ہوتا تھا۔ نہ بستر کی پرُسش نہ لنگر کی پوچھ گچھ۔ کئی کئی وقت بھول ہو جاتی تھی اور حاضری مجلس میں بھی بڑی بے نیازی، بے پرواہی سے کام لیا جاتا تھا۔ یہ محض محبوبانہ انداز تھا۔!

ے اِے دلدارا یویں دلیس آزمیندن۔ بخت علی بخت

میں محمود الحسن اُویسی بخت زادہ نے یہ واقعہ آزمائش سن کر ابا حضور سائیں بخت سائیں کی خدمت مجتاً عرض کر دی کہ سائیں! آپ تو ایسے کٹھن امتحانی مرحلوں سے گزرے۔ کئی کئی دن اپنے مرشد کریم کی حاضری میں بھوکے گزارے اور زبان تک نہ لائے، آہ تک نہ کی۔ سبحان اللہ، مرحبا۔ لیکن میری گزارش ہے کہ آپ کبھی اپنے محبت کے دعویداروں کو ایک وقت تو بھوکا رکھ کر آزمائیں۔ آپ نے تبسم فرما کر فرمایا۔ نہ سائیں نہ، وہ کوئی اور بات تھی اور انوکھا راز تھا۔ آزمائش کی گھڑیاں خاص لوگوں کے لئے ہوتی ہیں۔ محبت اور عشق میں محبوب کی بے پروائی ہوتی ہی اس لئے ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ کون بھاگتا اور کون ٹھہرتا ہے۔ یہ سچے کچے کی پہچان کے مرحلے ہیں! یاد ہے

حضور صالح محمد سائیں نے فرمایا تھا! کہ عاشق مرید تین قسم کے ہوتے ہیں (ایک زبانی، دوسرا نانی، تیسرا جانی) زبانی محض محبت کے دعویدار، قربان جاؤں، قربان جاؤں۔ کام پڑے تو دُور۔ دوسری قسم نانی یعنی نان روٹی، بوقت روٹی موجود اور حاضر جناب۔ تیسری قسم جانی، یعنی جان نثار کرنے والے جیسے (فقیر سائیں بخت سائیں)۔ اس بیان کا خود راقم التحریر بخت زادہ شاہد ہے۔ اوروں نے بھی سُنا۔ مگر سمجھا جانا کوئی کوئی!

بقول شاعر احمد بخش گوپانگ رانجھے خان ۔

کئی کر وصل وصال کوں حاصل، خوشیاں کنوں اُچھلدے پن

کئی وَت احمد بخش جہیے چھڑیاں روٹیاں کھا کھا پلدے پن

﴿ حضور حاجن سائیں کی کرم فرمائیاں ﴾

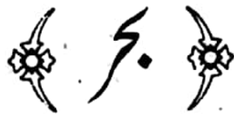
ہوا یوں۔ اپنا بھانڈہ، ظرف، برتن جس سے اصلاح صوفیہ میں دل مراد ہے کی صفائی کا خیال جاگ اُٹھتا ہے'' فطرت خود ہی کر لیتی ہے لالے کی حنا بندی'' ایک دن فقیر سائیں لنگر شریف درگاہ عالیہ پیر عبدالخالق پیرانے اُویسی۔ بخشن خان۔ ضلع بہاولنگر کے برتن دیگیں وغیرہ قلعی کرتے کرتے آپ گہری سوچ میں سرنگوں بیٹھے تھے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد یکایک آپ کے مُرشد عین حضرت واصل المعروف حاجن سائیں جو ایک مردِ قلندر

گزرے ہیں، آ پہنچے۔ مُرشد کی دُور رس نگاہوں نے آپ کی دل کی گہرائی میں جھانک لیا کہ نہ تو یہ بختلی ہے نہ بخت علی بخت۔ اس لئے فرمایا فقیر سائیں ''بھانڈے قلعی تھی گن'' جیا سائیں تھی گن۔ حاجن سائیں فرماتے ہیں ''فقیر سائیں کتی پیسے بندن'' دست بستہ عرض کیا۔ سائیں! میں تاں لنگر دا خادم آں۔ پیسے کماون نمی آیا۔ میں تاں سوہنا دُعائیں پنن آیاں۔'' حاجن سائیں نے فرمایا۔ فقیر سائیں تیں لنگر دے بھانڈے قلعی کیتے۔ اساں تیڈا بھانڈا قلعی کرڈتا۔ یہی فیضانِ نظر تھا۔ اِس طرح بخت علی بخت کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ حاجن سائیں کو مہربان پا کر عرض کیا۔ حضور! مجھ سے تو نہ قلعی گری ہوتی ہے۔ نہ کوئی دوسرا کام آتا۔ ضعفِ جگر اور بڑھ جاتا ہے۔ کیا کروں، کیا نہ کروں؟ خدا جانے قلندر منش حضرات کے دل کس قدر اُجلے ہوتے ہیں، کس قدر وسیع ہوتے ہیں۔ فرمایا فقیر سائیں! کچھ نہیں کر سکتے تو نہ کرو۔ لاج والے کو لاج ہے اور فقیر ضامن ہے۔ فقیر سائیں لوگ تم سے دُعا کے طالب ہونگے اِن کے حق میں دُعا کر دیا کرنا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ ساتھ ہی اِس کارِ خیر کیلئے سفر کی اجازت بھی بخش دی۔ آج تک یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ ''دعائے فقیراں رحم اللہ۔''

پھر کیا ہوا؟ مخلوقِ خدا اِدھر آنے لگی، جھکنے لگی، فیض پانے لگی۔ یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔ درویش قلندر منش مرشد کی زبانِ مُبارک سے نکلے ہوئے، دعائیہ کلمے حرفِ آخر ہوتے ہیں۔

حضور حاجن سائیں اُویسی واصل

بختِ سائیں نے راقم التحریر محمود الحسن اُویسی سے خود بیان فرمایا کہ حضور حاجن سائیں کے بڑے پیرزادے سائیں صالح محمد سائیں اُویسی کی طبیعت ناساز ہوئی تو یہ تجویز پائی۔ کہ دہلی کے مشہور حازق حکیم محمد اجمل خان سے تشخیص و تجویز کرائی جائے۔ دہلی حضرات کے ہمراہ جانے کیلئے کسی خدمتگارِ خاص کی ضرورت پیش آئی۔ تو کرم نوازی دیکھئے حضور حاجن سائیں نے فقیر سائیں کا نام منتخب کیا اور سائیں صالح محمد سائیں نے بھی پسند فرمایا۔ خدمتگار تو قریب قریب بھی بہت تھے۔ مگر بختِ کے بخت بھلیرے۔ لہٰذا قاصد بھیج کر فقیر کو بُلوایا اور حضرت صالح محمد سائیں کا رفیقِ سفر کیا۔ یہ سفر بختِ سائیں بڑی سعادت گنتے ہیں۔ دہلی قیام کے دوران ایک دن وہاں چاندنی چوک میں یہ واقعہ پیش آیا یہ قصہ نظم کی صورت میں ہوا۔ جسے حضور صالح محمد سائیں نے تحریر فرمایا۔ یہ تین صفحے کا بحر ہوا جسے فقیر اُویسی سائیں نے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ پھر تلاش بسیار کے بعد وہ نہ ملا۔ اس وقت صرف چھ مصرعے یاد پڑتے ہیں جو نمونتاً لکھے جاتے ہیں۔ شاعر دہلی چوک میں حُسن کے جلوے دیکھ کر رُک گیا۔ جب مُرشد سائیں نے پوچھا تو یہی احوال ہوا۔



(دہلی جانے کا واقعہ قیام پاکستان سے بھی پہلے کا ہے!)۔

وچ بازار دہلی دے ہک ڈٹھم بدیع البانوں
چندن چوک وچالے کھڑ کے چھک ماریُس تیر کمانوں
کئی راہ ویندے قید کتونس بندے ہندوستانوں
کئی زلف سیاہ وچ قید تھیئے کئی تھئے لاغر جند جانوں
کئی مستک مست منُور توں تھئے صدقوں دلوں بجانوں
کئی ابر و خمدار اُتوں ، جند وار چکے ایمانوں

دہلی میں سرکار صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ نے موج میں آ کر ارشاد کیا۔فقیر سائیں اِسی طرح دیارِ حبیب ﷺ بھی اکٹھے جانا نصیب ہو۔صالح مرد کی زبان سے نکلی بات مقدر ہو گئی۔اور ایسا بھی ہوا کہ ایک مدت بعد یہ اتفاق بھی ہوا۔مُراد بَر آئی۔فقیر سائیں نے پانچ حج کیئے۔اپنی اہلیہ اور تینوں بیٹوں کو توکل برخدا حج کی سعادت نصیب کرائی۔کریم کا کرم!

''جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں آدمی بے نظیر ہوتے ہیں''
''تیری محفل میں بیٹھنے والے کتنے روشن ضمیر ہوتے ہیں''

○۔**وصیت حضور حاجن سائیں**:۔آپ کا وصال ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بروز بدھ بوقتِ نمازِ ظہر بمطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو ہوا۔آپ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے فرزندان باکمال حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی اور حضور حضرت محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسی صاحبِ شریعت وطریقت کو وصیت فرمائی۔بحوالہ اصلاح پذیر حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی آپ کا فرمان حق ترجمان یہی تھا کہ پردادا اور دادا کے درمیان دفن کیا جائے۔مگر قبر تیار کرنے والوں نے حضرات کو آکر بتایا کہ قبر کی جگہ ناکافی ہے۔قبر نہیں بن سکتی تو اِن کو حکم دیا گیا کہ قبر کی تعمیر روک دیں اور صبح کا انتظار کریں۔صبح جب محل (دربار) کا دروازہ کھولا گیا تو قبر بنانے والے نے دیکھا کہ قبر بآسانی بن سکتی ہے اور قبر مبارک پردادا اور دادا کے درمیان میں تیار کی گئی۔دادا کی قبر بطرف مغرب ہوگئی۔اور کٹہرے میں دراڑ تک نہ پڑی۔نہ ماننے والے بھی یہ آنکھوں دیکھی کرامت دیکھ کر حیران انگشتِ بدنداں تھے۔کہتے ہیں ''ڈلا بھڈیرہ کا بھڈیرہ سردار'' دہاڑیں مار کر روتا تھا کرامت دیکھتا۔اے بھائی! معجزہ اور کرامت عقل سے ماورا ہوتی ہیں اور منجانب اللہ پاک ہوتی ہیں۔جس سے چاہے اُس کا اظہار کرادے۔

آتی ہیں وہ قلمبند کرتا ہوں۔توفیق۔توفیق والے کے ذمے۔تحریر و تحقیق کرنا تو علم والوں کا کام ہے۔میں تو ایک فریضہ نبھا رہا ہوں۔جو مجلس۔صحبت سے معلومات و واقعات سے ملے ہیں۔اُسے محفوظ کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔پڑھنے والے حضرات میری کم علمی۔بے جوڑ الفاظوں کو نہ دیکھیں۔۔بلکہ اپنی وسعتِ نظر سے کام لیں،تو بات بنے گی۔میں علم یافتہ کم ہوں بزرگوں کا صحبت یافتہ ضرور ہوں۔

حضور خواجہ صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ جمالی صفات کے مالک تھے۔مخلوقِ خدا پر بہت شفقت فرماتے تھے اور لوگوں کی کوتائیاں،غلطیاں دَرگزر فرماتے تھے۔کریم الصفات رکھتے تھے۔

حضور خواجہ محمد سلطان بالا دین اُویسی بادشاہ جلالی طبیعت رکھتے تھے اور سیف الزمان تھے جو بات زبان سے نکلتی تھی پوری ہوتی تھی۔جہاں میں مادری اولیاء پکارے جاتے تھے۔آستانہ عالیہ سید فاضل شاہ بخاریؒ احمد پور لمہ کے ابتدائی عرس شریف میں اُن کی تشریف آوری لازم ہوتی ۔جلسے،وعظ،قوالیاں آپ کی صدارت میں ہوتی تھیں۔پھر یہ سلسلہ باقاعدہ طور پر حضور خواجہ صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ نے قائم ودائم رکھا۔جو

تاحیات رہا۔حضور خواجہ صالح محمد سائیں اُویسی کی فیاضیاں !فقیر سائیں پر
،فقیر زادوں پر،فقیر کے خاندان پر بلکہ پورے علاقے والوں پر عام ہوئیں
جوزبان زدِعام وخاص ہیں یہ کوائف واقفیت عامہ کےطور پر تحریر کر رہا ہوں
تا کہ وابستگان اُویسیہ اورمحبت کیش بخت سائیں کو فائدہ رسانی ہو۔میری
(بخت زادہ محمود الحسن اُویسی) کی نسبت بعیت، وابستگی، دلبستگی، دامنگیر ی
حضور خواجہ صالح محمد سائیں شہنشاہ کے ساتھ ہے " دل کا سکوں جبیں کا
مُقدر،نظر کا شوق۔۔۔۔۔۔۔وابستہ ہوگیا ہے، تیرے سنگِ دَر کے ساتھ "

ابا حضور فقیر سائیں:۔

کے ساتھ سرکارِاُویسی کی ایسی عنایات تھیں کہ کیا کہنے۔آپ فرمایا کرتے تھے
کہ اِدھر میرا آنا محض فقیر سائیں کے لئے ہوتا ہے۔باقی لوگ بہتی گنگا سے
فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور اگر کوئی اِدھر سے اس علاقے سے آدمی خانقاہ شریف
حضرت کے حضور جاتا تھا تو سلام ودعا کے بعد اُس شخص سے پہلے پہل
فقیر سائیں کی خیر خیریت پوچھتے تھے کہ وہ کیسے ہیں۔ایک دفعہ یوں بھی ہوا
کہ ہمارے علاقے سے رئیس سونتیرہ صاحب (مشتاق احمد ولد شیرے
خاں) حضرت کے حضور خانقاہ شریف پہنچے تو اُن دنوں حضور کی طبیعت کمزور

تھے۔یعنی بہت ہی چھوٹے تھے۔کہ ریاست بہاول پور میں دو شاعروں کا چرچا تھا۔جن کا کلام پڑھا جاتا تھا۔ایک خواجہ فرید سائیں ؒ اور دوسرے بخت سائیں ؒ ان دونوں کا کلام واقعتاً عارفانہ،صوفیانہ کلام ہے۔سرائیکی ادب کے یہ بڑے محسن ہیں۔ہم بجا طور پر ان پر فخر کرتے ہیں۔اور ان کی عظمت کو سلام کرتے ہیں!!

حضرت مخدومہ بی بی صاحبہ(رفیقِ حیات حضور صالح محمد سائیں اُویسی) فرماتی ہیں کہ خود حضور نے مجھے فرمایا۔کہ جب میں ''فقیر سائیں'' کے ہاں جانے کا ارادہ کروں تو ہرگز آپ رکاوٹ نہ بنیں اُس وقت میں اور کیفیت میں ہوتا ہوں۔اُس وقت مجھے مجبور جانیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کوئی نقصان اُٹھا بیٹھیں؟ کیا بے اختیاری بات ہے۔!ہاں دوسرے امور میں صلاح مشورہ کا آپ کو حق ہے۔یہ معاملہ کچھ اور ہے۔

ایک موقعہ پر

آپ نے یہ تحریر فرمائی کہ یہ فقیر۔۔۔فقیر سے ملنے کے لیے فلاں تاریخ کو احرام باندھ کر زیارت کے لیے آرہا ہے۔آپ فقیر خانہ پہ موجود رہیں۔اللہ اللہ کیا مقام ہے۔!یہاں پر مُرید مراد ہو گیا ہے''رانجھا رانجھا کردی نی،مَیں آپے رانجھا ہوئی،ہیر نہ آکھے کوئی''

مجھے یاد پڑتا ہے

کہ حضور اُویسی سرکار نے فقیر کو ایک خط میں لکھا تھا (کہ آج دل آپ سے ملنے کے لیے بہت چاہتا ہے۔ دل کا تقاضا ہے کہ آپ اِدھر ہوتے تو رازونیاز کی باتیں ہوتیں۔ دیدہ ودل کو ٹھنڈا کرتے۔ اور کیا کیا۔؟ بقول حضرت گولڑوی سرکارؒ اَجّ سک متھراں دی ودھیری ہے کیوں دلڑی اُداس گھنیری ہے'' (فقیر اُویسی)

ایک موقعہ یہ بھی دیکھا

کہ بخت سائیں نے ہمیں اچانک حکم دیا۔ کہ ڈیرہ بناؤ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ ظاہراً کوئی اطلاع خبر نہ تھی مگر اندرونی رابطے نے خوب کام کیا ہم نے ڈیرہ بنایا اتنے میں سرکار اُویسی آ گئے۔ فقیر خانہ کو رونق بخشی۔ دونوں پیر مُرید کی کیفیت دیدنی تھی۔ جو زبان وبیاں سے باہر ہے بقول غالبؔ''

وصالِ یار کی مُسعود ساعتیں مت پوچھ''

رموقعہ ڈوہڑہ بخت۔ بزبانِ سرائیکی!

اووقت تھیوے ڈیکھاں نال اکھیںڈے، رب بجناں کوں آنے کہیں بہانے

اوں قاصد توں میں تھیواں صدقے، جیڑھا آکھے تھئن روانے او جانانِ

چشماں نال بوہاراں گلیاں، سرڈیواں وچ نذرانے پڑھاں دوگانے

ایہے دیداں بخت کریسن عیداں، دل کرسی شد مانے لکھ شُکرانے

اور فقیر اُسے تیس پینتس سال یہی کہتا رہا کہ میرے پیر روشنِ ضمیر کے مُرید
ہوجاؤ لیکن وہ نہ مانا ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ مُرشد کریم
حضور حاجن سائیں اُویسی خان لعل خان المانی کے گھر آئے بیٹھے ہیں ساتھ
ہی چار پائی پر حضور کے دونوں صاحب زادے حضرت صالح محمد سائیں
اُویسی، حضرت محمد سُلطان بالا دین سائیں اُویسی بیٹھے ہیں میں بھی غلامی
حاضری میں موجود ہوں۔ حضور حاجن سائیں مُجھے ارشاد فرماتے ہیں
فقیر سائیں لعل خان کو مُرید کرو یہ حکم سُنتے ہی میں چونک جاتا ہوں۔ خواب
سے بیدار ہوجاتا ہو اور صبح ہوتے ہی تعمیلِ ارشاد کی خاطر لعل خان کے ہاں
پہنچتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ وہ بیمار لاچار پڑا ہے اُسے مُرید کر کے واپس گھر
آجاتا ہوں چند گھنٹے بعد وہاں سے آدمی آتا ہے کہ لعل خان کی آخری آرزو
پوری ہونے کے بعد وہ دُنیا سے چل بسا ہے فوت ہوگیا ہے۔ یہ عجب راز
دیکھا، عجب حال دیکھا پھر مُریدِ صادق مُریدِ اول کے جنازے میں جا کر
شرکت کی تجہیز و تدفین تک شامل رہا!

بجز دربارِ مُرشد کے، نہیں ہے دوسرا حامی
یہ ملتے ہیں محمدؐ سے، جو مقبولِ خدا نکلے

(بخت)

(لعل خان المانی کے جملہ بیٹے صداقت مند ہیں۔اور نیاز احمد خان المانی حلقہ مریدوں میں سے ہے۔ان سب کے لئے دُعائیں)۔

از کتاب مسلکِ اُویسیاں

تصنیف حضرت خواجہ محمد سُلطان بالا دین سائیں اُویسی (شاہ پور شریف ضلع بہاولپور)

۱۔ بِنائے سلسلہ اُویسیہ کا پہلا عمل: اللہ تعالیٰ سبحانہ اور رسولِ کریمؐ پر ایمان کامل رکھنا۔

۲۔ دوسرا عمل (خلوتِ در انجمن ہے) بظاہر خلوت میں بیٹھا ہوا ہو اور باطنِ خدا سے پیوستہ ہو۔

دست بکار، دل بہ یار

۳۔تیسرا عمل (خاموشی درسُخن ہے) زبان فضول گوئی سے اور لغویات سے چُپ رہے۔

۴۔چوتھا عمل (نظر بَر قدم ہے) اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناضر جانے ہر جگہہ (بہ احتیاط رہے)

۵۔پانچواں عمل (ہوش در دم) حفاظت زوح کی کرے۔

۶۔چھٹا عمل (زہر نوشی) مُصیبتوں اور دشواریوں پر صبر کرے (راضی بہ رضا رہے)

۷۔ساتواں عمل (پردہ پوشی) خلقت کے عیبوں پر چشمِ پوش رہے۔اِن کے گناہوں کو طشت از بام نہ کرے۔

پہلا طریقہ اُویسی قادری

یہ کہ اُویسی اسے ظاہری مُرشد کی ضرورت نہیں رہتی۔اسی کو تلمیذ الرحمٰن یعنی

واقعہ بیعت خواجہ محکم الدین سئیں سیرانیؒ (چھوٹی خانقاہ شریف) سمہ سٹہ

سرکار سیرانی بادشاہ کی بیعت اپنے چچازاد بھائی خواجہ پیر عبدالخالقؒ پیر اویسی بخشن خان ضلع بہاولنگر سے ہے۔ ہوا یوں کہ سیرانی بادشاہ نے اُویسی سرکار کی خدمت جب بیعت ہونے کی عرض کی تو بجواب اُویسی سرکار نے فرمایا۔ کہ محکم آپ تو میرے بھائی ہوئے۔ ہم دونوں کے درمیان حجت برادرانہ ہے اور پیری و مریدی کچھ اور چیز ہے۔ جس میں ایک ہی تعلق غلامی کا قائم ہے۔ بیعت کا معنیٰ بھی پیر کے ہاتھ بیع ہو جانا ہے یعنی اُسکی ملکیت ہو جانا ہے۔ آپ سیرانیؒ یہ سُن کر خاموش ہو رہے۔ اور ایک مدت حجت برادرانہ ختم کرنے پر لگا دی۔ کئی سال یہ مشق کرتے رہے پھر جب بھی سرکار اُویسی کی خدمت آتے۔ نیاز پانے کے بعد الگ تھلگ عام مہمانوں کی طرح رہتے اور روکھی سوکھی کھاتے۔ اس ریاضت کے بعد ایک دفعہ اُویسی سرکارؒ کا دریا موج میں آیا اور بلا کر فرمان ہوا۔ کہ محکم آپ کو بیعت کریں۔ کہتے ہیں اُس وقت سیرانی صاحبؒ بھی موج میں آ گئے۔ کہا کہ حضرت اب میں ایک شرط پر مرید ہونگا وہ شرط آپ پوری کرنے کا وعدہ فرمائینگے تو پھر مرید ہوں گا۔ جواب آیا کہ ہاں شرط بتایئے۔ تو سیرانی نے کہا کہ وہ شرط یہ ہے کہ سنت محمدی ﷺ طریق شادی کا فقیر

تارک ہوگا۔ اسکی ذمہ داری آپ اپنے ذمے لیں۔ تو پھر مرید ہوں گا۔ آپ اُویسی سرکارؒ نے اس سنت کے ترک ہونے کی وجہ پوچھی ۔۔ تو جواب ملا۔ کہ یہ اس خیال بلکہ یہ خیال غالب ہوا ہے۔ کہ میں اپنی زندگی میں تو کوشش تمام سے اپنے مرشد کریم کی غلامی کر جاؤں۔ ہوسکتا ہے۔ میری اولاد در اولاد میں کوئی غلامی نہ کر پائے۔ تو یہ بوجھ اسی فقیر پر ہوگا۔ اُویسی سرکارؒ نے جب یہ جذبہ اور مقام احترام مرشد دیکھا ۔۔۔ تو ذمہ داری اُٹھالی اور فرطِ جذب میں آکر فرمان جاری ہوا۔

کہ محکم ! تجھے اسقدر احترام مرشد ہے تو سن لو کہ آج کے بعد فقیر گمنام شہرت ہوگا آپ کا نام رہتی دنیا تک مشہور ہوگا اور یہ بات بھی کہ فقیر کی اولاد بھی تمہارے لقب سیرانی سے جانی پہچانی جائے گی ۔ میری مریدی کا مقام اور فیض جاننے والے جان گئے اور پانے والے پا گئے۔

آج تک زمانے میں یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ پیر کی اولاد مرید کے لقب سیرانی سے پکاری جاتی ہے۔ موجودہ دربار سیرانیؒ کی اولاد حضرت محکم دین سیرانی کے بھائی حضرت امان اللہ سائیں کی ہے (جن کا مزار حضرت دیوان چاولی مشائخ علیہ رحمۃ پر ہے۔) جبکہ پیر عبدالخالق پیر گوشہ گمنامی میں ہیں اور پیر محکم دین سیرانیؒ کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے۔ اور بجتا ہی رہے گا۔ انشاء اللہ

ریاست بہاولپور کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں۔ کہ ریاست بہاولپور کے وقت میں محکم دین سیرانی بادشاہ کے عرس مبارک کی سرکاری چھٹی ہوا کرتی تھی۔ بندۂ محمود بھی اس وقت طالب علم تھا۔ یہ بات پوری یادداشت میں ہے۔ آج کے پڑھنے والے بھی تحقیق فرمالیں۔

بحوالہ حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی

یہ میں نے اپنے قبلہ چچا حضور مرشد کریم حضور صالح محمد سائیں اُویسیؒ سے خود سنا جو نقل کرتا ہوں کہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ (دلی والی سرکار) کی ہمسائیگی میں ایک پکوڑے بیچنے والے نے آ کر عرض کی، حضرت! ہزاروں لوگ فیض پاتے ہیں اور ایک میں بد بخت حضرت کے زیرِ سایہ رہتے ہوئے تنگ دست ہوں۔ حضرت نے تعویز بنا کر دیا اور فرمایا دوکان میں رکھو۔ پھر یہ عالم ہو گیا کہ جتنا بیسن (آٹا چنا) کے وہ پکوڑے بنا کر دوکان پہ لاتا وہ بک جاتے اور اس کے دن بھلے ہو گئے۔ جب اس دوکاندار پر وقت آیا (موت آئی) تو اس کے لڑکوں نے دوکان کی صفائی کی تو انہیں تعویز ہاتھ لگا۔ کھول کر دیکھا تو لکھا تھا (دلی والو پکوڑے یہاں سے خریدا کرو) یہی فیض، یہی رنگ ادھر بخت سائیں پر بھی ہوا۔

"کرم کے لئے تو بہانے بہت ہیں"

عالمِ رُءیا (خواب کا جہاں)

5-3-84 آج کی سحر میرے لئے بڑی بابرکت ورحمت ثابت ہوئی۔کوئی پانچ بجے منہ اندھیرے خواب میں زیارت حضرت علی المُرتضٰیؑ شیرِ خدا کا شرفِ دیدار حاصل ہوا دیکھا کہ دو چند حضرات پہلے سے موجود ہیں مجھے بھی اُن کی مجلسِ خاص میں قسمت لے گئی خوشا قسمت میرے پوچھنے پر ایک صاحب نے بتایا کہ سرکار علی المرتضٰی ہیں میں زیارت پا کر خوش ہوا اور معاً خیال آیا کہ اپنے دوستوں کو بھی زیارت کرادوں یہ میری طبیعت کا خاصا بھی ہے کہ دوسروں کی بھی میری وجہ سے فائدہ رسانی ہو جائے تو مجھے خوشی دوگناہ ہوتی ہے۔دیکھتا کیا ہوں کہ میرے سامنے کچھ فاصلے پر میرا ساتھی شیخ ظہور انور سویا ہوا ہے میں نے اُسے جگایا کہ سرکار کی زیارت کرلوا تنے میں بیداری مجھے ہوگئی۔کاش ! کُچھ لمحے اور مل جاتے؟ لیکن یہی غنیمت ! یہ فیضان سرکارِ اُویسی کی نسبت کے سبب خیال کرتا ہوں وگرنہ میں کیا،میری بساط کیا؟ محمود الحسن اُویسی ۔

حروف فقر کی تخصیص

فقر کی ف سے مراد فنائے نفس ہے

فقر کی ق سے مراد قہر بر نفس

فقر کی ر سے مراد راضی بہ رضا قضائے خدا حضرت فقیر بخت سائیں حقیقتاً ان اُوصاف پر پورا اُترتے تھے !

زیارتِ قُطبِ وقت

حضرت بخت سائیں نے یہ واقعہ ایک وقت میں طبیعت کی موج میں آ کر خود بیان فرمایا کہ بڑے عرصے کی بات ہے غالباً ۱۹۵۵ء ہوگا کہ فقیر بموقعہ عُرس شریف پیر عبدالخالق پیرؒ (محل والی سرکار) کا تھا حضوز صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ نے عرس کے دن بعد از ختم شریف فقیر کو اشارہ سے اپنے قریب کیا اور بڑے رازِ دارانہ انداز میں فرمایا کہ فقیر سائیں آج آپ کو قُطبِ وقت کی زیارت کرائیں میں نے عرض کی واہ واہ حضور ایسا ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ دربار پر جائیں بڑے دروازے سے گزر کر بائیں ہاتھ پر جو چھپر ہے اُس کے اندر ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ایک گونہ مونا بیٹھا ہوگا وہی قُطبِ وقت ہے۔ اُس سے نہ ملنا، نہ کچھ کہنا۔ صرف دیدار کرنا میں اجازتِ شیخ سے وہاں گیا اور دور کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ آنکھیں چار کرتے ہی بول پڑا ''اچھا چُغل خور نے چُغلی لگا دی'' اُس کی دہشت ناک کیفیت کو دیکھ کر میری آنکھ جھپکی۔ اتنے میں وہ غائب ہو گیا زیارت نصیب ہوئی اور مُرشد کریم کی نسبت سے اُس کے جلال سے بچاؤ ہوا یہ یادگار واقعہ ہے۔ (بقولِ بخت)

دیدارِ عاشقِ صادق

(صوفی فقیر محمد علی عُمر ۱۱۰ سال۔ شہر فرید ضلع بہاول نگر)

بخت زادہ محمود الحسن اُویسی عرض گزار ہے کہ ایک موقعہ آستانہ، عالیہ، اُویسیہ، قدسیہ پر حاضری تھی غالباً ۱۹۷۸ء ہوگا کہ میں حضور مُرشد کریم صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ کی مجلس میں بیٹھا تھا کوئی صبح آٹھ بجے کا وقت ہوگا اس وقت خوش قسمتی سے حضور کے قریب نشست تھی کہ حضور نے ازراہِ کرم سرگوشی کی اور مجھے فرمایا کہ دربار شریف پہ جا کر تالاب کے دائیں جانب کمرے کے آگے ایک عمر رسیدہ بزرگ کمر ٹیڑھی مہندی رنگی داڑھی والا قرآن شریف پڑھ رہا ہوگا بس وہی عاشق صادق ہے اُس کا دیدار کر آؤ اس نشانی پر میں وہاں پہنچا وہ تلاوت واقعی کر رہا تھا میں قریب جا کر چُپ چاپ بیٹھ رہا بعد تلاوت اُس نے میری طرف توجہ کی اور میرے بغیر کچھ کہے وہ کہنے لگا۔ اچھا حضور نے آپ کو بھیجا ہے تو پھر میری حضور سے سفارش کرو۔ کہ 80 سال ہوئے روزے کو اب تو عید کراؤ سائیں! یعنی 80 سال ہوئے محبوب کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ باطن میں تو سامنے ہے۔ موجود ہے یہ ہے مجاز۔ نہ جانے حقیقت کیا ہے !

وسیع دستر خوان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے شہر احمد پور لمہ میں ایک قدیمی مُرید خان دوست محمد خان صاحب پٹھان کی حضور صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ کو بوقتِ دن

دعوت تھی۔ حضور ڈیرہ فقیر سے صاحبِ دعوت کے ڈیرہ پر تشریف لے گئے یہ
بندہ راقم التحریر بھی ہمراہ تھا۔ غالبًا یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے ہوا یوں کہ صاحب
دعوت تو موجود تھے ڈیرہ بھی بنا ہوا تھا سرکار اُویسی جا کر بیٹھے مگر دیکھا گیا کہ لنگر
پکانے کے لئے انتظامیہ اُسی وقت انتظام شروع کر رہی تھی آپ نے جو دیکھا
کہ ابھی تو بہت دیر ہوگی آپ شہنشاہی مزاج رکھتے تھے یوں کہوں مزاج عالی
شاہانہ بھی تھا اور کمال فقیرانہ بھی۔ گویا دونوں پر مکمل دسترس تھی۔ آپ اُسی
وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔ صاحبِ دعوت عرض گزار ہوا سائیں
تشریف رکھیئے۔ ابھی کھانا تیار ہوتا ہے کچھ انتظامیہ صاحبان کی غفلت ہوگئی
ہے آپ نے فرمایا کہ ابھی فقیر اُویسی فقیر سائیں کے ڈیرہ پر جاتا ہے یہی
دعوت آپ تسلی سے پکوائیں ہم دن کا لنگر آپ کے ہاں رات کو آکر کھائیں
گے اور ایسا ہوا۔ اُس وقت آپ فقیر خانہ پہ واپس تشریف لائے اور فقیر سائیں
سے فرمایا جو کچھ لنگر تیارِ موجود ہے اُس پر جا کر کپڑا (دسترخوان) ڈال لیں اور
لنگر چلانا شروع کر دیں انشاء اللہ برکت ہوگی فرمان مطابق ایسا کیا گیا یہ
آنکھوں دیکھی بات ہے بلکہ واقعہ ہے کہ لنگر میں اُس وقت صرف ڈیڑھ سیر
گوشت پکا ہوا تھا اور اس مطابق روٹیاں بھی پکی ہوئی تھی وہی لنگر ساٹھ آدمی
باہر کے اور تیس آدمی گھر کے گویا نوے، سو آدمیوں میں پورا ہوا یہ برکت مُرشد

کی کرامت ہوگئی اور کرامت کہتے بھی انہونی بات کو ہیں ۔اللہ پاک اپنی
مہربانی اور عطا سے جو کچھ کرنا چاہیں اور جو کچھ اپنے بندوں سے کرانا چاہیں کیا
بعید ہے!اس کے بعد دوسری دفعہ آپ فقیر خانہ پر تشریف لائے تو اپنے ساتھ
ایک بڑا دستر خوان اور کچھ درجن نئی پلیٹیں بھی ہمراہ لے آئے۔اور فقیر سائیں
کے لنگر میں اپنی طرف سے شامل کی گئیں۔جب لنگر تقسیم کے وقت آپ نے
اپنے خلیفہ دستگیر شاہ کو وہی دستر خوان بچھانے کو دیا۔تو خلیفہ دستر خوان کچھ تہہ کر
کے بچھانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ دستر خوان لمبا کرو اور لمبا کرو۔حتیٰ کہ پورا
دستر خوان بچھوا دیا اور یہ فرمایا کہ ہم فقیر سائیں کا دستر خوان وسیع کرنے آئے
ہیں جو ہمیشہ وسیع رہے گا۔آمین

دوسری بات کرامت:۔ یہ بھی جاری کی۔آپ نے پانی کا گلاس دَم کر کے
میرے ہاتھوں (محمود الحسن اُویسی) لنگر کے مٹکوں ڈلوایا۔اور فرمایا کہ جوانِ
سے جس نیت سے پانی پیئے گا وہی فائدہ پائے گا۔جاننے، سُننے والے لوگ
اب بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں "اپنا اپنا یقین، اپنا اپنا نصیب"

علم اور عمل کا تذکرہ

مجھے بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کو یاد پڑتا ہے خیال غالب ہے کہ یہ ۱۹۶۲ء
کا ذکر ہے فقیر کے ڈیرہ پر فقیر اُویسی صالح محمد سائیں اُویسی لجپال تشریف فرما

تھے فقیر کی جھونپڑی اُس وقت محلات کو شرمندہ کر رہی تھی بادشاہ جہاں بھی ڈیرہ ڈالیں وہ جگہ اس کے قدم سے اُس کی برکت وعظمت سے قابلِ رشک ہو جاتی ہے بقول ڈوہڑہ بخت سائیں

قسم خُدا دی دیدار تیڈے توں، دُکھ دور تھی ویندن سارے

ایں دل دے زخم اُبلدے بلدے، کافور تھی ویندن سارے

لکھ کانے ایں جھگڑی دے، کوہ طور تھی ویندن سارے

جتھ بختا سوہنڑا قدم ڈیوے، گھر نور تھی ویندن سارے

ایک صبح ڈیرہ فقیر پر فقیر اُویسی نے قوالوں کو قوالی کرنے کا حکم دیا قوالی چشتیہ مسلک میں روحانی غذا کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ طریقِ عبادت ہے اگر باادب ہو کر بلند اور پاک خیال سے سُنی جائے تو اُسی لمحے حضور نے خلیفہ احمد یار بھایہ کو فرمایا کہ جا کر فقیر عُمر بخش صاحب فریدی کو لے آؤ اور کہو کہ قوالی کا اہتمام ہو رہا ہے فقیر عُمر بخش صاحب فریدی اپنے مُرشد کریم خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والی سرکار کے حکم سے یہاں احمد پور لمہ محلّہ ارائیاں جنوبی جانب کوئی چالیس سال سے قیامِ پذیر تھے فقیر صاحب فرماتے تھے کہ مُجھے مُرشد کریم نے یہ حکم دیا تھا کہ فقیر تمہاری ڈیوٹی احمد پور لمہ لگائی ہے وہاں جا کر

رہو گویا حکم پاتے ہی ادھر چلا آیا اور یہاں خدمتِ خلق کے فرائض انجام بیٹھا دے رہا ہوں یہ راز کی باتیں مُحب اور محبوب جانے۔ اوروں کو کیا خبر۔ البتہ صاحبِ فیضانِ لوگ ان اشارے کنایوں کو جانتے سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ فقیر اُویسی نے فقیر فریدی کو بُلوایا۔ تو اس حاضرِ محفل میں بیٹھے حاجی عبداللطیف صاحب بھیٹ نے فقیر اُویسی سے عرض کی۔ کہ سائیں! فقیر فریدی صاحب علم تصوف کا تو بادشاہ ہے، مگر عمل ندارد۔ تو یہ بات سن کر فقیر اُویسی بادشاہ ایک دم مراقبے میں چلے گئے چند لمحے بعد دریائے معرفت سے باہر آ کر فرمانے لگے میاں حاجی صاحب! شکر کرو کہ یہ علم تصوف جاننے اور بیان کرنے والے لوگ باقی ہیں تم عمل کی بات کرتے ہو عمل کی چھان بین میں ہو، وقت وہ آنیوالا ہے کہ ان باتوں کو بتانیوالے اور تصوف کی گفتگو سننے والوں کا بھی کال ہوگا اس دور میں کال وحال کے آدمیوں کا ملنا بہت غنیمت ہے اور پھر بڑی دردمندی کے لہجے میں فقیر اُویسی نے شاعر انشاء کا یہ شعر پڑھا اور پھر خاموشی اختیار کر لی۔

؎ ''کسے گردش فلک کی چین دیتی ہے بھلا انشاء
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں''

محمود الحسن اُویسی شاہد ہے

مُشاہدہ تصورِ شیخ

راقم التحریر بخت زادہ محمود الحسن اُویسی نے ایک مرتبہ ہمتِ مرداں کر کے اپنے پیر و مرشد حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ سے تصورِ شیخ کا طریقہ پوچھا اور اجازت بھی لی۔ یہ قصہ غالباً ۱۹۶۷ء خانقاہ شریف کا ہے بندہ نے تخلیہ پا کر عرض کی کہ حضور کرم فرمایئے۔ مجھے تصورِ شیخ کا طریقہ بتایے اور اجازت بھی۔ حضور اُس وقت بڑے مہربان نظر آئے۔ کچھ زیادہ ہی کریم۔ آپ نے فرمایا۔ تصور کے دو طریقے عام و خاص بتائے جاتے ہیں۔ عام صورت تو یہ ہے کہ خلوت میں یکسو ہو کر بیٹھا اور آنکھیں بند کر کے یہ خیال کیا جائے بلکہ اس خیال کو پختہ کیا جائے کہ مطلوب میرے سامنے اور مَیں اُس کے سامنے بیٹھا ہوں۔ اُس کا ناک نقشہ، انداز بیٹھنا خیال میں لایا جائے اور لُطفِ دیدار پایا جائے۔ بقول شاعر

ے "دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرہ گردن جھکائی دیکھ لی"

دوسری صورت تُصور کی خاص الخاص یہ ہے۔ اور جو اہلِ تصور کا خاصہ ہے، کہ خیال میں، تصور میں ایسی یکسوئی لائی جائے۔ کہ تصور کرنے والا اپنی ذات

کی نفی کر کہ اور مطلوب کو اپنے آپ پر حاوی اثبات کر لے۔یعنی اپنے آپ کو مطلوب کا ہمزاد بنا لے۔ اپنی شکل اُس کی شکل ہو جائے یہ تصرف لگن اور محبت کمال سے ہو گا۔پھر توجہ مطلوب بھی ہو جائیگی اور مطلوب کے کمالات اُس کی قوت بھی پیدا ہو جائے گا اور وہی ہونے لگے گا جو مطلوب کی منزل و مقام ہے فنافی الشیخ ،فنافی الرسولؐ ،فنافی اللہ، بقاء باللہ۔ کی منزلیں طے ہونے لگیں گی! ظاہر ہے طریقہ کار اجازت شیخ کے بعد میں نے گھر آ کر اس کی مشق شروع کی کبھی تصور بندھے،کبھی ٹوٹے۔تصور میں تصویر کی جھلک آئے اور جائے ایک دن یوں بھی ہوا نماز ظہر کے بعد تنہائی اختیار کر کے تصورِ شیخ کرنے بیٹھ گیا چند لمحوں بعد تصور ایسا کامل ہوا تصورِ شیخ ایسا طاری ہوا اسی تصور خاص الخاص میں میرا اپنا ہاتھ جونہی اپنے رخسار پر پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ ہاتھ داڑھی پر لگا ہے حالانکہ میری داڑھی نہ تھی داڑھی شیخ تھی یہ تصورِ شیخ کا مُشاہدہ کیا۔"علم الیقین ،عین الیقین بلکہ حق الیقین ہو گیا۔!!!

بخت سائیں کی دریا دلی!

شریعت ،طریقت ،معرفت اور حقیقت پر عمل

سائیں بخت سائیں چاروں طریق کے حامل تھے۔کامل تھے۔عالم بہ عمل تھے، کامل باکمال تھے اُویسی مرشد کریم کا فیض بخت سائیں کی زندگی کو چار چاند لگا گیا

بخت سائیں نے فرمایا تھا کہ قدرت کاملہ نے جو فقیر کی زبان سے بصورت شاعری کہلوایا اُس واردات سے شاعر گزر کر آیا یا شاعری کلام جو زبان سے نکلا وہ منزل شاعر کے پیش آ گئی سبحان اللہ چاروں طریق کی پیروی میں بخت سائیں کا ایک ڈوہڑہ سماعت ہو۔

عالمیں نال مجال میڈی تے پاپڑھیاں توں نسدا ہاں

پہلا پا ہے علم شریعت، ڈوجھا طریقت ڈسدا ہاں

ترتیجھا معرفت، چوتھا حقیقت، فیض انہاں توں رسدا ہاں

ایہے چارے پاجھاں دے سینے بختاؔ، میں خادم اُوندی اس کسدا ہاں

بخت سائیں بہ ہوش و ہواس فقیر تھے۔ آپ نے زندگی بھر حقوق النفس ، حقوق العباد، حقوق اللہ نبھائے بلکہ فزوں تر نبھائے اس میں ہرگز مبالغہ نہیں یہ حقائق ہیں خدا شاہد ہے ''دست بہ کار، دل بہ یار''

یہ ہیں حضرت بختؔ سائیں۔ قابلِ ذکر بات کہ ہم تینوں بخت زادے۔ ہماری آل اولاد۔ لڑکے، پوتے، نواسے آخری وقت تک بخت سائیں ہمارے پالنہار تھے۔ جیسے ''رب پروردگار ویسے بخت پرودگار'' یہ مبالغہ کے کلمے نہیں بلکہ حقیقت کا اعتراف ہے والدین بھی پالنے والے ہوتے ہیں اور

رب اکبر بھی۔ صرف ظاہر و باطن کی بات ہے خدا کرے سمجھنے والے سمجھیں۔
ایسے والدین، لجپال، لکھپال، لاکھوں میں ایک ہوتے ہیں ہماری خوش بختی
کہ بخت جیسے والدین ملے ماں بھی بخشیں والی۔ اب ان کی جدائی پر ان کی
شفقتوں احسانوں کو یاد کر کے روتے ہیں ورنہ وہ تو زندہ ہیں اور زندوں کا
ماتم کیونکر؟ فی الوقت اُن کو فاتحہ بخشنا ہم پر فرض ہے اور الحمد اللہ بلا ناغہ یہ فرض
ادا کر رہے ہیں!

نُور کی ایک جھلک۔ در قوالی بر ڈیرہ فقیر!

پیر اُویسی حضور صالح محمد سائیں کی موجودگی میں ایک مرتبہ محفلِ سماع ہوئی
ڈیرہ فقیر اُس وقت بشکلِ جھونپڑی ''سال اور چھپرا'' بہت سال پہلے کا واقعہ
ہے تقریباً آج سے تیس سال قبل۔ اس محفل میں بندہ ناچیز محمود الحسن اُویسی
موجود تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ محفلِ سماع پیر اُویسی اور فقیر اُویسی کی
موجودگی میں ۱۰ بجے دن ہوئی قوال صاحبان آستانہء فقیر سائیں کے اُس
وقت حاجی عبداللطیف صاحب بھیٹ۔ حاجی محمد مسکین صاحب بھیٹ۔
ملک مُشتاق احمد صاحب بھٹہ واہنی اور طبلچی لعل بخش مراثی تھے اُنہوں نے
بخت سائیں کا کلام معجز بیاں پڑھا۔ ملک مُشتاق احمد بھٹہ واہنی بڑے منظورِ
نظر ساتھی اور فنکار گلوکار قوال تھے ان سے بڑی رفاقت رہی ! بخت نعت
شریف یہ تھی۔

نعت شریفؐ

بادِ صبا راہِ خدا ونج سوہنڑے کوں عرضیاں سُنا

نہ دیر کر ہُنڑیں پئے اُڈر دلدار' ڈے ہنڑیں ونج تے آ

آکھیں سچی سرکار کوں ! رولو نہ اِتھ بدکار کوں

ڈیکھاں تیڈی دربار کوں ہت نہ سِکا در تے سڈا

سمل نہیں کوئی گنڈھ سائیں ہے سر تے عیبیں دی پنڈ سائیں

ہک توں نہ کر ہُن کنڈ ائیں سید سخا اُجڑی وسا

توں بھالیس تاول کوئی نہ ڈوکھ سب سول صدمے ویندے مُک

جنہاں ڈٹھا تیں سائیں دا مُکھ نہ حج دی او کر دے صدا

تیڈے حُسن تے کعبہ فدا کعبے دی اُتھ ہستی ہے کیا

شائق تیڈا ہے خود خدا پڑھدے سدا صَلِّ علیٰ

قُران تیڈی گفتگو فرشیں فلکیں تے توُ ہی توُ

ہر کہیں کو تیڈی جستجو چوڈاں طبق ہن مُبتلا

توڑیں بخت نہ کہیں کم دا ہے پَر اُمیدوار کرم دا ہے

ہک مانؔ تیڈے دم دا ہے نانویں تھئی دے گنڈ نبھاہ

شعر مقطع

؎ توڑیں بخت نہ کہیں کم دا ہے پر اُمیدوار کرم دا ہے

ہک مان تیڈے دم دا ہے نانویں تھئی دے گنڈ نبھاہ

اِس مقطع شعر پر ایسی کیفیت وجدانی ہوئی۔ کہ تمام سامعین پُر ذوق اور پُرنم تھے۔ فقیر اُویسی بخت سائیں عالم وجد میں پیر اُویسی بادشاہ کے قدموں میں تھے۔ پیر اُویسی بھرپور کیفیت اور مستی کے عالم میں آ کر فقیر اُویسی کی گردن اور منہ چوم رہے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگی ہوئی تھی۔ اِسی لمحے حاضرین مجلس نے دیکھا کہ مجلس خانہ میں ایک دم نور کی جھلک پیدا ہوئی جیسے آسمانی بجلی کوند جاتی ہے۔ مجلس خانہ روشن ہو گیا نورانی چمک۔ دل چمکا گئی۔ دل و نگاہ کو مُنور کر گئی وہ کیا گھڑی تھی۔ کیا وقت تھا۔ سُبحان اللہ، سُبحان اللہ۔!! حاضر مجلس فقیر کریم بخش لغاری نزد ڈھنڈی والے عامل شخص نے بیان کیا۔ کہ چمکار نورانی کے وقت حضور کریمؐ کی ذات جلوہ گر ہوئی تھی۔ فقیر اُویسی بادشاہ کی تسبیح ہاتھ سے گری تھی۔ یہ وجہ تسبیح گرنے کی حضور کریمؐ سے ہاتھ ملانا تھا۔!

؎ جھلک حُسنِ محمدؐ دی فرشتے وی نہ چا سگدے

تڑپدے عرش کوں سوہنا نظر دیوچ کھڑا سگدے

کرم دی بھال چا بھالے جتھاں حضرت نبیؐ سوہنا

سیاہ منہ والیاں کوں وی سُہاگی رنگ لا سگدے

(بخت)

جلوہِ سامانیاں !

انسان کے اپنے اندر حسن ہوتو پھر جلوے ہی جلوے ہیں جلوہ خود کیا ہے؟ جلوہ بہت خوب صورت چیز ہے۔ مثلاً چاند جو ہے بذاتِ خود روشنی نہیں ہے مگر چاندنی جو ہے یہ جلوہ ہے فرض کرو ایک شکل ہے، آپ کا محبوب بیٹا، یا محبوب دوست۔ اب جو دوست تھا۔ اُس کی کتنی آنکھیں ہیں۔۔دو۔۔لیکن اس میں جلوے بے شمار۔ بقول غالب۔

"صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اُٹھایئے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اُٹھایئے"

یوں سمجھ لو کہ ماں کیلئے بیٹا کیا ہوتا ہے؟ وہ جلوہ ہوتا ہے وہ چیز وہ شکل جو آپ کے لئے پورے انہماک کا باعث ہو جائے وہ جلوہ ہوتا ہے یعنی شکل کے اندر ایک شکل ہوتی ہے جو محبوب کی شکل ہوتی ہے اس کو بھی جلوہ کہتے ہیں جلوہ روشنی کا نام بھی نہیں ہے جلوہ جلوے کا نام وہ چیز جو آپ کو براہِ راست اپنی طرف متوجہ کر دے کشش کہہ لو یعنی آپ جب یہ سمجھیں کہ اس کائنات میں اگر مجھے کسی چیز ا کی ضرورت ہے تو اس چیز کی ضرورت ہے اور بس کہتے ہیں کہ لیلیٰ کا رنگ ذرا پختہ تھا لوگوں کو پسند ہی نہیں ہے یہ رنگ مجنوں سے پوچھو تو میرا خیال ہے کہ اسے جنت بھی نہیں چاہیے نہ جنت کی حوریں۔ کہتے ہیں

اللہ نے مجنوں سے پوچھا۔ سُنا بھئی دنیا دیکھی۔ کہتا ہے نہیں۔ کیوں؟ کہتا ہے ہم نے لیلیٰ ہی دیکھی ہے"۔ اس کے لئے ایک ہی جلوہ ہے اور وہ ہے لیلیٰ ہر ایک کا محبوب جلوہ ہی جلوہ ہے !

بخت سائیں نے فرمایا

"لوکیں آکھیا مجنوں کوں۔ تیکوں رنگ سیاہ کیوں بھاندے
مجنوں آکھیا ونج ڈیکھو کعبہ۔ جو غلاف سیاہ وچ رہندے
مَیں کیوں نہ محو تھیواہیں رنگ وچ۔ خود رب ہیں رنگ کوں چاہندے
توڑیں جتنے بخت حسین ہوون۔ بن خال سیاہ نی ٹھاہندے

ہر صورت میں سخاوت کیجئے !

جو صفت آپ کے پاس ہے جو صلاحیت قدرت نے آپ کے اندر رکھی ہے اُسے پہچانو اور پھر اسکی راہ میں خرچ کر دو گویا جو کچھ آپ کے پاس ہے اس کی راہ میں خرچ کر دو اور اِدھر اُدھر نکل جاؤ بس۔ جھگڑا ٹھہرنے کا ہے نکلنے والے، جانے والے جھگڑا نہیں کرتے۔ پتہ ہو کہ تھوڑی دیر میں سارے کے سارے بکرے ذبح ہو جائیں گے۔ اب کیا لڑنا تُم نے۔ دوسری بات۔ جہالت لڑتی ہے، علم نہیں لڑتا۔ " اپنی منزل آپ جو طے کر گیا۔ وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا"

فقیر کی بے نیازی!

وڈیرہ حاجی کریم بخش خان کوش ساکن گوٹھ مسو والا نزد کشمور سندھ وڈیرہ صاحب سے فقیر کی ملاقات اور آشنائی گڈو بیراج بننے سے بھی قدرے پہلے کی ہے اُس کی فقیر سے عقیدت بہت تھی اُس کا فقیر خانہ پر اکثر آنا جانا تھا اور دعا جو رہتا تھا اس کا دلی دکھ یہ تھا کہ اس کی اولاد نرینہ نہ تھی یعنی کوئی لڑکا نہ تھا تین شادیاں کیں اولاد صرف لڑکیاں تھیں جب دعا دوا اُس کے کام نہ آئی تو قدرت کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کیا اور فقیر سائیں کو دعوت کر گیا وہاں عرض گزار ہوا سائیں! میں مال دار اور زمیندار ہوں قادرِ مطلق نے مجھے بہت کچھ دیا ہے ایک لڑکے کی آرزو کسی طور پر پوری نہ ہوئی اب آخری عُمر ضعیفی، لاغری کی آ گئی ہے آپ کی خدمت میں میری درخواست ہے کہ میں اپنی خوشی سے کچھ زمین آپ کے نام کراتا ہوں تاکہ لنگر میں کام آئے آپ قبول فرمائیں اور مجھے ایسا کرنے کی اجازت بخشیں"، فقیر نے بجواب فرمایا کہ میاں! لنگر خدا کے نام کا ہے وہ خود چلا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ دوسری بات کہ آپ کی جائیداد زمین کی حقدار آپ کی لڑکیاں اور عزیز و اقارب ہیں فقیر آپ کا دعا گو ہے اور بس۔!

چوہدری اللہ دین عرف عام چوہدری اعلیٰ دین

اُس کا رقبہ احمد پور لمہ شہر سے ملحق تھا۔ کوئی آٹھ ایکڑ زرخیز زمین تھی وہ اکیلا

آدمی۔اپنی عمر کو پہنچا ہوا۔اُس کا اپنا خیال یہ ہوا۔اور لوگوں سے بھی سن رکھا تھا کہ فقیر سائیں بغیر زمینداری اور ظاہری ذرائع نہ ہونے کے باوجود لنگر چلاتے ہیں۔واقف نہ واقف لنگر میں شریک ہوتے ہیں۔اس بات کا وہ خود مشاہدہ کرنے کو فقیر کے ڈیرہ پر آکر قیام کیا۔کوئی دس دن رات ٹھہرا اور حقیقت حال کی تصدیق ہونے پر لنگر میں زمین دینے کی درخواست کی۔مگر فقیر سائیں صاف انکاری ہوئے اور اسے کہا کہ اپنی زمین کسی مسجد یا دینی درس گاہ میں دیں اور لنگر زندگی بھر یہاں کیا کریں۔پھر وہ ناکام چلا گیا۔ اِس سوال جواب کے وقت راقم الحروف خود موجود تھا۔جو کچھ سُنا،دیکھا وہی لکھا۔"اللہ بس،باقی ہوس"۔ (محمود الحسن اُویسی)

سخی کون ہوا؟

ایک یادگار واقعہ۔فقیر سائیں کی زبانی کاتبِ تحریر بخت زادہ محمود الحسن اُویسی خود گوش گزار ہے۔فقیر سائیں نے فرمایا کہ اس علاقے کی شخصیت اعلیٰ خاندان غوث پاک شاہ جیلاں کے چشم و چراغ مخدوم الملک غلام میراں شاہ جیلانی آف جمالد [illegible]

قابلِ ذکر یہ بھی ہے کہ فقیر ایک موقعہ مخدوم الملک صاحب کی کچہری میں جمالدین والی موجود تھا کوٹھی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً باہر کا موسم سہانا ہو گیا۔ بادل بن آئے۔ ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چلنے لگی۔ بارش ہونے کے امکان بن آئے۔ یہ منظر دیکھ کر مخدوم الملک صاحب نے کہا فقیر سائیں! باہر کا موسم کتنا اچھا لگتا ہے کیوں نہ باہر چل کر ذرا سیر کریں اور موسم کا لطف اُٹھائیں۔ میں نے بھی کہا سائیں ٹھیک ہے لہٰذا کوٹھی کے لان میں سیر کرتے کرتے مخدوم صاحب ایک بڑے درخت کے پاس رُک گئے اور فقیر سے سوال کیا کہ فقیر سائیں درخت پر بیٹھے پرندے کیا شور و غل کر رہے ہیں کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا دُھم مچا رکھی ہے۔ پھر دوسری دفعہ بھی مجھ سے پوچھا تیسری دفعہ بھی مجھ سے فرمایا حالانکہ اس وقت لگ بھگ بیس آدمی موجود تھے لیکن آپ ہر مرتبہ مخاطب فقیر سے ہوئے تو میں سمجھا کہ مخدوم صاحب شاعری سُننا چاہتے ہیں میں نے اُوپر درخت کی طرف چہچہاتے پرندوں کو دیکھا اور بول اُٹھا قدرت نے جو کہلوایا وہ کہا

ڈوہڑہ

باغ اندر مُرغانِ چمن ، بہہ مٹھڑی بولی بولن
کراولے اوں ڈھولے کارن، شجر ثمر گُل پھولن
متاں لکھیا خط یار ہوئے، ہتھ مار جڈاں پَن چولن
بخت علی ہر کلی کلی توں، جان شودے پئے گھولن

یہ فی البدیہہ ڈوہرہ سن کر مخدوم الملک صاحب جھوم گئے اور فرمائش کر کے کئی بار
سُنا فقیر کو گلے لگا کر داد دی پھر مخدوم الملک صاحب جھومتے سُنتے کوٹھی کے اندر
پہنچے پہنچتے ہی اپنے مخدوم زادے صاحبزادے حسن محمود صاحب جو کوٹھی کے
دوسرے کمرے میں موجود تھے اُن کو آوازیں دینے لگے۔ محمود نؔ محمود نؔ ادھر
آؤ جواب آیا ابھی آیا سائیں بڑے سائیں مخدوم الملک سائیں حال کمرے
میں بیٹھ رہے۔ ہم لوگ بھی ساتھ تھے اتنے میں مخدوم زادہ صاحب آ گئے تو
مخدوم الملک صاحب نے ان سے فقیر کا خود تعارف کرایا کہ یہ اپنے فقیر
سائیں اپنے قریبی احمد پور لمہ کے ہیں بالکل ان پڑھ ہیں اور شاعر باکمال ہیں
ابھی ابھی انہوں نے یہ شعر کہے ہیں سنو تم بھی۔ پھر مجھے فرمان ہوا کہ ڈوہرہ
تازہ کلام سنائیں۔ فقیر نے اُسی جذبے کے ساتھ ڈوہرہ سنایا تو مخدوم زادہ
صاحب بھی سُخن شناس تھے سُن کر بڑی داد دی سُنا۔ پھر سُنا۔ پھر سُنا۔ اور خوش
ہو کر انعام دینے کو جیب میں ہاتھ ڈالنے لگے تو حضرت مخدوم الملک صاحب
نے انہیں روک کر کہا کہ آپ اس وقت وزیر ہیں جیسے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا
عہدہ دیا ہے آپ بھی ان کو بڑا انعام دیں انعام میں زمین دیں پورا چک
الاٹ کر دیں تو تعمیلاً مخدوم زادہ صاحب نے حامی بھر لی اور کہا کہ ابھی

میرے سلام کو ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان آنے والا ہے وہ آجائے تو تعمیلِ حکم ہوگی
میں نے (فقیر نے) عرض کی سائیں آپ سید بادشاہ ہیں مجھے صرف آپ کی
دعا چاہیے انعام نہیں۔ زمین نہیں۔ نگاہِ کرم چاہیے لیکن مخدوم الملک صاحب
اور مخدوم زادہ صاحب دریا کی طرح بڑی موج میں تھے اور دریا بن کر سخاوت
کی۔ فقیر کی ابھی وہاں موجودگی تھی کہ ڈپٹی کمشنر صاحب بھی آ پہنچے مخدوم زادہ
صاحب وقت کے وزیر کا اس نے سلام کیا تو مخدوم زادہ صاحب نے حکم دیا کہ
باقی حال احوال بعد میں، پہلے فقیر سائیں کا اتہ پتہ نوٹ کرلو اور دفتر میں جا کر
ریکارڈ میں سرکاری اچھی زمین دیکھ کر پورا چک ان کے نام کردو اس نے سرِ تسلیم خم
کیا فقیر کا اتہ پتہ مخدوم صاحب نے از خود لکھوایا کرم ہی کرم اور چند دنوں بعد رحیم
یار خان ضلع آفس سے چک نمبر ۲۳۸ نامی رانا کا چک چودہ مربع زمین کا حکم نامہ
آ گیا رانا کا چک نزد مائی جوائی دی میٹرھ براستہ منٹھار بنگلہ تحصیل صادق آباد ضلع
رحیم یار خان میں ہے فقیر نے اپنے بھائیوں، رشتہ داروں، اور دوستوں کو بُلا کر کہا
کہ یہ زمین لمبی قسطوں میں آبادکاری سکیم ہے۔ مجھے بطورِ انعام ملی ہے میں تو ہرگز
نہیں رکھوں گا۔ آپ لوگ زمین رکھیں تو رکھیں گویا ساری زمین مفت میں بانٹ
دی نتیجہ آپ نکالیں سخی کون ہوا؟ (بخت زادہ محمود الحسن اُویسی)

واقعہ طُغیانی دریا: بموقعہ کچہ گڈو

کچے کے علاقے میں ''بخت سائیں'' کے عقیدت مند مرید رجوانی برادری بیٹھی ہوئی ہے دریا کے درمیان بیٹ میں مختلف بستیوں کی صورت میں یہ لوگ آباد ہیں ٹبہ شیر محمد رجوانی پر بخت سائیں اور بخت سنگت کو ان کی تقریباً ہر سال دعوت ہوتی ہے یہاں پر بخت سائیں کے نام کا کچہ ڈیرہ بھی بنایا ہوا ہے ۔ پھر ہوا یوں کہ ایک سال ساون کے مہینے میں دریا کو موج آ گئی موج موجے میں دریا کا رُخ ڈیرہ بخت کی طرف ہو گیا وہاں سے شیر محمد رجوانی کا بھائی شفیع محمد اور حضور بخش رجوانی بخت سائیں کی خدمت آئے اور بتایا کہ سائیں! دریا کا بڑا زور ہے۔ ہمارے گھروں اور ڈیرہ بخت کے قریب آمنے سامنے آ گیا ہے۔ بڑا خطرہ ہے۔ دعا فرمائیں ''بخت سائیں'' بھی احوال سُن کر دریا کی طرح موج میں آئے اور دعا فرمائی ایک تعویذ عنایت فرمایا۔ کہ رات کے وقت یہ تعویذ کسی کانے کے درمیان پھنسا کر دریا کے کنارے اسی آنے والے رُخ پر گاڑ دیجیئے اور فقیر کا یہ پیغام بھی دریا کو پہنچایئے کہ ''اے دریا! بخت فقیر کہتا ہے یہاں بخت فقیر کا ڈیرہ جھوک ہے تو تو اپنا رُخ بدل لے'' شفیع محمد ،شیر محمد، حضور بخش والوں کا کہنا ہے کہ ہم نے جا کر دریا کے کنارے جا کر یہی

عمل کیا تعویذ کو گاڑھا اور پیغامِ بخت سُنایا تو اسی لمحے دریا میں گرج دار آواز پیدا ہوئی۔ بہت دل ہلا دینے والی آواز! کیا بات تھی، کیا آواز تھی۔ بہر طور ہم بخت سائیں کا عمل پورا کر کے گھر چلے آئے علی الصبح اُٹھ کر وہاں جا کر دیکھا تو کیا دیکھا کہ دریا تقریباً دو، تین ایکڑ پیچھے چلا گیا ہے اور اپنا رُخ موڑ گیا ہے ہماری جان میں جان آئی اور شکر خدا ہم سب نے کیا یہ ہمارے مرشد بخت سائیں کی کرامت آنکھوں دیکھی ہے (ہماری یاد داشت مطابق یہ واقعہ سن ۱۹۹۰ء کا ہے۔ (شیر محمدؒ، شفیع محمد، حضور بخش رجوانی) کچہ گڈو نزد شاہ والی راقم بخت زادہ محمود الحسن اُویسی۔

کافی "طغیانی دریا" شاعر شیر محمد رجوانی شیر آل کچہ گڈو

کیتے فیض فضل ماہی رانڑے ۔ کیا لوک بیگا نہ جانڑے

ہئی دریا کوں موج بہارا ے۔ چھل چھول ڈیون دھدکارے
دھڑ دھک بھک مارو مارے۔ لائی گھُمر کھڑے ہَن گھانڑے

ڈِتیاں چھٹیاں نال پیارا ے۔ ونج آ کھُس کھڑ کے کنارے
اِتھوں موڑ دریا مُہارا ے۔ اے ہَن بخت فقیر دے بھانڑے

جڈاں چھٹیاں یاردیاں پئیاں۔گیاں گاجاں گونجاں دُھنیاں

ہکے رات کہیں نہ سُنئیاں ۔ گیا واپس وَل ٹکانْے

بہہ لِکھ توں شیرؔ ثناء اِے۔رب میلیا شہنشاہ اِے

تھیواں لکھ واری مَیں فدا اِے۔سب تن من گھولاں نانْے

خان حاجی اللہ ڈیوایا خان گھوٹو۔خان سچل خان گھوٹو۔کچہ گھوٹکی سندھ

خان سچل خان گھوٹہ نے بیان کیا۔کہ غالباً سن ۱۹۹۷ء کا واقعہ ہے۔کہ دریائے سندھ کا ہمارے گوٹھ گھروں سے صرف دو میل کا فاصلہ ہے اِس دفعہ دریا میں طغیانی آئی اور دریا ہمارے قریب تر آ گیا خطرہ لاحق ہو گیا تو میں اپنے مُرشد کریم بختؔ سائیں کی خدمت آیا۔اور آپ کو دعوت دے کر اپنے گوٹھ لے آیا۔شام کے وقت دریا کے سامنے کھڑے ہو کر بخت سائیں نے دعا فرمائی دعا کی برکت سے دریا اپنی جگہ واپس ہو گیا۔سچ ہے"دعا فقیراں،رحم اللہ" بیاں صوفی۔

مولوی عبدالستار صاحب چنہ ۔ گوٹھ جلہ سندھ ۔تحصیل کندھ کوٹ سندھ

اشتیاقِ دیدار۔صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ میں بخت سائیں کا کلام اکثر سندھ کے صوفی گلوکاروں سے سُنتا رہتا تھا۔حقیقتاً بخت سائیں

بادشاہ کا کلام سنتے ہی طبیعت میں رقت طاری ہو جاتی تھی بلکہ وجد کے عالم میں آجاتا تھا گویا بن دیکھے قربان ہو گیا آپ کا اتہ پتہ معلوم کرتا رہا ایک دفعہ بخت سائیں کا ذکر جو محفل میں آیا تو ہمارے گوٹھ جلسہ کا مینگھوال مٹھو نے بتایا کہ بخت سائیں احمد پور لمہ کے ہیں ہماری برادری احمد پور میں بیٹھی ہے میرا وہاں آنا جانا ہوتا ہے میں بھی ایک دفعہ سائیں سے ملا ہوں دیدار کیا ہے تو میرا اشتیاق دیدار اور بڑھا۔ لہٰذا کمر سفر باندھ کر احمد پور لمہ کیلئے روانہ ہو پڑا اڈہ بس سے مجھے آسانی سے جھوک بخت کا پتہ چل گیا۔ میں دوپہر کے وقت یہاں پہنچا تو آپ بخت سائیں جلوہ گر تھے۔ جلوہ پاتے ہی میں بامُراد ہوا۔ اپنا احوال پیش کیا۔ دونوں طرف سے دید وشُنید ہوئی۔

لطف وقرار پایا۔ اُس کے بعد اپنا کلام منٹھار سُنایا اور مجھے بے خود کیا اور تازہ ڈوہڑہ میری آمد پر جوڑ بنایا۔ کیا احسان کیا۔ یادگار ڈوہڑہ مندرجہ ذیل ہے۔

ڈوہڑہ فی البدیہہ۔

اِے دلڑی باغ بہار تھئی۔ جڈا پیارا عبدالستار آیا
احمد پور شہر وچالے۔ کندھ کوٹ کنوں دلدار آیا
حُب دار دے ڈیکھن کیتے۔ واہ مدنی داحُب دار آیا
مِل بختا مٹھڑے سجنیں کوں۔ اِے خوشی کنوں اظہار آیا

اِس کے بعد بخت سائیں نے فرمایا۔ مولوی صاحب اپنی ملاقات ہوگئی۔ اب
پروگرام مطابق مجھے بستی بھیٹ تعزنیت داری کیلئے جانا ہے۔ آپ فقیر خانہ پہ
رہئیں آرام کریں۔ فقیر کل شام کو وہاں سے واپس آئے گا پھر نشست ہوگی تو
بجواب مَیں نے عرض کی سائیں میں تو محض آپ کے لئے آیا ہوں وہاں میں
بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ کچھ گھڑیاں دیدار کی اور نصیب ہوجائیں گی پھر
آپ مجھے ساتھ لے گئے۔ وہاں رات گزاری۔ صبح کو رخصت یاب ہوا بہت
مسرور ہو کر گھر آیا۔ پھر آنا جانا زیادہ ہو گیا دوسری حاضری میں مرید ہونے کا
سوال کیا جو پورا ہوا یہ کوئی ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے بعد مُرید ہونے کے فقیرانہ دعوت کا
عرض کیا جو قبول ہوا بخت سائیں نے فرمایا تھا مولوی صاحب بڑے پیارے
مرید ہیں اور صوبہ سندھ میں پہلی دعوت ان کی تھی۔ گویا صوبہ سندھ میں فقیر کو
متعارف کرانے والی ان کی ذات ہے۔ یہ بھی مشہوری پڑ گئی کہ فقیر سائیں کو
فیض کرنے کا زیادہ تر سندھ کا علاقہ ملا ہے۔ یہ سب ہونگی کے رنگ ہیں۔ وہ جیسا
چاہے، جیسا کرے، جیسا کر کے دکھائے (مولوی صاحب کے تمام بچوں کے
نام سائیں بخت سائیں نے تجویز فرمائے) بخت سائیں جب سندھ کا سفر
فرماتے تھے۔ پہلی دعوت کندھ کوٹ میں لالہ عبدالکریم صاحب پٹھان کی ہوتی
تھی اور واپسی پر بھی اکثر ان کے ہاں ٹھہرتے تھے۔ مگران سے فقیر کا دلی راز تھا۔

مختصراً سندھ کی مُہاری شخصیتیں

کشمور میں مستری عبدالغفور صاحب ملنگ سومرو، فقیر عرض محمد صاحب، طلہ
محمد حسن صاحب، کندھ کوٹ میں لالہ عبدالکریم صاحب پٹھان، ملک
عبدالخالق صاحب، شمس الدین صاحب اعوان گوٹھ جلہ میں مولوی عبدالستار
صاحب، عبدالرحمن صاحب عاصی شاعر، ماسٹر محمد صادق صاحب، محمد صدیق
خان بجارانی، محمد شعبان خان بجارانی، خان دل مُراد خان بجارانی، گوٹھ
تنگوانی میں محمد محراب خان ڈاہانی، محمد موسیٰ خان ڈاہانی۔ گوٹھ ڈری میر سُندھر
خان، محمد عبداللہ فقیر چنہ، دائم فقیر چنہ، فقیر غلام نبی چنہ۔ بکن خان، قربان علی،
عبدالرشید، جانی خان، ارسلا چنہ، ماسٹر ہادی بخش چنہ، ماسٹر جان محمد
سُندھرانی، سردار امیر علی خان بجارانی، سردار عبدالکریم خان بجارانی، حافظ
عطاء اللہ خان بجارانی، کرم پور میں میر سردار احمد خان صاحب بجارانی،
جیکب آباد میں مستری حمزہ، مستری اللہ بخش، مستری محمد یعقوب بے
وس، مستری برکت علی چنہ، مستری منٹھار چنہ، اُوباڑہ میں سردار بشیر احمد خان
صاحب ڈاہر، ڈہرکی میں حکیم محمد بخش صاحب چغتائی، دادلغاری میر پور متھیلو
میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب لغاری، حاکم علی صاحب لغاری، گھوٹکی میں خان
اللہ ڈیوایا، خان گھوٹہ خان سچل خان صاحب گھوٹہ، دھنی بخش شیخ سکندر علی خان

لغاری، سکھر میں مُشتاق احمد صاحب اُویسی، شیخ نذیر احمد خان صاحب، غلام مُرتضٰی خان جاگیرانی ڈائریکٹر ایجوکیشن۔ خان نور محمد خان بلوچ صاحب چیف محکمہ اریگیشن دیگر حُب داران سندھ کو سلام۔ ماشاءاللہ چاروں صوبوں میں بخت حبداروں کو دعائیں۔!

دوسرا بیان مولوی عبدالستار صاحب چنہ

مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مجھے خان غلام مرتضٰی خان جاگیرانی صاحب نے بخت سائیں کی خدمت اطلاع کے لئے بھجوایا کہ ایندہ کل آپ سے مجلس کے لئے میں اپنے ۲۵ ساتھیوں کے ہمراہ آ رہا ہوں لہٰذا میں نے شام کو سائیں کے پاس پہنچ کر پیغام پہنچایا۔ آپ بڑے خوش ہوئے کہ جی صدقے آئیں۔ اُسی رات میں ادھر ٹھہر گیا رات کو کوئی ایک بجے پانچ مہمان آئے فقیر سائیں کی زیارت پائی اور دعا منگوانے کے بعد رخصت یاب ہوئے اور جاتے وقت بخت سائیں کو نذرانہ سولہ سو روپے پیش کئے۔ صبح ہونے پر میں نے فقیر سائیں سے عرض کی کہ سائیں آپ نے سوتے ہوئے کونسا وظیفہ پڑھا تھا۔ کہ راتوں رات اتنے پیسے آ گئے تو سائیں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا آپ جو مہمانوں کا پیغام لے کر آئے تھے تو اس وقت فقیر خالی ہاتھ تھا بس فقیر نے مسبب الاسباب سے سوال اور حقیقت حال کیا۔ کہ تُو سُننے

اور جاننے والا ہے اوراس نے دن ہونے سے بھی پہلے انتظام فرمادیا۔قربان جائیے اُس کی فقیرنوازی پر۔اور کوئی وظیفہ نہیں پڑھا۔مولوی صاحب کہتا ہے کہ واقعی فقیر کا خدائی خزانے میں ہاتھ ہوتا ہے جو نہ کبھی ختم ہونے والا ہے!

عبدالرحمٰن عاصی شاعر کا بیان ہے

کہ مرشد سائیں بخت سائیں گوٹھ جلہ میں ہماری دعوت پر ۲۲ اپریل ۱۹۹۷ء کو اپنی جماعت اور قوالوں کے ساتھ بوقتِ شام تشریف لائے ہمارے بھاگ بھلے ہوئے پہلی دعوت ماموں محترم مولوی عبدالستار صاحب کی تھی دوسری صبح عاصی فقیر کی دعوت منظور تھی اس صبح بلکہ علی الصبح میری گھر والی کو دردِزہ شروع ہوگیا ہے میں عاصی فقیر بخت سائیں کی اجازت سے اسے جیکب آباد لے گیا وہاں کی لیڈی ڈاکٹر صاحبہ نے اپریشن کا بیس ہزار طلب کیا اتنی بھاری رقم نہ ہونے کی وجہ سے میں اپنی بیوی کو شکار پور ہسپتال لے آیا انہوں نے بارہ ہزار کا مطالبہ کیا میرے پاس صرف دو ہزار تھے جو انہوں نے قبول نہ کیے غریب کی زندگی بھی عذاب اور موت بھی عذاب میں بیوی کو ہسپتال چھوڑ کر اُسی شام رقم کے انتظام کی خاطر گھر آیا رقم میرے گھر میں نہ تھی مگر مرشد کریم میرے گھر میں تھے۔ بخت سائیں کے حضور رو کر فریادی ہوا کہ کیا کروں، کیا نہ کروں۔آپ نے بڑی دردمندی سے دعا فرمائی اور اپنی جیب سے دوسو روپے امداد کی۔گوٹھ

والوں نے مل جل کر گیارہ ہزار کا انتظام کر دیا اور میں پھر راتوں رات شکار پور چلا گیا۔ کوئی ڈھائی بجے وہاں پہنچا اپریشن صبح ہونے تھا لیکن خدا کی کرنی مرشد سائیں کی دعا کے صدقے ایسی ہوئی کہ صبح صادق کے وقت میری بیوی کو بستر پر کروٹ لیتے ہوئے خود بخود لڑکا پیدا ہو گیا نہ اپریشن کی نوبت آئی نہ ہی رقم لگی ڈاکٹر صاحبان منہ دیکھتے رہ گئے اور کفِ افسوس ملتے رہے کہ ہمارا آیا ہوا شکار بچ نکلا ہم وہاں سے گھر کو روانہ ہوئے مرشد سائیں کی خدمت احوال کیا اور شکرانہ ادا کیا۔ لوگوں کی مُبارک ہونے لگی۔ مُرشد سائیں نے لڑکے کا نام محمد علی تجویز فرمایا۔ میرے پہلے لڑکے کا نام غلام علی بھی مرشد سائیں نے رکھا تھا میں اپنے آپ کو قسمت والا کہتا ہوں کہ بخت سائیں کے پکھے میں آیا ہوں۔ الحمدللہ۔

ایک سندھی حُب دار

بہت عرصے کی بات ہے نام یاد نہیں پڑتا واقعہ یاد ہے فقیر سائیں نے فرمایا ایک شخص سندھ سے تازہ حج کر کے سیدھا میرے پاس پہنچا اور جائے نماز رومال تسبیح، کھجور۔ آبِ زمزم یہ تحفے دیئے اور پھر حال گذار ہوا کہ سائیں! آپ کی مجھ پر بڑی کرم نوازی ہوئی آپ نے مجھے یہ حج پڑھوایا ہے میں سوچتا رہ گیا کہ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور یہ بات انوکھی کرتا ہے اس نے آگے حال دیا کہ میں بہت سالوں سے حج کرنے کے ارادے کرتا تھا لیکن ہمت

آپ کے کلام سے ہوئی آپ کی کافی نے بلکہ ایک ہی شعر نے مجھے کمر بستہ کیا کہ ایک محفل میں رات کے وقت قوال نے آپ کی کافی کہی۔

ونج جھاگ سسڑی پندھ روہ جبل دے۔ آپے پتونی اِیہے گیڑ گل دے

اس کافی کے دیگر شعر نے مجھے چونکا دیا میرے غفلت کے پردے یکسر دُور کر دیئے بس حاصلِ کافی شعر عرض ہے۔

بن یاد دے سنہ گھر وچ گزریں۔ ہک پل نہ اصلوں دل توں وسار یں

ڈیہنہ رات ہوتل ہوتل پُکاریں۔ فرمان اَ سنی حضرت کھرل دے

حقیقت حال یہ ہے کہ صبح ہوتے ہی گھر سے دیارِ حبیبؐ (مدینہ منورہ) اور مکہ معظّمہ کی راہ لے کر توکل بَر خدا چل پڑا اور ایسے چلتے چلتے زادراہ بنتا گیا اور حج کا فریضہ ادا کر کے اور زیارتیں کر کے آ گیا ہوں۔ اپنے گھر سے پہلے آپ کی خدمت شُکر یہ ادا کرنے آیا ہوں کہ پہلے پہل آپ نے کرم فرمایا۔ آپ کی کافی کا شعر وجد پرور میرا رفیقِ سفر رہا میری دعا ہے کہ ربِ اکبر آپ کو سلامت بہ کرامت رکھے آمین یا مُعین۔ فقیر سائیں نے فرمایا۔

''بیماری ہٹی، مگر حقہ گلے پڑ گیا''

حقہ پینے کی وجہ آپ نے بتائی کہ تقریباً پچاس سال کی عمر میں تبخیر میدہ اور مسوڑوں سے خون آنے لگا۔ گل پیڑے بھی پڑ جاتے تھے اور اس کی وجہ سے کھانا

پینا مُشکل ہو گیا علاج معالجہ سے فائدہ نہ ہو رہا تھا تو یہاں احمد پور لمہ کی سرکاری ہسپتال میں ایک ڈاکٹر صاحب۔ڈاکٹر پیر بخش صاحب نے میرے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ حقہ پیو ڈاکٹر صاحب کی تجویز پر حقہ شروع کیا۔تو حقہ پینے سے ''بیماری ہٹی مگر حقہ گلے پڑ گیا'' جسے گلے لگا لیا۔کوئی معترض ہو تو کیونکر؟ فقیر تو اسے دوائی سمجھ کر پیتا ہے ڈاکٹر جانے گناہ ثواب!

تلقین سفید پوشی

ایک دفعہ بخت سائیں نے یہ وقعہ راقم الحروف محمود الحسن اُویسی کو سنایا جو قابلِ غور ہے اور ایک قسم کی ہم سب کے لئے تلقین ہے۔فرمایا کہ میں خانقاہ شریف حضور صالح محمد سائیں اُویسی کی صحبت صالح میں بیٹھا تھا مجھے وہاں رہتے ہوئے بہت دن ہو گئے دیدوشُنید کے مزے وہ لیتے ہیں جو اہلِ نظر واہلِ دل ہوتے ہیں۔فقیر کچھ ایسی لگن اور دُھن میں تھا کہ نہانا دھونا کپڑے بدلنا یاد ہی نہ رہا۔انسانی زندگی کے تقاضے پورے کرنا ''حقوق النفس'' میں آتا ہے۔''زندگی عطیہ خداوندی ہے'' جان اور زندگی کی حفاظت کرنا بھی انسان پر فرض ہے۔میری غفلت کہ ہفتہ بھر فقیر نے کپڑے نہ بدلے ایک دن سرکار اُویسی نے نگاہ فرمائی اور مجھے جلوت سے اٹھا کر خلوت میں لے گئے۔تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا۔فقیر سائیں! کوئی بڑا سردار ہو، بڑے

نام والا مرد ہو، ظاہری ٹھاٹھ باٹھ رکھتا ہو اور اس کی گھر والی میلی کچیلی ابتر حال میں رہتی ہو تو یہ بتاؤ کہ گلہ کس کی ہوگی مرد کی یا عورت کی؟ تو فقیر نے بجواب عرض کی کہ سائیں! کہ گلہ لازماً مرد کی ہوگی ہر دیکھنے والا یہی کہے گا کہ فلاں سردار کی بیوی کیسی گندی حالت میں ہے ایسے سردار کی کیا شان؟

اس تمثیل کے بعد سائیں سرکار نے فرمایا فقیر سائیں اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھا کرو اور اچھی حالت میں رہا کرو کہ اپنے مرشد کریم جن سے دامن وابستگی ہے اور ربِ کریم کی شکایت نہ ہو۔ لوگ یوں نہ کہیں کہ دینے والے نے اسے کچھ نہیں دیا۔ ''ابتر حالت کفرانِ نعمت اور ظاہری حالت اچھی رکھنا شکرانِ نعمت ہوتا ہے'' عاقل را اشارہ کافی است۔ فقیر اس دن سے خوش پوش اور خوشحال ہو گیا۔ واقعی صبر اور شکر بڑی نعمتیں ہیں یہی فقیر کا زندگی بھر کا معمول ہو گیا مُرشد کریم نے راہ دکھلا دی !

بخت سائیں چاروں طریق پر قادر! شریعت

طریقت، معرفت اور حقیقت پر عمل

فقیر سائیں نے بزبانِ شاعری خود فرمایا ہے اور زبانِ زدِ عام بھی مشہور ہے کہ فقیر سائیں اَن پڑھ ہیں۔ بخت سائیں کا ڈوہڑا بھی ہے (میں اَن پڑھ ادنیٰ جٹ ہاں)

لیکن میں تو یہی کہوں گا اور جاننے ماننے والے بھی اس بات کی تصدیق کریں گے کہ سائیں بخت سائیں چاروں طریق کے عامل تھے، کامل تھے، عامل بہ عمل تھے، کامل بہ کمال تھے۔ آپ محض شاعر نہ تھے بلکہ بڑی وصف اللہ والے (ولی) تھے، بخت سائیں بہ ہوش وحواس فقیر تھے۔ آپ نے زندگی بھر حقوق النفس، حقوق العباد، حقوق اللہ نبھائے بلکہ فزوں تر نبھائے اس میں ہرگز مبالغہ نہیں یہ حقائق ہیں خدا شاہد ہے "دست بکار دل بیار" یہ ہیں حضرت بخت سائیں!

فیض رسانی حضور حاجن سائیںؒ یاد آئی

ایک موقعے راقم التحریر محمود الحسن اُویسی خانقاہ شریف تھا دربارِ عالیہ کی مسجد شریف میں نماز عشاء پڑھنے کو گیا بعد نماز وہاں وظیفہ کرنے بیٹھ گیا نمازی مسجد سے جا چکے تھے صرف دربان مسجد بیٹھا تھا وہ انتظار میں تھا کہ میں اُٹھوں اور وہ مسجد کو تالا لگائے۔ میں نے یہ محسوس کر لیا اور دربان سے کہا میاں! مسجد بیشک بند کریں تو وہ مجھے مل کر کہنے لگا کہ آپ فقیر سائیں بخت سائیں کے صاحب زادے ہیں تو میں نے جواباً کہا ہاں آپ نے ٹھیک پہچانا ۔تو پھر وہ مجھے دوبارہ محبت سے گلے مل کر بڑی خوشی اور حسرت سے کہنے لگا کہ آپ بخت سائیں کے بخشیں والے ہیں یہاں سے یعنی حضور حاجن

سائیں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے دو آدمی دریا جیسا فیض پا گئے "ایک بخت سائیں اور دوسرے دیوانہ سائیں" اور ہم لوگ دروازے پر دربان بنے روٹی تکتے اور کھاتے رہ گئے یونہی عمر گذار دی۔ واقعی اپنی اپنی قسمت اور نصیب کی بات ہے۔ یہ اس کی حسرت بھری بات دل و دماغ پر نقش تھی جو آج صفحہ قرطاس پر آئی یہی بولی، یہی بات پرانے پیر بھائیوں میں زبان زدِ عام و خاص ہے!

حضرت دیوانہ سائیں

کا اصل نام گل محمد صاحب المعروف دیوانہ سائیں ہے۔ یہ قوم کے علوی قریشی بتائے جاتے ہیں اور بستی ٹالیاں مسکین شاہ نزد جمال الدین والی کے ساکن ہیں ان کا خاندان بھی ابھی وہاں موجود ہے۔ آپ عربی، فارسی علم رکھتے تھے۔ آپ پوری زندگی مُجرد رہے اور صاحبِ کردار رہے۔ بڑے مجاہدے کے آدمی تھے۔ مجذوبی رنگ غالب تھا۔ مرشد حضور حاجن سائیں کی ان پر نظر کرم ہوئی اور آپ سیف الزباں ہو گئے۔ زبان سے نکلی بات بات نہ تھی بلکہ دعا و تعویذ تھی۔ جہان والوں پر بڑا فیض کیا۔ دیوانہ کا خطاب مرشد کریم سے عطا ہوا "بس دیوانہ دیوانہ ہو گیا" دیوانہ سائیں فیضیاب ہونے کے بعد رحیم یار خان بستی بھیٹ۔ احمد پور لمہ میں زیادہ تر رہے آخری وقت میں احمد پور لمہ کے مغربی جانب بستی کوندری، بستی موہانہ اور بستی بھایہ میں

رہے آپ کا وصال بستی بھایہ مائی سچل بھائیانی کے گھر ہوا آپ کی وصیت مطابق آپ کا مزارِ مبارک بھی وہاں ہے گنبد نما بہت شاندار مزار بنا ہوا ہے۔دربار بنانے میں ظاہری ہاتھ محمد عبداللہ خان ندیم نیازی پٹھان کھتڑا نزد رحیم یار خان کا ہے۔باطنی کرم خود دیوانہ سائیں کا ہے۔اور سچل مائی بھائیانی مُجاور ہے۔مزار مبارک کیلئے ایک کوندری صاحب نے بوقتِ وصال ایک جریب زمین بَرلبِ سڑک وقف کی۔تاریخ وصال ۷ ذیقعد عرس سالانہ اسی تاریخ پر ہوتا ہے۔

دیدار و بشارت

حضرت سید پیر فاضل شاہ سائیں بخاریؒ دربار نزد احمد پور لمہ

حضرت پیر فاضل شاہ سائیں بخاری کا مزار مبارک بہت قدیمی ہے جس کی تاریخ وصال کا اتہ پتہ نہیں لیکن یہ روحانی لوگ اللہ تعالیٰ کے فیضان والی ہستیاں چھپی نہیں رہتیں۔اپنی روحانیت کی جلوہ گریاں پھیلائے رکھتی ہیں۔ کہتے ہیں فیض کے دریا کبھی خشک نہیں ہوتے۔ان سے خوش بخت لوگ ہمیشہ فیض پاتے رہتے ہیں۔’’نظر اپنی اپنی ،نصیب اپنا اپنا‘‘ بخت سائیں نے فرمایا یہ قیامِ پاکستان سے بھی کچھ پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک رات فقیر گھر میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں صاحبِ مزار حضرت بخاریؒ نے اپنا دیدار کرایا

اور فرمان کیا کہ میرے مزار پر ایک جنگل کا شیر چوکیداری کیا کرتا تھا جو بوڑھا ہو کر چل بسا۔ اب آپ کو ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ آپ یہاں خدمت کر کے عظمت پائیں۔ لہٰذا صبح اُٹھتے ہی فقیر نے مزار بخاریؒ پر جا کر حاضری دی صدقِ دل سے مُجاوری (جھاڑو داری) کی کچھ دن فقیر نے اکیلے خدمت انجام دی پھر چند دوستوں کو اس راز سے آگاہ کیا جس جس کو بتلایا وہ میرے ساتھ ہو لیے اور کام میں ہاتھ بٹانے لگے میرا تو محض نام تھا مددگاری خود صاحبِ مزار نے کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے جنگل میں منگل ہو گیا اور ادھر آنے والے دیکھ رہے ہیں کہ یہاں گلزاری لگ گئی روضہ مبارک گنبد نما تعمیر ہوا کنواں بنا ہوا ہے دینی درسگاہ یہاں قائم ہوئی کئی حافظ ہوئے کئی عالم ہوئے۔ علامہ محمد اجمل خان مزاری اس درسگاہ کے طالبِ علم ہیں ابتدائی تعلیم بلکہ بسم اللہ یہاں پر کی۔ اب نامور مصنف، ادیب، علامہ، شاعر، نامہ نگار اور کیا کیا بنے پھرتے ہیں "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"۔ مزاری صاحب بخت سائیں کے شاعری کے شاگرد بھی ہیں۔ واقعی اچھے بہت ہی اچھے شاعر اور ادیب ہیں۔ نام کمایا ہے الحمد اللہ! محمد بخش خان بلوچ ساکن احمد پور لمہ۔ فقیر کے محلّہ دار، ہمراز دوست۔ قلعی گری کے کام میں معاون حضرت فاضل شاہ بخاری کے ابتدائی کاموں میں مددگار اور بڑی خوبی کہ

جوانی دیوانی میں نفس کے گھوڑے کو پختہ لگام ۔ چوتہ ثبوت مردِ قلندر تھے۔

فیض محمد خان بلوچ ساکن احمد پور لمہ

نے فقیر کے ہمراہ بہت وقت گزارا۔ قلعی گری کے کام اور حضرت فاضل شاہ بخاری کی خدمت گزاری میں بھی ساتھ ساتھ رہا۔ بڑا باہمت اور ہرفن مولا آدمی ہے !

میرے عزیز بھائی عزیز الحسن اُویسی

راوی ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ابا حضور بخت سائیں کے ساتھ بس میں ہمسفر تھا۔ ویسے بھی خدمت گزاری کیلئے میں ہمسفر رہا کرتا تھا۔ یہ سعادت میرے نصیب ہوئی۔ تو وہ سفر صادق آباد سے احمد پور لمہ کا تھا۔ ہم بس میں پہلے سے سوار تھے کہ بعد میں صوفی محمد صدیق سپاہی جو احمد پور لمہ کا باشندہ تھا۔ وہ بھی بس سوار ہوا۔ بس اڈہ سے چل پڑی۔ چلتی بس میں اس کی نظر ظاہری سائیں بخت سائیں پر پڑی اور بے خود ہو کر بخت سائیں کے قدموں میں آپڑا۔ پھر ہوا یوں کہ بے ساختہ کیفیت میں بھری بس میں پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے لوگو! بخت سائیں اس فقیر سائیں کی زیارت کر لو۔ بخدا یہ قطب وقت بیٹھے ہیں۔ اس نے یہ اعلان کیا۔ لگتا تھا کہ یہ اعلان اس سے اوپر والے نے کرایا تھا۔ وہ خود بھی باطنی آنکھ والا تھا اور "ولی راولی شناس" والی بات ثابت ہوئی۔ بس کے سوار لوگوں نے بھی آپ کا والہانہ سلام کیا اور آداب بجالائے۔

مجازاً

ہم لوگ بلکہ اولادِ آدم دنیاوی ہر کام میں ایک دوسرے سے مدد لیتے اور دیتے ہیں۔ نظام دنیا اور قانون قدرت بھی یہی ہے کہ آدمی آدمی کے کام آئے۔ دنیا کی ترقی، تبدیلی تغیر و تبدل کا راز بھی اسی میں ہے۔ وسیلوں، حیلوں بہانوں، باہمی تعاون سے نظام دنیا چل رہا ہے۔ چھوٹے، بڑے، اچھے برے، کالے گورے، سب سے واسطہ پڑتا ہے۔ پیشہ ور دوسرے پیشہ ور کا محتاج ہے۔ دریا ایک ہے اس سے کئی ندی نالے نکلتے ہیں اور بنجر زمین کو اس طریقے سے سیراب کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی براہِ راست فیضیاب نہیں ہوتا۔ نہ ہی بندے کی حیثیت اور مجال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کے فیض پانے کے طلبگار سبھی ہیں لیکن اس کیلئے بھی کوئی طریقہ چاہئیے۔ اللہ پیاروں، ولیوں کا دامن پکڑنا پڑے گا۔ تعجب کی بات ہے کہ اس ذریعے سے کچھ لوگوں کو چڑ ہے۔ دریا سے براہِ راست فائدہ اٹھانے کی جستجو رکھتے ہیں اور اپنی زمینوں کو سیراب کرنے کیلئے ندی نالوں کو ذریعہ بناتے ہیں۔ بیماری آزاری میں حکیموں ڈاکٹروں کے محتاج ہوتے ہیں لیکن اللہ والوں کی نگاہِ کرم کے انکاری ہوتے ہیں اور وہی لوگ بدنظری کو مانتے ہیں۔ اچھی نظر کے قائل نہیں۔ مال و دولت ہاتھ در ہاتھ لیتے دیتے ہیں۔ دُعا کیلئے مستجاب الدعوات

ولیوں سے کہنا بدعت گردانتے ہیں۔ چہ بوالعجبی! میں تو یہی کہوں گا۔
بقول علامہ اقبال۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر

ملک چھتہ ارائیں، بستی کلواڑ

یہ بھی ابتدائی دوستوں اور بخاریؒ کے کاموں میں مددگار رہے ہیں! ان کا بیٹا ملک غلام نبی صاحب بھی بخت سائیں اور بخت زادوں کا بڑا وفادار آدمی ہے۔

حافظ احمد بخش صاحب بلوچ ساکن احمد پور لمہ

اس درسگاہ بخاریؒ کے معلم اول ہیں جنہوں نے بڑی محنت اور محبت سے درس چلایا بہت سال یہ سلسلہ درس قائم رہا۔ اب کہ درس نہیں ہے۔ حافظ صاحب کی ذاتی مجبوری تھی کہ وہ یہاں سے چلے گئے۔ بہت عرصہ ہوا دوسرے تیسرے حافظ صاحبان درس نہ چلا سکے اور کچھ مجبوریاں بھی حائل ہوئیں کہ درس تمام ہوا۔ یہاں پر مجلس خانہ بھی بنا۔ اب کہ مجلس خانہ پختہ اور

قابلِ دید بنا ہے۔اور قوالی کا سلسلہ ہر جمعہ وار بعد از نماز جمعہ ہوتا ہے۔جو اس وقت سے لے کر اب تک قائم ہے۔ حضرت بخاری علیہ الرحمت کا سالانہ عرس مبارک بھی لگ بھگ پچاس سال سے ہو رہا ہے۔عرس شریف کی تاریخ کا تعین حضور صالح محمد سائیںؒ اُویسی شہنشاہ فرماتے چلے آ رہے ہیں۔اور صدارت بھی سرکار آ کر فرماتے ہیں۔عرس شریف کے دعوت نامے چاروں صوبوں کے عقیدت مندوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ ہر سال محبت کیش اکٹھے ہوتے ہیں ۔عرس میں نعت خوانی،قوالیوں اور تقریروں کے علاوہ مُشاعرہ کا اہتمام ہوتا ہے۔حضور مرشد کریم کی موجودگی میں محفل کا نظم ونسق قابلِ رشک ہوتا ہے۔روحانی خوراک کی فراوانی کے علاوہ جسمانی خوراک لنگر کا سلسلہ بھی برتوکل خدا وافر ہوتا ہے۔لوگ کہتے ہیں بخت سائیں کے بخت نیارے ہیں کہ ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود یہ سلسلے بڑے پیمانے پر چل رہے ہیں بخت سائیں سبب پر نہیں۔مُسبب الاسباب کو یقین محکم کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں اور مسبب الاسباب۔ اللہ تو نے اپنے بندوں کے لئے آپ وسیلے پیدا فرماتا ہے بیشک ''بے سامانی ہے سامان'' خانقاہ پیر فاضل شاہ بخاریؒ سے ملحق مسجد شریف بھی بنوائی ہے۔ ماہِ صیام میں

یہاں پر حافظ صاحب نمازِ تراویح بھی پڑھاتے ہیں اور ختمِ قرآن شریف ۲۳ رمضان المبارک ۲۴ رمضان کی رات کو ہوتا ہے۔ ختم شریف کا اہتمام راؤ رونق علی صاحب کرتے ہیں۔ اور بھی دوست شامل ہوتے ہیں۔ یہ دینی اور روحانی سلسلے قائم ودائم ہیں ویسے قادریہ چشتیہ سلسلے کی یہ ایک کڑی ہیں۔ زمانہ کتنے ہی کیوں نہ رنگ بدلے لیکن اولیاء کرام اپنی مشعل روشن رکھتے ہیں اور نصیب والے بامراد ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی کور چشم چمگادڑ کی طرح روشنی نہ پا سکے اور روحانی لطف وسرور حاصل نہ کر سکے تو اس کی شومئی قسمت۔! اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے انوار وتجلیات ولیوں کی کرامات اظہر من الشمس ہیں۔ ہم کیا کہیں، کیا نہ کہیں ؟

بقول علامہ اقبالؒ

خضر کیونکر بتائے، کیا بتائے
اگر ماہی کہے، دریا کہاں ہے!

یہ واقعہ بخت سائیں سے میاں عباس محمود ہاشمی صاحب زمیندار سنجر پور نے بھی چھیڑا اور سوال کیا؟ کہ بخت سائیں! آپ کو حضرت فاضل شاہ بخاریؒ کا دیدار بھی ہوا؟ تو آپ نے مخفی اشارے میں بتایا۔ کہ آپ جیسے نیک لوگوں کو

دیدار ہوسکتا ہے اگر صاحبِ مزارؒ خود کرم فرمائیں تو پھر کیا نہیں ہوسکتا؟ سب ممکن ہے!

سببِ عرب شریف

سائیں بخت سائیںؒ نے فرمایا بفضلِ خدا۔ حُبِ مدنی سرکارؐ سینہ بمثلِ مدینہ بھرپور تھی۔ مدینہ بمثلِ سینہ اسے کہئے موجود ہے مگر فقیر کا دامن مال و زر سے خالی تھا۔ بمصلاق ''چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟'' لیکن جذبہ صادق ہو تو بات بن آتی ہے ہوا یوں کہ ہمارے شہر احمد پور لمہ سے مولوی مولا بخش صاحب بھٹی غالباً ۱۹۶۲ء میں حج پر جا رہے تھے فقیر اُسے روانہ کرنے کیلئے اُس دن اُس کے گھر گیا۔ اُسے تیاری میں دیکھ کر دل میں تڑپ پیدا ہوئی اور جذبے کے ساتھ راہی ملک عرب کو بزبان شاعری یہ پیغام دیا۔

کافی

مدینے دے راہی میڈی دل دے ماہی۔ ایں باندی کوں وی نال نیسوں کے کوئنا

تُساڈے سمل ہِن تے سوہنے عمل ہِن ۔ بے سملی کوں سنگتی بنیسوں کے کوئنا

زرتوں بے پت ہاں محض خالی ہتھ ہاں۔ سوہنے قافلے وچ رلیسو کے کوئنا

قُلی بن نبھیساں مُدیاں چاڈھویساں ۔ نہ تکلیف ڈیساں جُلیسو کے کوئنا

جیکر نہ جُلاؤ تے اے تھورا لاؤ۔ اُتھاں یاد باہنی ڈویسو کے کوئنا

اِے درخواست میڈے عذابیں ڈوکھیندی۔ شہنشاہ دے ہتھ وچ پُجیسو کے کوئنا

غریبیں دے حامی کوں ونج تے آ کھائے۔ ایں باندی کوں در تے سڈ یسو کے کوئنا

عمل نیک والیاں تاں منظور ہن سائیں۔ مونہہ کالی دے مونہہ کوں دھویسو کے کوئنا

توڑیں ہاں نکاری نہ رولو آواری۔ او درباری پٹہ پویسو کے کوئنا

جیڑھی خاک دی قسم رب پاک چائی۔ اوں مٹی دی خیرات ڈیسو کے کوئنا

توڑیں مونہہ میڈا نہیں چُمن دے لائق۔ اکھیں کوں اودھرتی ڈکھیسو کے کوئنا

اَے اکھیاں سنبھل کے تساں اَے ڈساوَوَ۔ اوں دھرتی دے جلوے پچیسو کے کوئنا

جتھا شاہ لولاکِ اُتجھی خاک و پاکِ۔ خودعرش آکھے میکوں چُمو یسو کے کوئنا

عنبر مُشک سارے عطر تھیندے صدقے۔ جنت آکھے میکوں گُھلیسو کے کوئنا

توڑیں بخت نہیں تیڈے باہنیں دے قابل۔ کُتیں اپنے وچ ناں گنئیسو کے کوئنا

اس کافی میں اپنی بے بساطی دردمندی اور حُب داری کی تفصیل ہے۔ جو

☆☆☆☆☆☆

قابل شُنید ہے۔ اور یہی عرضی فقیر کی بارگاہِ خدا، بارگاہِ حبیبؐ میں منظور ہوئی۔ کہ دوسرے سال فقیر کی منظوری اور حاضری ہوگئی۔ سبب بنانے والے نے ایسا سبب بنایا کہ گھر بیٹھے اپنے رئیسِ اعظم رئیس غازی محمد صاحب تمندار بھونگ شریف کا قاصد منیجر عبدالواحد صاحب عباسی جیپ پر آیا۔ اس نے بتایا آج رات بوقتِ نصف شب کراچی سے رئیس اعظم صاحب کا ہمیں ٹیلی فون آیا ہے کہ کل ایندہ کو حج داخلہ کی آخری تاریخ ہے۔ آپ صبح صبح احمد

پورلمہ فقیر سائیں بخت سائیں کی خدمت جائیں ۔رقم داخلہ حج کی بھی
میرے کھاتہ سے لے جائیں اور فقیر سائیں کو ساتھ کر کے ان کا داخلہ
کرائیں۔ یہ ضروری حکم سمجھیں ۔ پھر دوبارہ یادداشت کے طور پر صبح کو
ٹیلیفون آیا ہے کہ ہرگز غفلت نہ کی جائے ۔لہٰذا ہم دوڑے آئے ہیں فقیر
سائیں آپ مہربانی کر کے ہمارے ساتھ رحیم یار خان داخلہ حج کے لیے
چلیں۔ دیکھئے! دینے والے خود سائل کی تلاش اور منت گزار ہیں۔ راقم
الحروف محمود الحسن اُویسی بھی ہمراہ ہوا۔اور فقیر سائیں کے تمام کاغذات ایک
دن میں مکمل ہوئے تمام کوائف پورے کر کے داخلہ ہو گیا اور لفافہ رجسٹری کر
دیا گیا۔رئیس صاحب کے کاردار اُلٹا شُکر گزار ہوئے۔

''رب مہربان تو جگ مہربان،،

غور طلب راز ہے کہ فقیر سائیں نے کہاں عرضی پیش کی اور کہاں سے رئیس
غازی محمد صاحب کو راتوں رات حکم ملا؟ اور اس نے اسی لمحے اپنے کارندوں
کو حکم دیا۔ یہ اللہ جانے اللہ کا حبیبؐ جانے میں تو یہی کہوں گا کہ ''کرم کیلئے تو
بہانے بہت ہیں'' لہٰذا چند دنوں بعد قرعہ اندازی میں بھی نام نکل آیا۔ اور
مبارک مبارک ہونے لگی۔فقیر تو داخلے ہونے پر پُر امید ہو گیا تھا۔ کہ جس

نے داخلے کا سبب جوڑا ہے وہی یقیناً قرعہ بھی نکالے گا۔اور ایسا ہی ہوا۔ یہ

۱۹۶۲ء ہی تھا کہ پہلا حج زیارتِ کعبہ اور دیدارِ مدینہ سرورسینہ نصیب ہوا۔ یہ

بخت کی خوش بختی۔ کہ بے مایہ کو سرمایہ بے بہا بشکلِ دیدار و حاضری نصیب

ہوئی۔ جاتے وقت کافی حج بنی۔ جس میں سارے سبب کا ذکر ہے بلکہ مُسبب

الاسباب کی شان کا بیان ہے۔ دورانِ سفر حج

قُلی بنڑ نبھیساں۔ مُڈیاں چاڑھویساں۔ والا مصرعہ صادق آیا۔ واہ کریم کی کریمی!!

(۱) مرشد کریم حضور حاجن سائیں اُویسی۔

(۲) الحاج رئیس غازی محمد صاحب تُمندار بھونگ شریف از کراچی

کافی حج

سُبحان اللہ واہ بہاری تھئی۔ اساڈی عرب شریف تیاری تھئی

راتیں روتے مَیں فریاد کیتی۔ سُنڑ حضرت آ امداد کیتی

وچ خواب دے دل آباد کیتی۔ ڈیہنہ ہویا تے سب گلزاری تھئی

گھر بیٹھیں قاصد آ در کھڑکائے۔ آکھن ٹیلیفون کراچی تو آئے

ہُن دیر نہ کرتیکوں عربی سڈائے۔ تیڈی تیاری دی واہ مزے داری تھئی

سُن گال وصال دی دل کھل گئی۔ ہے رب دی قسم رگ رگ چُل گئی

بے مُل باندی اَج پامُل گئی۔ آیاں خوشیاں تے ڈُور منجھاری تھئی

آکھے خَلق نہ پلے پائی ہس۔ کیویں ٹکٹ مدینے ڈوں آئی ہس

کیتی مدنی تاں آپ بھلائی ہس۔ اوندے فضل کرم تے چارھی تھئی

تھئے نال حاجیں دے ددلے ہُن۔ ویسوں اُتھ جتھ نُوری تجلے ہن

اِے سب راہبر دے بھلے ہن۔ جھیندی ازل کنوں ذمے واری تھئی

باطن سڈ تھیا شاہ حجازی دا۔ ظاہری فون محمد غازی دا

ڈساں حال کیا کرم نوازی دا۔ کیجھی بخت اُتے لجداری تھئی



کافی

تھیواں صدقے آیا نیڑے دربارِ مدینہ۔ کر ڈیندے دلیں روشن گلزارِ مدینہ

اللہ دی قسم ہوون جڈاں روضہ ڈسیندے۔ ایں جسم کنوں پہلے وینداں اے جھکیندے

نہ رجداں اکھیں ڈیکھاں گو لکھ وار مدینہ

اِے نگری مٹھی نور بھری قمر شکن دی۔ چائی قسم خدا آپ ہے ماہی دے وطن دی

بھوں پیارا ہے رب پاک کوں دیارِ مدینہ

جنت کنوں ودھ ڈسدیاں مدینے دیاں گلیاں۔ ایں خاک کیتے عرش سکے فلکیں توں بھلیاں

جتھ تخت نشیں ہویا ہے سرکارِ مدینہ

ڈیہنہ رات پیا وسدا ہے اتھ نورِ الٰہی۔ جن بشر ملک حور و پری ہوئے مداحی
قرآن اندر آیا ہے اظہارِ مدینہ
آڈ یکھ صدیقؓ اکبر، فاروقؓ عمر کوں۔ ہر وقت لائی دید بیٹھین لج پرور کوں
جیں دیہنہ دے رلیئے۔ نکھڑے نہ ول یار مدینہ
جیں وقت میڈا اسلہ سائیں تن کنوں نکلے کلمہ تیڈے نام پاک دا ایں وہن توں نکلے
ہووے وقت مرنْ سامنے دیدار مدینہ
جیویں در تے سڈائی ایویں سائیں خیرات عطا کر۔ عشق اپنے اندر
بخت دی اے جندڑی فدا کر
محشر وچ آکھن آیا ہے حُب دار مدینہ

تیسری کافی۔ دَر مدینہ عالی

آڈٹھم مدینہ عالی۔ جتھ ہن کونین دے والی
واہ سڑی قسمت جاگی۔ پاسو ہے تھیم سُہاگی
گئے میلے ویس براگی۔ لجپال کیتی لجپالی
اَج آس تھئی سب پوری۔ آڈٹھم جمال حضوریؐ
جتھ جھکن ملائک نوری۔ کُل خلق اتھاں ہے سوالی
سبز گُنبد دے دیکھ نظارے۔ دل لکھ لکھ شکر گزارے

ولیے بھاگ سُہاگ دے وارے۔ سوہنے مدنی سئیں بھال چا بھالی

واہ جلوے پاک منبر دے۔ نت ڈھڑیں جیڑ ہا ٹھر دے

نہیں دل توں محفل وسر دے۔ او محراب تے سوہنی جالی

جتھاں وسدا شاہ لولاکِ۔ او دھرتی عیبوں پاکِ

اِنہاں گلیاں دی افضل خاکِ ۔ اوں دھوڑ دی شان نرالی

پڑھ بخت سدا شُکرانے۔ کیتا فضل خدا رحمانِ

سڈیا مدنی سائیں سُلطانِ ۔ ہم بے سملی ہتھوں خالی

☆☆☆☆

آپ نے یہ بھی بتایا کہ مدینہ عالی میں رہتے ہوئے مجھے چند دن میدہ کی بیماری ہوگئی، دست (اسہال) لگ گئے وہاں کے لوگوں نے کچھ دوستوں نے مشورہ دیا کہ سرکاری ہسپتال چلیں، دوائی لیتے ہیں۔ فقیر کا عقیدہ طبیب حاذق مدنی سرکارؐ پر تھا۔ کہ وہی دوا، وہی شفا ہیں۔ اور پھر یوں ہوا کہ حرم شریف میں ایک غیبی شخص آیا اور اُس نے مجھے دہی (چھاچھ) کا پیالہ آکر دیا کہ پیو۔ میں نے پیالہ لیکر اپنے ساتھ والے بیٹھے ساتھی کو از راہِ تواضع دینے لگا۔ تو پیالہ دینے والے نے کہا کہ یہ چیز صرف آپ کیلئے ہے اور خاص وجہ سے ہے تو پھر حکماً میں نے اسے پیا۔ تو مجھے کُلی شفاء ہوگئی۔ وہ شخص کون تھا؟ کس نے بھیجا تھا؟ میرے لئے مسیحائی ہوئی۔ اور میں شکر بجالایا۔!

جھاڑو داری حرم شریف!

بخت سائیں نے فرمایا ایک دن عرب شریف مدینہ عالی میں جذب و مستی میں حضرت سلمان فارسی اصحابی کی سنت داڑھی سے جھاڑو داری بھی ادا کی۔ عشق کے دستور نرالے ہوتے ہیں جو عقل سے ماورا ہوتے ہیں۔

سرکارِ مدینہ کے حرم پاک مین حکومت کی طرف سے جھاڑو دار مقرر ہیں میرے دل میں تمنا ہوئی، کہ جھاڑو داری حرم شریف کی کروں۔ گویا جھاڑو داروں سے عرض کی کہ تھوڑی دیر کیلئے یہ موقعہ مجھے بھی دو۔ تو وہ انکاری ہوئے کہ ہمیں حکومت کی طرف سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے تو فقیر سائیں نے سرکارِ مدینہ ؐ کے حضور گڑ گڑا کر درخواست پیش کر دی۔ دوسری صبح حرم شریف میں حکومت سعودیہ کی طرف سے اعلان سُنایا گیا کہ بخت فقیر پاکستانی جہاں کہی ہو قریبی دفتر میں آ جائے۔ مجھے یہ اعلان کی خبر میرے دوستوں نے دی۔ میں تعمیلِ فرمان کی خاطر دفتر گیا۔ تو اہلکاروں نے مجھے حرم شریف کی جھاڑو داری کا منصب خود بخود دیا۔ کہ جتنے دن آپ ادھر ہیں یہ کام کریں۔ یہ حکم در حکم تھا اور بندہ فقیر کو یہ سعادت حاصل ہوتی رہی۔ ''شکر صد شکر کہ تمنا بر آئی!''

بخت سائیں نے یہ راز بعد میں کھولا ۔ کہ وہاں کی جھاڑو داری کی سفارش حضرت فاضل شاہ بخاریؒ نے فرمائی تھی ۔ اپنے آستان کی جھوڑ و داری کرنے کا صلہ فقیر کو دیا ۔ بھلے لوگ ، اللہ کے ولی اپنی خدمت کا حق اپنے اُوپر نہیں رکھتے بلکہ حقِ خدمت مزدوری زیادہ عطا فرماتے ہیں ۔

ایک دن جالی مبارک کے سامنے اپنی دوبارہ حاضری اور مُرشد کریم کے ساتھ حاضری کی درخواست سرکارِ مدینہ ﷺ کی خدمت کر دی ۔ جو مقبول ہوئی ۔ دوسرے سال دوبارہ حاضری کا شرف ملا سردار حاجی محمد انور خان صاحب ڈاہر ماڑھی جندو خان والے فقیر خانہ پر آئے اور فقیر کو حج کا خرچہ دے گئے ۔ اِدھر فقیر نے داخلہ کرایا ۔ اُدھر فقیر اُویسی حضور صالح محمد سائیں اُویسی نے بھی داخلہ حج کرایا یہ کام دونوں طرف سے ظاہراً بے خبری میں ہوا دوسرے حج پر وہاں ہم دونوں اکٹھے تھے اور وہ پہلے والی دعا پوری ہوئی فقیر سائیں نے بتایا کہ ایک دیدہ ور ہستی مرشد کریم کے ساتھ وہاں کی حاضری وہاں کے مقاماتِ عالیہ کا ادب اس دفعہ کچھ اور لگا ۔ آپ اُویسی سرکار حرم مدینہ میں آخری صف میں بیٹھتے تھے خاموش ، خاموش اور گُم سُم گویا مراقبہ اور مشاہدہ کی صورت تھی فقیر بھی ہم نشست ہوتا تھا ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ عالمِ

بیخودی، کیفیت مستانہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حرم شریف میں روضہ مبارک کی جالی پاک کے سامنے نیاز پیش کیا اور گریہ فرماتے رہے اس گھڑی یہ فقیر بھی ساتھ تھا۔ اسی لمحے دستِ دعا اٹھائے بڑی عاجزی کے ساتھ اندر ہی اندر عرض گزار ہوئے اور دعا تمام فرمائی تو یہ فقیر ساتھ کھڑا موقعہ غنیمت جان کر آہستگی سے اپنے لئے دعا کا طالب ہوا تو سرکار اُویسی نے سرگوشی کر کے فرمایا فقیر سائیں! کہاں کھڑے ہیں۔ حضور سرکارِ مدینہ کے روبرو بس جس وقت فقیر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے یقین کریں اس فقیر نے سب سے پہلے آپ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے دعا مانگی تھی پھر اپنی اور اپنی اولاد اور تمام متعلقین کیلئے دست بدعا ہوا تو فقیر یہ راز اور کرمِ بے پایاں کو پا کر بڑا نادم ہوا کہ کیونکر دعا کا عرض کیا؟ جبکہ دریا رحمت خود بخود فقیر حقیر کی طرف ہے۔ مان لیجیے کہ سخی ایسے ہوتے ہیں! کریم ابنِ کریم اسے کہتے ہیں!! پھر فقیر اپنی قسمت پر نازاں ہوا، نازاں ہے، اور نازاں رہے گا۔ آگے یہ سلسلہ جاری ہوا پہلا حج رئیس غازی محمد صاحب تمندار بھونگ۔ دوسرا حج سردار محمد انور خان ڈاہر تیسرا حج سردار فیض محمد خان تمندار ماچھکہ نے کرایا چوتھا حج رئیس زادہ وزیر احمد صاحب بھونگ اور پانچواں حج کا سبب کچھ اس طرح ہوا

کہ گجرانوالہ سے ایک بوڑھی مائی صاحبہ ادھر آئی اور اس نے آکر حج کا خرچہ
دیا اس نے کہا کہ مجھے خواب میں آپ کا اتہ پتہ ملا اور حکم ہوا ہے کہ اپنے حج
کے بدلے فقیر سائیں کو حج کراؤ اس کو آپ اپنا حج سمجھیں اور بس اس سے
خرچہ لیا اور اتنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ سندھ سے خان
صوبدار خان لُنڈ گوٹھ جروار نزد میر پور متھیلو ضلع سکھر سندھ فقیر کے لئے خرچہ
لے کر آ گیا کہ میری طرف سے آپ جائیں تو فقیر سائیں نے بتایا کہ ایک
مائی صاحبہ نے مجھے پہلے خرچہ دے دیا ہے اب میری مجبوری ہے تو وہ شخص
بضد ہوا کہ امسال میرے خرچے پر جائیں دوسرے سال پر دونوں رضا مند نہ
ہوتے تھے آخری صورت یہ ہوئی کہ اس کی منظوری پر فقیر نے اپنی اہلیہ کا داخلہ کرایا وہ
بھی سعادت مند ہوئی مُسبب الاسباب کے سبب بنانے پر صدقے جائیں کہ فقیر
کے تینوں بیٹوں کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی گویا گھر کا گھر فیض یاب ہوا!

بقولِ شاعر۔

دائم جد ہویا مہربان چھیڑو۔ بھاگ لگ پئے لُنڈ یاں بچیاں نوں
دائم یاد رکھیں لاتقنطو۔ او نہ ویکھدا چنگیاں ماڑیاں نوں
توکل یہ ہے کہ تو اپنی باری کا انتظار کر اور رحمت باری تعالیٰ پر ہمیشہ نظر رکھ!

اے بھائی ! جس نے دل کے گرد چکر لگایا اس نے گوہر مقصود پالیا اور جس نے دل کی راہ غلط کی وہ گم ہوگیا اور مقصود سے دور ہوگیا !

منظوری حج مبارک بخت زادہ محمود الحسن اُویسی

وہ کیا لمحہ تھا، کیسا سبب تھا؟ جب ایک وقت حضور مرشد کریم صالح محمد سائیں اُویسی ابا حضور ''بخت سائیں'' اور یہ محمود الحسن اُویسی کراچی میں اعلیٰ حضرت مخدوم الملک صاحب کی کوٹھی ''میراں منزل'' میں تھے۔ یہ موقعہ حضور اُویسی کے حج پر جانے کا تھا۔ ہم لوگ حضور کو سوار کرانے کراچی گئے ہوئے تھے۔ آخری رات کی صبح کو حضور نے روانگی فرمانی تھی ۔سائیں اُویسی اور فقیر سائیں آپس میں ذکرِ سرکارِ مدینہ اور دیارِ مدینہ کر رہے تھے۔ اس طرح لطفِ روحانی لے رہے تھے چونکہ اس سے پہلے پیر فقیر دونوں اکٹھے وہاں کی حاضری دے چکے تھے اور اب ان نظاروں، جلوؤں کا اظہار کر کے دل گرما رہے تھے۔ وہ بڑے ذوق وشوق کی گھڑی تھی، میں درمیان میں بیٹھا میٹھی گفتار سُن رہا تھا کہ معاً میرے دل میں خیال جاگا کہ یہ گھڑی غنیمت ہے۔ دریا موج میں ہے تو میں اپنی منظوری حج کیوں نہ لے لوں۔ بس یہ خیال آتے ہی مرشد کریم کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض گزار ہوا کہ حضور میری

حج کی منظوری فرما دیں۔ ابا حضور میری والدہ صاحبہ میرے دونوں چھوٹے
بھائی یہ سعادت پا چکے ہیں۔ گھر سے صرف میں کیوں رہ جاؤں آپ کرم
فرمائیں۔ اُس لمحے مجھے گریہ تھا آپ نے مجھے قدموں سے اُوپر اٹھایا اور
فرمانے لگے کہ آپ کی منظوری ''فقیر سائیں'' دینگے میرے لئے یہ بھی قبلہ گاہ
تھے تو میں نے اپنا سر ابا حضور بخت سائیں کے قدموں میں رکھ دیا اور یہی
سوال منظوری کا دہرایا۔ ابا حضور نے سائیں بادشاہ کا کہا کہ آپ منظوری دینے
والے بیٹھے ہیں وہ اِدھر کہیں وہ اُدھر کہیں میں درمیان میں رحمت کی گھڑی کو
دیکھ رہا تھا۔ آخر حضور نے مجھے فرمایا کہ آپ فقیر سائیں سے پوچھیں کہ پہلے حج
پر کون گیا تھا آپ یا میں؟ تو فقیر سائیں نے خود جواب دیا کہ حضور پہلے یقیناً
میں گیا تھا لیکن بھجوایا تو آپ نے تھا؟ حضور نے فقیر سائیں سے نشانی دیکر
بات کی کہ آپ نے پہلی حاضری میں جالی مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر رو
رو کر حضور سرکارِ مدینہ سے میری منظوری لی تھی کہ آئندہ سال پیر اور فقیر کی
حاضری اکٹھے ہو اور ماشاء اللہ ایسا ہی ہوا تو میں نے جذبے میں آکر عرض کی
کہ حضور ہم۔ تم۔ آپ جانیں۔ میرے لئے تو دعا فرمائیں۔ بس دونوں
ہستیوں نے یک زباں، یک رنگ ہو کر دعا فرمائی مجھے یقین ہو گیا کہ منظوری

حج ہوگئی ابا حضوراور پیر کامل نے یقین، عین الیقین، حق الیقین کرالیا۔ دوسری گھڑی اس کے بعد اعتکاف کی گھڑی اپنا کام بنا گئی تصدیق در تصدیق ہوئی اوراسی سال سن ۱۹۸۰ء میں یہ سعادت حج حاضری سرکارِ مدینہ ہوگئی میں حاجی کہلانا پسند نہیں کرتا بس زیارتی ضرور ہوں!

گشادہ دست وکرم جب وہ بے نیاز کرے

نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

(علامہ اقبالؒ) (بخت زادہ محمود الحسن اُویسی)

واقعۂ رمی

(بموقعہ حج تین شیطانوں کوکنکریاں مارنا)

پیرومرشد حضور صالح محمد اویسیؒ سرکار اور ابا حضور بخت سائیں کی مشترکہ دعا کے صدقے مجھے بندۂ محمود الحسن محمودؔ کو حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ 1980ء میں نصیب ہوئی۔ میرا اعلان ہے۔ میں حاجی نہیں بفضلِ خدا زیارتی ضرور ہوں۔ یہ سب کرم کے فیصلے ہیں۔!

میرے حج کے موقع پر میرے چھوٹے بھائی فیض الحسن اور عزیز فیاض محمود مع بچوں کے سعودی عرب (الخبر) میں کئی سال سے مقیم تھے۔ ان کا دوست نور محمد خواجہ خانپوری بھی میرے ساتھ ادائیگی حج کو آئے۔ حج کے ارکان کی ادائی

ہوئی۔ایک رکن حج جسے رمی کہا جاتا ہے۔وہ جب ہم ادا کرنے کو گئے۔تو بھائی لوگوں نے اس دوران مجھے گھیرے میں لے لیا۔کہ کہیں ہجوم افراد میں مجھے تکلیف نہ ہو،تاہم ہجوم کے سبب گھیرا ٹوٹ گیا،اور افراد کی بھیڑ کے سبب میں گر گیا۔مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی کنوئیں میں گر گیا ہوں اور اب بچنا محال ہے۔ اتنے میں مجھے ایک حوصلہ ہوا،اور میرے اندر سے آواز نکلی ''سائیں کرم''بس یہ آواز بلند ہوئی،اور معاً میرے بائیں بازو میں غائبی ہاتھ پڑا۔اور مجھے ایکدم اتنا اونچا اچھالا گیا۔کہ میں لوگوں کے قد سے بھی بہت اونچا تھا۔اور میں نے اس بھیڑ میں اپنے بھائی فیض الحسن کو بھی دیکھ لیا۔پھر نیچے آ کر اپنے پاؤں پر امن وامان کھڑا ہو گیا۔یقیناً کوئی غائبی مدد ہوئی۔بمصداق شعر

؎ نہ جانے کون سی ہستی مجھے دعا میں یاد کرتی ہے

میں ڈوبنے لگتا ہوں ،سمندر اُچھال دیتا ہے

حج سے واپسی پر میں مرشد کریم حضور صالح محمد سائیں اُویسی ؒ کی خدمت میں نیاز پانے گیا،ابا حضور بخت سائیں بھی ہمراہ گئے۔وہاں حضرت کے حضور،ابا حضور بخت سائیں کی موجودگی میں یہی واقعہ پیش کیا اور اسرار (راز) پوچھا۔کہ رمی کرتے ہوئے اس واقعہ میں مجھے کس کا ہاتھ پڑا۔تو

دونوں ہستیاں خاموش اور ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور مجھے خاموشی کا اشارہ فرمایا۔ میں بھی خاموشی، خاموشی میں سرگوشی کررہا ہوں۔

بقول علامہ اقبالؒ

خاموش اے دل، بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں

واقعہ بوہری بازار کراچی متعلق حضور صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ!

ایک موقعہ پر حضور اُویسی سائیں عزیز آباد کراچی کی کوٹھی پر قیام پذیر تھے۔ اتفاقاً حضور کے قیام ہونے کا مجھے پتہ چل گیا۔ میں ان دنوں ملک قادر بخش صاحب اُویسی کے ہاں محمود آباد نمبر ۲ ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے ملک صاحب سے حضور اُویسی سائیں کا ذکر کیا تو پھر ہم دونوں صبح کے وقت حضور کی خدمت عزیز آباد چلے آئے بہت دیر صحبتِ صالح کے مزے لیے اسی دوران حضور اُویسی نے اپنے ڈرائیور محمد اسحاق کو بوہری بازار جانے اور چائے والے چمچ کا سیٹ لے آنے کا فرمایا ساتھ ہی نموتاً ایک چمچ اسے دکھا دیا کہ ایسا ہونا چاہیے وہ نمونہ چمچ اپنے ساتھ نہ لے گیا وہ بذریعہ کار دس بارہ میل سفر کر کے چمچے لے آیا آپ نے چمچے نہ پسند فرمائے اور خود لینے کو کار میں بیٹھے ہمیں بھی حکم ہوگیا کہ کار میں بیٹھ جاؤ

لہٰذا ملک صاحب اور میں دونوں ہمسفر ہوئے بوہری بازار کے باہر کار پارک کی
اور ہم بھی حضرت کے ہمراہ چل پڑے ڈرائیور محمد اسحاق آپ کو اس دکان کی
طرف لے جا رہا تھا جہاں سے پہلے چمچ لیے تھے
ہم ذرہ دو قدم پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ بوہری بازار میں دو آدمی باطنی دید
والے بھی گھوم رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ وہ جو تہہ مند اور دستار
والا جا رہا ہے اس کو دیکھ لو اس کی زیارت کر لو۔ وہ کہاں کہاں کرتے۔ اس کی
سرکار اُویسی پر نظر پڑ گئی اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا ہاں ہاں دیکھ لیا تو اسی پہلے
والے آدمی نے کہا کہ یہ وہ ہستی ہے "جس کی مُٹھی میں پوری کراچی کا کنٹرول
ہے" ولی را ولی شناس۔ بھری بازار میں انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔
پہنچان لیا۔ جب سرکار اُویسی چمچے والی ددکان پر پہنچے۔ تو ہم اور وہ دونوں شخص
دوکان کے باہر کھڑے ہو گئے ہم چونکہ واقفِ راز۔ لہٰذا دھیان میں رہے کہ
آگے کیا ہوتا ہے ہم نے دیکھا بغیر تعارف کے سرکار اُویسی دوکان سے ہی ان کو
دز دیدہ نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ ایک دوسرے کا دیدار کرتے رہے پھر بغیر
ملے واپسی ہوئی وہ دونوں تھوڑی دور تک ہمارے ساتھ آئے اور غائب ہو گئے۔
سرکار اُویسی کار میں سوار ہوئے سارا سفر خاموشی رہی۔ عزیز آباد آ کر بڑی دیر

بعد ہم نے سرکار اُویسی سے عرض کی کہ سرکار وہ ''دو آدمی'' کون تھے۔ تو آپ نے اتنا فرمایا کہ بازار میں بہت کچھ ہوتا ہے ایسی جگہوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ہوں گے۔ اور یہ بھی فرمایا بقول حضور خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والی سرکار

''تتی تھی جوگن چودہار پھراں۔ ہند سندھ پنجاب تے ماڑ پھراں

سُنجْ بَر تے شہر بازار پھراں۔ متاں یار ملیم کہیں سانگ سبب''

نتیجہ۔ چمچے خریدنا ۔ ملاقات کا اِک بہانہ تھا۔

قصہ شب بھر کا

حضور صالح محمد سائیں اُویسیؒ کے ساتھ ایک یادگار نشست جسے سرمایہ حیات جانتا ہوں۔ (بخت زادہ محمود الحسن اُویسی) یہ قصہ ۱۹۸۲ء کا ہے۔ کہ حضور جھوک بخت پر قیام پذیر تھے۔ بعد از نماز عشاء حضور اُویسی شہنشاہ کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی۔ دو چند ہم خیال دوست بھی تھے۔ یہ دوستانہ بھی خاص تھا جن میں پروفیسر شیخ ظہور انور صاحب۔ خواجہ خیر محمد صاحب کوریجہ گڑھی اختیار خان، سردار شیر خان سولنگی ماچھکہ ،خان ارشاد احمد کورائی قابلِ ذکر ہیں۔ یہ نشست خاص الخاص اولیاء کرام۔ کرامات سیرانی بادشاہ سائیں پیر عبدالخالق شہنشاہ در بیان رسول پاک ﷺ کا شیر و سخن کا رنگ بھی خوب ہوا۔ بر موقعہ اشعار حضور اُویسی نے واہ واہ سُنائی۔ ایک زمین پر کئی کئی شعر اور مختلف

زبانوں میں ذوق وشوق کے کیا کہنے۔شب بھر کی نشست میں بڑی تعجب کی
بات یہ ہے کہ سرکار اُویسی بذاتِ خود زیادہ تر گفتگو فرماتے رہے۔ہم تقریباً
سُننے والوں میں سے تھے اس بات کا یقین ہمارے پیر بھائی صاحبان بھی کم
کرینگے کہ سائیں بادشاہ تو کم گو تھے۔کم سونے والے۔کم کھانے والے۔
جُملہ صفاتِ اولیاء کے حامل تھے۔پھر یہ بیان کیسا؟مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم
ہے اور راقم التحریر محمودالحسن اُویسی شاہد ہے وہ گفتگو وہ مجلس وہ رات بڑی
غنیمت ہے،اور یادگار ہے۔اس کے نقوش دل ودماغ میں محفوظ ہیں اوراَن
مٹ ہیں۔ایسی گھڑیاں قسمت سے نصیب ہوتی ہیں یہ اپنی خوش نصیبی جانتا
ہوں کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے۔شاعری ذوق کے وقت اس بندہ محمودالحسن کو
یادفرماتے تھے۔مرشد کریم کے ذوق وشوق کے مطابق جو سلسلہ کلام چلا تو
اندر کا دریا موجزن ہوا۔اصل میں ہمارے خشک دلوں کو سیراب کرنا تھا۔
واقعی سرکار اُویسی شریعت،طریقت،معرفت،حقیقت کے بحرِ بیکراں ہیں۔
کہتے ہیں جب بحر میں موج آتی ہے تو سطح سمندر پر یعنی ساحل سمندر پر لعل
آجاتے ہیں میں تو یہی کہوں گا کہ اس رات ایسا ہی ہوا۔آگے نصیب اپنے
اپنے۔ایسا ذکرِ خیر ہوا یہاں تک کہ سردیوں کی لمبی رات یوں ہی تمام ہوئی
فجر کی اذان ہوگئی تو سرکار اُویسی بادشاہ نے فرمایا جس کسی نے وضو تازہ کرنا ہو

کر لے۔ تا کہ فجر کی نماز پڑھنی ہے تو اس وقت اکثر حاضر مجلس باوضو بیٹھے

تھے اور نماز فجر ادا کی گئی۔ اختتامی شعر حضور نے بڑی دردمندی سے پڑھا

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں۔ راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

اگر نہ ہوتا کمہار سونہارا۔ تو نہ ہوتا یہ بلخ بخارہ

حضرت محکم الدین سائیں سیرانی بادشاہؒ کا واقعہ ہے کہ آپ جہاں دنیا کی سیر

کرتے کرتے بلخ بخارہ میں آ پہنچے۔ ادھر بھی بحکم خدا فیض کرنا تھا۔ گویا سبب

اس طور ہوا کہ آپ رات کے وقت اس نگری میں آئے۔ اس وقت بارش بھی

ہو رہی تھی بادل گرج رہے تھے۔ اندھیری رات بھی تھی۔ ناگہانی وقت تھا کہ

سیرانی بادشاہ نے ایک کمہار کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کمہار گھر کا

مالک نکلا۔ تو فقیر نے کہا کہ مجھے مہمان بناؤ۔ میں مسافر ہوں۔ دعا دوں گا۔

تو کمہار نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا۔ کہ کیسے کیا جائے یہاں کے بادشاہ وقت

کا حکم ہے کہ کوئی کسی کو مہمان نہ ٹھہرائے ورنہ سزاوار ہوگا۔ ادھر فقیر کی صدا

ہے کیا کیا جائے۔ خوفِ حکم بھی اور اہلِ ترسی کا تقاضا بھی۔ آخر دونوں ہم

صلاح ہوئے کہ بے گاہ وقت ہے فقیر کو مہمان بنا لیا جائے۔ انہوں نے فقیر کو

پناہ دی روکھی سوکھی سے خدمت کی گئی۔ بعد میں فقیر نے دیکھا کہ یہ دونوں فکر

مندی سے نیند نہیں کر رہے فقیر نے پوچھا۔ میاں! کیا فکر مندی ہے۔ کمہار سونہارا نے فقیر سیرانی سے کہا۔ فقیر سائیں! ہم نے آج ہی کچے برتنوں کی بھٹی کو آگ دی ہے۔ اور بارش بھی زوردار شروع ہوگئی۔ ہمارے تو برتن خراب ہو جائیں گے۔ یہی فکر دامنگیر ہے۔ فقیر سیرانی بادشاہ کو موج آئی اور ان سے کہا کہ ایک ٹھیکری اور کوئلہ اٹھا دو۔ فقیر نے اس پر کچھ لکھا بصورت تعویذ اور کہا کہ کمہار و سونہارا یہ کسی طور بھٹی کے بیچ رکھ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا فقیر سیرانی صبح ہوتے ہی اپنی منزل کے راہی ہوگیا۔ اور کمہار سنہارا بھٹی کی نگرانی کرتا رہا۔ جب بھٹی تیار ہونے اور برتن نکالنے کا وقت آیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ بھٹی کے سارے برتن سونے کے بنے ہوئے ہیں۔ بڑے حیران بھی اور خوش بھی ہوئے۔ خیال آیا کہ وہ ٹھیکری جس پر فقیر نے لکھا تھا وہ تلاش کریں وہ ٹھیکری اٹھائی تو اس پر یہ لکھا تھا۔ ''اگر نہ ہوتا کمہار سونہارا تو نہ ہوتا یہ بلخ بُخارہ'' یہ تعویذ تھا جس سے کمہار کی قسمت بدل دی۔ ''سبحان اللہ''

سیر وسیاحت عجب راز ہے!

قرآن مجید فُرقانِ مجید میں بارہا ذکر آیا ہے۔ کہ ''قُلِ سیرُ وافِی الاَرضِ'' (میری زمین کی سیر کرو)۔ اس میں بڑے راز ہیں، بڑے خزانے پوشیدہ ہیں۔ اس کی

تلاش کرو اور فائدہ اٹھاؤ۔ ابتدأ بابا آدمؑ واماں حواؑ شجر ممنوعہ کے قریب جانے اور کھانے سے سزاوار ہوئے اور جنت سے نکالی ہوئی۔ آسمان سے زمین پہ آئے۔ ہوا نے دونوں کو ایکدوسرے سے جدا کر دیا۔ پھر ایک دوسرے کی تلاش میں سال ہا سال پھرتے رہے ایکدوسرے کو ڈھوڈنتے رہے۔ یہی ڈھوڈنے کا عمل کائنات کی سیر تھی دریا سمندر، دشت وبیاں، پہاڑ و ریگستان سب چھان مارے۔ گویا بنی نوع انسان کو سیر وسیاحت گھٹی میں ملی۔ یہ آدمؑ کی سُنت بھی ہے اور ہمارے لیے اپنے مرشد کریم سیرانی بادشاہؒ کی سُنت بھی کہ ہم سیرانی طبع رکھتے ہیں۔ اپنی فطرت طبع کے مطابق اپنی عمر ۶۵ سال کی شعوری عمر تک خوب سیروسیاحت کی حضرت بخت کے بخت میں پاکستان کے چاروں صوبے دیکھے۔ دریاؤں ، پہاڑوں، ریگستانوں ،دیہات، شہر بازار۔ امیر فقیر کی محفلیں ان رونقوں کو بھی دیکھا۔ پاکستان کے بڑے مشہور مزارات کی حاضری دی ۔ درگاہ پیر عبدالخالق پیرؒ بخشن خان ۔ خواجہ محکم الدین سیرانی خانقاہ شریف۔ پاکپتن والی سرکار۔ حضرت داتا صاحب لاہور۔ ملتان شریف کے مزارات۔ مشائخ چاولی علیہ الرحمت۔ حضرت بُلھے شاہؒ۔ حضرت سلطان باھوؒ۔ حضرت محمد بخشؒ جہلمی سرکار (آزاد کشمیر) حضرت گولڑہ شریفؒ۔ امام بری سرکارؒ۔ حضرت سخی سرور سرکارؒ

قبلہ عالم نور محمد مہاروی ؒ۔کوٹ مٹھن والی سرکار۔مولانا محمد یار فریدی۔مولانا
غلام نازک فریدی گڑھی اختیار خان۔اُوچ شریف کے بزرگان۔مئو مبارک
کے اولیاء کرام۔ضلع رحیم یار خان کے جملہ مزارات۔صوبہ سندھ کے جہان
پور شریف حضرت سچل سرمست سائیں رانی پور۔نور پور والی سرکار۔حضرت
بیدل سائیں سکھر۔روحل فقیر کنڈڑی شریف۔حضرت شاہ بھٹائی سائیں ؒ(
بھٹ دھنی سرکار) سخی لعل شہباز قلندر سائیں (سیون شریف) حضرت محبوب
عالم سائیں کراچی۔حضرت شاہ غازی سرکار کراچی۔درگاہ ہالہ شریف درگاہ
شریف درگاہ شاہ ڈنو فقیر تعلقہ کندھ کوٹ۔حضرت ہیبت شہید بادشاہ تنگوانی
سندھ۔اور۔اور۔اور کرم بے حد کرم کہ ۱۹۸۰ء میں بخت زادہ محمود الحسن
اُویسی کو روضہ اقدس رسولِ پاک ﷺ کی حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی بس
اور کیا چاہئے۔اس کرم کے وسیلے سے محمود کی عاقبت محمود ہو۔آمین یا معین!

ابتدا ۱۹۸۰ء میں حاضری سلطان باھوؒ

ایک دفعہ بہاولپور سے گھر احمد پور لمہ آنا چاہتا تھا کہ اڈہ بس بہاولپور سے بس
دربار سلطان باھو کی نکل رہی تھی اچانک حُب دل میں پیدا ہوئی اور سرکار کی
حاضری کیلئے چلتی بس میں سوار ہو گیا۔سرِ شام وہاں پہنچا۔دربار میں حاضری

دی بعد فاتحہ اور زیارت صاحبِ مزار کی خدمت عرض گزار ہوا کہ سائیں آپ نے کرم فرمایا ہے کہ میری حاضری ہوئی اب میری مہمان نوازی فرمایئے۔ میں آپ کا مہمان ہوں۔ بُلایا گیا مہمان۔ پھر واقعی ایسا ہوا کہ دربار سے باہر نکل کر نماز مغرب ادا کی اس کے بعد باہر جو نکلا تو آپ کا دربان میرا منتظر تھا اور مجھ سے اتنا پوچھا کہ بہاولپور سے آپ آئے ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ تو اس نے مجھے خود بخود اپنا کمرہ دیا دو تکیے والا بستر پہلے سے لگا ہوا تھا یہ نشانی خاص تھی اس نے کھانا بھی کھلایا اس نے کہا آپ ہمارے مہمان ہیں۔ مجھے بس حکم ہوا ہے !

حاضری حضرت بلھے شاہؒ قصور کی سرکار میں حاضری

یہ ۱۹۸۱ء کا واقعہ ہے دورانِ سفر آرزو کی کہ دربار پر پہنچ کر آپ کا کلام " تھیاں تھیاں کر یار تیڈے عشق نچایا،، سنوں گویا پہنچتے ہی دربارِ عالیہ کے سامنے قوال بیٹھے یہ کافی گا رہے تھے۔

حضرت محمد میاں بخش جہلمی سرکارؒ (آزاد کشمیر)

میرا حاضری کا اتفاق ۱۹۹۳ء میں اپنے صاحبِ ظہور انور شیخ کے ساتھ ہوا ان دنوں شیخ صاحب منگلا ڈیم ایف جی کالج میں لیکچرار تھے۔ ہم نے اکٹھے حاضری دی وہاں بھی حسبِ آرزو آپ کا کلام جاتے ہی سنا یہ روحانی تصرف صاحبِ مزار کا ہوا۔

واقعہ حضرت فریدالدین عطارؒ

ایک درویش بصورت فقیر بنا ہوا سائل۔ کسی آدمی کے پاس گیا دوکان میں بیٹھا تھا وہ آدمی دوکان عطار کی تھی۔ ''عطر فروش'' فقیر نے صدا لگائی اللہ کے نام کی۔ عطار مصروف تھا اس لمحے اس نے کہا مصروف ہوں ٹھہر جا۔ فقیر نے تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی اس نے کہا ٹھہر جا فقیر سائل کو غصہ آ گیا اس نے کہا تو اتنا مصروف ہے تو تو مرے گا کیسے؟ اس عطار نے جواب دیا تو بتا تو کیسے مرے گا فقیر نے بازار میں چادر بچھائی اور کلمہ پڑھا اور مر گیا۔ اتنی سی بات سے اس کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا اور وہ آدمی فریدالدین عطار بن گیا۔ اس نے سوچا کہ مرنا تو بہت آسان ہے اور ہم مر مر کے مرتے ہیں۔ اور جی جی کے مرتے ہیں یہ راز سمجھا گیا وہ سائل۔!

حضرت بلھے شاہ قصوریؒ

آپ اُوچ شریف کے بخاری خاندان کے چشم و چراغ تھے یہاں سے آپ رب کی تلاش میں نکلے۔ چلتے پھرتے آپ شہر قصور جا پہنچے وہاں شہر کے قُرب و جوار میں ایک درویش عنایت ارائیں جو اس وقت پیاز کی پنیری لگا رہے تھے اس سے ٹاکرا ہو گیا۔ بلھے شاہ نے پوچھا رب کے پانے، رب سے یاری لگانے کی کوئی آسان بات، آسان طریقہ بتائیے۔ انہوں نے کہا یہ کون سی بات ہے

(بھینس) گوشت کیلئے دیتا ہوں۔ یہ میری خیرات' خدمت شالا منظور ہو جائے!

سردار میر احمد خان صاحب بجارانی تمندار کرم پور سندھ

یہ صاحب سرداروں کے سردار 36 قوموں کے (چیف سردار) ہیں اور فقیروں درویشوں کے حُب دار ہیں۔ خصوصاً سائیں بخت سے کوئی تیس سال سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ محبت کی چاشنی سے بھرپور ہیں۔ امیری میں فقیری بہت بڑی بات ہے بلکہ خوش نصیبی کہی جاسکتی ہے۔ فقیر سائیں سے فیض پانے کا ذکر اکثر کرتے رہتے ہیں۔ میری ملاقاتیں بھی ان سے بہت عرصے سے ہیں۔ فقیر سائیں کو دعوت ہر سال ہوتی رہی ہے بلکہ میر صاحب بہادر نے فقیر سائیں سے مستقل طور پر دعوت منظور کرالی تھی کہ آپ جب بھی سندھ کا دورہ فرمائیں تو میری دعوت لازمی سمجھی جائے۔ یہ عہد میری موجودگی میں ہوا اور پھر بخت سائیں کے بعد بخت زادوں سے بھی یہی تجدید عہد ہوا ہے۔ یہ حسن عقیدت کا کمال ہے۔ خداوند پاک ایسے مخلص لوگوں کو سلامت رکھے آمین۔

آج 2002-1-21ء کو ہماری ملاقات میں میر صاحب بہادر نے بتایا کہ میں (بخت فقیر سئیں کا مرید ہوں اور ایک مجلس میں یہ اظہار میں نے اپنی برادری سے بھی کیا ہے)۔ کوئی ہفتہ پہلے خواب میں نے دیکھا کہ ایک نادیدہ بزرگ کی زیارت ہوئی پھر دیکھتا ہوں کہ بخت سائیں میرے پاس آرہے ہیں۔ میں نے

اچھی طرح زیارت کی۔کوئی بات نہ ہوئی۔شاید دعا دینے روح بخت جلوہ گر ہوئی تھی!

شیخ نذیر احمد صاحب اُویسی سکھر سندھ

یہ بخت سائیں کے حُب دار ہیں۔ صاحب ذوق' خاکسار طبیعت رکھتے ہیں۔خوش قسمتی سے حضور صالح محمد سائیں اویسی شہنشاہ سے بیعت ہے۔ عرس مبارک کی حاضری مقدم سمجھتے ہیں۔ فقیر اویسی اور فقیر سائیں کی دعائیں ان کیساتھ ہیں!

خدا بخش موچی سکنہ بستی لاڑ نزد صادق آباد

بیان کرتا ہے کہ میں قریب رہتے ہوئے بھی دور تھا۔ملاقاتیں فقیر سائیں بادشاہ سے تھیں لیکن اپنے اندر باطنی روشنی نہ رکھتا تھا۔ پہچان نہ سکا۔ایک دفعہ ہماری بستی لاڑ میں میرے بہنوئی شفیع محمد موچی کی فقیر سائیں بادشاہ کو دعوت تھی۔قوال صاحبان بھی آپ کے ساتھ تھے۔ میں اس وقت حاضر مجلس رہا۔ یہ کوئی دس سال پہلے کی بات ہے۔قوالی کے بعد آپ نے اپنا کلام معجز بیان اس انداز میں سنایا کہ دل تڑپا' آنکھوں سے ساون برسا اور بے بس ہو کر قدموں میں جا پڑا اور تا وقت قدموں میں ہوں۔شرف دامنگیر ی و پیری مریدی نصیب ہوئی۔ مجھ ناچیز بیکس پر سائیں کا بڑا کرم ہوا' کرم ہے اور کرم رہے گا۔آخری دنوں میں "سائیں" کی خدمت گزاری کا مجھے موقعہ ملا۔شالا منظور ہو۔اب بخت زادے بھی بخت نسبت

کی وجہ سے مجھ پر مہربان ہیں اور سفر میں مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔نعت خوانی کا مجھے موقعہ دیکر میری خدمت کراتے ہیں۔اس بیکار بندے کو بہ کار بناتے ہیں اور خوش مذاقی کے طور مجھے ابوظہبی کا نعت خواں کہتے ہیں!

حاجی محمد رمضان صاحب ڈنڈ ام

بھی بخت شناس ہوا اور اس ذریعے پیر اویسی کا دامنگیر ہوا۔اس رمز میں بڑے مزے دیکھے ان کی دعاؤں کے طفیل حج کی سعادت نصیب ہوئی اور روحانی لطف پائے۔شکرگزاری کے طور چوک سونترا میں اپنی دوکانوں کی مارکیٹ میں ایک دوکان کا قطعہ بخت لنگر میں دیا۔یہ ان کی نیک ذاتی ہے۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ میں بخت سائیں کی خدمت اپنے والد صاحب کے لئے حج کی دعا کرانے آیا تو آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ سال آپ بھی حج پر جائیں گے۔لہٰذا ایسا ہی ہوا۔

حافظ بشیر احمد اویسی (احمد پور لمہ)

موصوف حافظ صاحب تقریباً عرصہ ۱۸ سال حضور حضرت صالح محمد سائیں اویسی شہنشاہ کی غلامی اور خدمت گاری میں سرکار اویسی کے آخری وقت تک رہے۔گویا مرشد کریم کے صُحبت یافتہ ہیں۔حضرت والا ان سے راضی اور یہ سرکار سے راضی تھے۔

صوفی عبدالرشید حجام الملک احمد پور لمہ

اسے حجام الملک کا خطاب حضور صالح محمد سائیں اویسی سرکار نے دیا۔ فقیرانہ موج میں آ کر فرمایا۔ وہ مخدم الملک اور تم حجام الملک' بس کام ہو گیا۔ یہ اویسی خاندان اور بخت خاندان کا خدمت گار چلا آ رہا ہے۔ دعائیں اس کی اُجرت ہیں۔ اسے مال بھی ملتا ہے اور اسے حال بھی ہوتا ہے۔

وڈیرہ اللہ ورایا صاحب ڈیتھہ موضع دینوں شاہ

بخت سائیں سے بڑی عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ ہر مشکل گھڑی میں حاضر ہو کر دعاؤں کا طلبگار رہا ہے۔ عرس پیر گلاب شاہ سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ مقرر بخت سائیں سے آ کر کراتا تھا اور دعوت بھی منظور کراتا تھا اور اب بھی اس کا یہی معمول برقرار ہے۔ حسن عقیدت بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو کسی کسی کے نصیب ہوتی ہے!

خمیسے نامی کمہار ساکن بستی ڈیتھہ موضع دینوں شاہ

پھر پھرا کر بخت سائیں کا آ کر مرید ہوا۔ اس کا کہنا ہے کہ بخت سائیں کا دیدار مجھے بخت سائیں کی حیات مبارکہ میں ہوا اور خواب میں دیکھا کہ میں بخت سائیں کا مرید ہو رہا ہوں اور پھر ایسا ہی ہوا۔ حق سچ کا مرید ہو گیا ہوں اور پھر

بخت سائیں کے دریائے فیض سے کئی فیض پائے ہیں۔ ان کی دعاؤں کے طفیل خوشحال ہو گیا ہوں۔ اپنی خوشی اور صدق دل سے بخت سائیں و مرشد کریم کے لنگر میں اپنی خریدا زمین 21 مرلہ بمقام سنجر پور میں سے 5 مرلے زمین لنگر بخت میں پیش کرتا ہوں۔ شالا قبول ہو۔ متفقہ بخت زادوں کا ارادہ یہ ہو گیا ہے کہ اسے فروخت کر کے روضہ بخت کی بنیاد رکھی جائے۔ آگے بخت سائیں آپ تکمیل کرائیں گے۔ آمین۔

حاجی لعل خان پتافی مرحوم موضع سعدی سلطان نزد بھٹہ واہن

یہ مرید نہ تھا بلکہ بخت سائیں کا پروانہ تھا اور پروانے کی کیفیات کو مثل پروانہ مثل دیوانہ ہی سمجھے اور نہ جانے کوئی۔ وہ بھی اپنی بستی میں ایک صاحب مزار کا عرس کراتا تھا۔ حضرت بخت سائیں سے تاریخ عرس مقرر کرا کے عرس مبارک میں لے جاتا تھا۔ محفل سماع بڑی زوردار طریقے سے ہوتی تھی۔ وہ مسکین آدمی تھا مگر دل کا غنی تھا۔ ایسے غنی اور سخی لوگوں کے کام توکل برخدا ہوتے رہتے ہیں۔ مجھے بھی کئی بار عرس مبارک میں شرکت کا شرف ملا۔ اس کا ذوق و شوق دیدنی تھا۔ اب نہ وہ زمانہ وہ انجمنیں۔ لیکن ایسے انمول لوگوں کی یادیں باقی رہتی ہیں اور جن کی یادیں منائی جائیں وہ زندہ شمار ہوتے ہیں۔ حضرت بخت بھی زندہ جاوید ہیں۔ "خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را"

ملک کوڑا صاحب ارائیں بستی بولے شاہ موضع احمد پور لمہ

مجھے یاد ہے کہ میں نے احمد پور لمہ بازار میں کریانہ کی دوکان کھولی اور دعائے خیر و برکت کیلئے مجھے اپنے والد صاحب اور چچا صاحب سائیں فقیر سائیں کی خدمت لے آئے اور دعا کرائی گئی۔ یہ 15-7-1989ء کا ذکر ہے۔ پھر میں وقتاً فوقتاً فقیر سائیں کی خدمت آجاتا تھا بلکہ روزانہ دوکان کھولنے سے پہلے حاضری دینا معمول ہو گیا۔ آپ کہیں باہر دعوت پر قریب قریب جاتے تو میں موٹر سائیکل پر لے جاتا تھا' لے آتا تھا۔ یہ ان کا کرم تھا کہ مجھے خدمت گزاری کیلئے چنا۔ ایک مرتبہ میں نے مرید ہونے کی عرض کی تو خاموش ہو گئے۔ پھر مجھے آپ نے حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں اویسی کا مرید 1991ء میں کرایا۔ عرص فاضل شاہؒ کا مجھے منتظم ٹھہراتے۔ یہ شرف خدمت گزاری میرے نصیب ہوئی۔ زندگی میں بھی کرم بعد زندگی بھی کرم۔ بعداز زندگی خواب میں مجھے زیارت ہوتی رہتی ہے۔ خواب میں یہ بشارت بھی ہوئی کہ پریشانی کے وقت یہ بحر پڑھا کرو تعویذ کا کام دے گا۔ انشاء اللہ۔ اور اب تک بوقت مشکل و پریشانی میرا معمول ہے یہ پڑھنا

تیڈے حسن جمال دے ڈیکھن کیتے' میں رو رو نیر وہا باہنداں
کڈاں اتھ باندہاں کڈاں اتھ باندھاں کڈاں گھر دے طاق ولا باندھاں

کڈاں گالھیں وانگ کراں گالھیں کڈاں کندیاں نال الا باندھاں

تیڈی رحمت والی بھال کیتے در کھول تے جھاتیاں پا باندہاں

لجپال سنبھال کریسن بختا جڈاں راہ وچ دیداں لا باندہاں

محمد شریف بھٹی سکنہ کمن بھٹہ!

یہ ہے بھٹی اور کسب نائی کا کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں بچپن سے بخت سائیں کے حصے میں آیا ہوں۔ آپ کی دعا سے میرا ہر کام چلتا ہے۔ گھر کی گاڑی چلتی ہے۔ خدمت گزاری میں راحت پاتا ہوں۔ بخت سائیں کی حجامت' بخت زادوں کی حجامت میرے فرض میں ہے۔ بس فرض سمجھ کر نبھاتا ہوں۔ اللہ خیر!

بلال کھوکھر' شالی شیخ موضع راجڑی نزد احمد پور لمہ

یہ دونوں حضرت بخت سائیں کے خدمت گار مرید ہیں۔ ان کی خدمات مٹھی چاپی ناقابل فراموش ہیں۔ خدمات دامے' درمے' قدمے' سخنے جیسی بھی ہوں خدمات ہوتی ہیں اور اس کی اُجرت ملتی ہے۔ یہ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ بخت سائیں نے واقعی ہمیں نوازا اور بس!!

سکندر علی خان لغاری' گوٹھ لغاری' اڈہ کھونرا ضلع گھوٹکی سندھ

یہ صاحب وصال بخت سے کوئی چار پانچ سال پہلے اپنے گوٹھ سے احمد پور

لمہ بخت سائیں کے پاس آئے۔ آپ کی شاعری سن رکھی تھی اور اس سے
متاثر ہوکر مرید ہونے کے لئے آئے۔ مرید ہونے کی عرض کی۔ آپ نے
فرمایا۔ میاں! میں تو ان پڑھ فقیر ہوں۔ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں کہیں اور جا
کر مرید ہوں۔ ویسے بھی آپ کم مرید کرتے تھے بلکہ اپنے مرشد خاندان کا
مرید کراتے تھے۔ کوئی زیادہ بضد ہوتا اور طبیعت مانتی تو مرید کر لیتے تھے۔
بہر طور اسے واپس کر دیا۔ کچھ عرصے بعد یہ پھر آیا۔ اس وقت بخت سائیں
سفر پر تھے۔ اتفاقاً ہماری ملاقات ہوئی۔ میں نے حال احوال کے بعد ان
سے لنگر کرنے کا پوچھا۔ تو کہنے لگا کہ میں اس دفعہ گھر سے ارادہ کر کے نکلا
ہوں۔ کہ جب تک بخت سائیں مجھے اپنا مرید نہیں کریں گے۔ کھانا نہیں
کھاؤں گا اور واپس گھر بھی نہیں جاؤں گا۔ میں نے اس کی یہ بات سن کر
تعجب کیا اور اسے سمجھایا بجھایا۔ کہ اس شرط میں مت پڑو۔ کہیں آزمائش نہ ہو
جائے۔ پھر کیا ہوگا؟ لیکن یہ پکے ارادے کا نکلا۔ اس دوپہر کو کھایا نہ پیا روزہ
میں رہا۔ سرشام بخت سائیں سفر سے واپس آ گئے' آپ کے ساتھ
والوں نے' قوالوں نے بتایا۔ کہ آپ دو دعوتیں چھوڑ کر واپس آئے ہیں۔
شاید یہی وجہ' یہی راز تھا۔ آپ نرم دل' صاحب حال وقال کو کب دوسرے کی
سختی وتنگی گوارہ ہوسکتی ہے۔ آپ نے آتے ہی اسے مرید کیا اور اپنے سامنے

اسے لنگر کرایا۔ گویا روزہ افطار ہوا۔ یہ ہمارے دیکھنے کا واقعہ ہے۔ بقول شاعر الطاف حسین حالی ''بڑا جی خوش ہوا حالی سے ملکر، ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں'' جہان فانی ہے اس کی ہر چیز فانی ''اللہ بس، باقی ہوس'' آخرش بخت سائیں بھی جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد سکندر علی خان لغاری مزار بخت پر آیا۔ اپنے مرشد کریم کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ پھر ہماری ملاقات ہوئی۔ اس وقت میں زیر سایہ مزار بخت بیٹھے ''دیوان بخت'' کو ترتیب دے رہا تھا۔ اس کی نظر پڑی اور از خود ''دیوان بخت'' کے سلسلے معاونت کا کہہ گیا۔ پھر دوسری نشست میں وعدہ پورا کر گیا۔ میں نے ''دیوان بخت'' دوسری مرتبہ بموقعہ پہلا عرس مبارک بخت سائیںؒ چھپوالیا۔ جو بخت سائیں کے محبین کو پہلا تحفہ ملا اور بھی بخت مجموعے ترتیب دے رہا ہوں۔ زندگی نے وفا کی تو چھپوا کر چھوڑوں گا۔

''کارساز ما بفکر کار ما   کار ما آزار مادر کار ما''

اب کہ سکندر علی خان لغاری کے ساتھ خان ارباب علی خان لغاری بھی ہمراہ آتا ہے۔ فقر فقیری کے رموز بیان ہوتے ہیں!

ڈاکٹر آیاز احمد صاحب آیاز مظہر فرید کالونی صادق آباد

یہ بخت سائیں کے شاگرد ہیں اور بڑے معترف' خب دار ہیں۔
انہوں نے بخت خُب داری میں ''فقیر سائیں'' کے عنوان پر کتاب لکھی ہے۔
جو ابھی زیر ترتیب ہے اور دیوان بخت'' کلام بخت'' میں تعارف نامے لکھے
ہیں۔ جو ان کی عقیدت و محبت کی دلیل ہیں!

سید محمود شاہ صاحب بخاری احمد پور لمہ

کی قدر و منزلت حضرت بخت سائیں خوب سے خوب تر فرماتے تھے۔ ویسے
بھی سادات کا احترام حد درجہ کرتے تھے۔ اور یہ جواب شاہ صاحب اکثر
فرماتے ہیں کہ فقیر سائیں بڑی کامل ہستی تھے۔ ان کا مجھے جھک کر ملنا مجھے
شرمندہ کر دیتا تھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر سائیں کو جنت مقام عطا
فرمائے۔

خان رب نواز خان ڈنڈام ساکن بستی ڈنڈام

نے بیان کیا کہ فقیر سائیں سے مجھے آشنا میرے دوست حاجی رسول بخش
صاحب برڑہ نے کرایا۔ حاجی صاحب فقیر سائیں کی خدمت جایا کرتے اور
پھر وہاں سے میرے پاس آ کر دوسری رات ٹھہرتے تھے۔ ایک دن فقیر
سائیں نے حاجی صاحب سے کہا کہ اپنے دوست ڈنڈام کو ملواؤ۔ وہ مجھے
ادھر فقیر سائی کی خدمت لے آیا اور میں پہلی ملاقات میں فقیر سائیں کا بے

دام غلام ہو گیا پھر تو میرا آنا جانا خود بخود ہو گیا۔ سائیں فقیر سائیں کی مجلس کی تاثیر بہت دیکھی ۔ جو بھی آتا یہاں کا ہو جاتا ۔ وصال کے آخری دن بھی شام تک فقیر سائیں کی مجلس میں حاضر رہا۔ افسوس ہے کہ وہی آخری رات میں ٹھہر جاتا ۔ مگر گھر آ گیا ۔ خدائی راز تھا!

ڈاکٹر نذیر احمد گوپانگ

ڈاکٹر نذیر احمد گوپانگ نے فقیر سائیں کے آخری دنوں میں علاج معالجہ کے ذریعے کافی خدمت کی اور فقیر سائیں بھی اس پر اعتماد کرتے تھے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نذیر احمد گوپانگ نہ ڈاکٹر نہ کمپونڈر مگر نگاہ فقیر سے ڈاکٹر کہلانے لگا۔ اسے اچھا روزگار مل گیا ہے!

جام منظور احمد صاحب واسہ

نے آ کر بتایا کہ مرشد کریم حضور صالح محمد سائیں اویسی غریب نواز نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جام صاحب "فقیر سائیں" زیادہ ضعیف ہو گئے ہیں ۔ آپ جب عرس شریف پر ادھر آیا کریں تو فقیر سائیں تو اپنے ساتھ کار پہ لایا کریں ۔ لہٰذا یہ میری ڈیوٹی ہو گئی اور اس پر عمل کیا کرتا تھا۔ فقیر سائیں کی صحبت کا اس طور مجھے زیادہ موقعہ مل گیا اور راہِ سلوک کے بارے فقیر سائیں سے پوچھتا رہتا تھا۔ ویسے بھی فقیر سائیں کی ذات کے ہم پر بلکہ اس پورے

علاقے والوں پر اور سندھ کے لوگوں پر بھی احسان ہیں کہ انہوں نے مرشد آشنا کیا۔ایک موقعہ پر میں نے مرشد کریم کی خدمت عرض کی کہ سائیں مجھ پر نگاہ کرم رہے تو آپ نے فرمایا کہ جام صاحب آپ کو فقیر سائیں کے کھاتے کر دیا ہے۔یہی آپ پر مہربان رہیں گے۔میں خاموش رہ گیا۔اور سمجھا کہ یہ محرم رازی ہے!

جام غلام سرور صاحب واسہ

یہ بڑے پیر پرست ہیں اور مستقل دعوتی ہیں۔حضور اویسی بادشاہ اور بخت سائیں کے بے حد معتقد ہیں۔اپنے مختصر ڈیرہ کو پھلواری سے سجا رکھا ہے۔ وہاں ہر وقت بہار ہی بہار ہے۔جو دوسروں کے لئے بھی دعوت نظارہ پیش کرتا ہے۔یہ سب کچھ ان کے ذوق کا آئینہ دار ہے۔

حکیم احمد حسن صاحب صادق آباد

ان کا فرمانا ہے کہ حضرت بخت سائیں سے میری دو چند ملاقاتیں ہیں۔میں پہلی ملاقات میں ہی بخت سائیں کی شخصیت کا قائل ہو گیا۔بڑی بزرگ ہستی اور باکمال شاعر تھے۔محبت کے رنگ میں مرشد کی نگاہ سے رنگے ہوئے تھے۔ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

خط بخدمت حضور مرشد کریم صالح محمد سائیں اویسی

گردش دوراں کا احوال تنگدستی کی صورتحال خط کا مضمون تھا۔ خط کے آخر میں اسد اللہ خان غالب کا یہ شعر بھی از خود لکھا گیا

''غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض   سب کچھ ہے تیرا ظاہر ان پہ کہے بغیر''

جب خط پر نظر ثانی کی گئی تو خیال غالب آیا کہ غالب نے کیا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور مین ہوں کہ اپنے مرشد کریم کو احوال لکھ کر پیش کر رہا ہوں۔ اتنا ناقص عقیدہ کیونکر ہوں بس خط کو شہر و ڈاک نہ کیا گیا۔ کہ وہ جانتے ہیں اور جاننے والے کو کیوں کہا جائے۔ پھر ہوا یوں کہ ایک ماہ بعد حضور مرشد سائیں جھوک بخت پہ تشریف لائے۔ اور دوسرے دن میرے خط کا حوالہ اور یہی غالب کا شعرہ پڑھ کر دوسرے شخص کو سنا کر سبق مجھے دیدیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک خاموشی خاموشی میں سوال و جواب ہوتے ہیں اور کرم ہی کرم!

منجانب: بخت زادہ محمود الحسن اویسی

خط بحضور محمد سلطان بالا دین سائیں کی خدمت احوال نامہ

ایک موقعہ حضور اپنے رقبے چوک بہادر پور پر تشریف فرما تھے کہ میں نے جا کر نیاز حاصل کئے۔ صحبت سلطانی حاصل ہوئی۔ دل میں خیال ابھرا کہ دل کا معاملہ۔ محبت کی چوٹ کا علاج طبیب کامل سے پوچھوں تو کچھ راہ ملے۔ بھلا ہو۔ لہٰذا مختصراً دلی کیفیت لکھ کر بیقراری اور دردمندی کا علاج چاہا۔ تو

آپ نے میرے عریضے کو پڑھا اور رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میری عرضی پڑھی۔ پھر رکھ دی۔ تیسری مرتبہ بھی پڑھا اور قلم اٹھا کر جواباً لکھا

''اے خواجہ درد نیست' ورنہ طبیب است''

مجھے یہ جواب ملتے ہی اور پڑھتے ہی پتہ چلا کہ جسے میں بڑا درد سمجھ رہا ہوں وہ ابھی چھوٹا درد ہے۔ محبت کا درد جب کمال کو پہنچتا ہے تو بڑا طبیب خود خدا جلوہ گر ہوتا ہے اور جلوے جلوے میں شفایاب کرتا ہے۔ ''ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں'' محبت کا امتحاں بڑا امتحاں ہوتا ہے۔ اس میں بڑے دل گردے والوں کا کام ہے۔ ہرا یرے غیرے کا کام نہیں۔

منجانب: بخت زادہ محمود الحسن اویسی

بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کا خواب

بیان کیا جاتا ہے کہ قبلہ گاہ ابا حضور بخت سائیں کے وصال کے تیسرے مہینے زیارت بخت خواب میں ہوئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مزار مبارک سے باہر کٹہرے کے اندر بصورت احرام کھڑے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ بڑی توجہ و یکسوئی معلوم ہوتی ہے اور میں اس لمحے سامنے برآمدے میں جہاں آپ کا وصال ہوا وہاں بیٹھے حاضر مجلس سے محو گفتگو ہوں۔ کہ میری اچانک ادھر نظر گئی۔ دید سے دید ملی۔ پورے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس خوشی میں

حاضر مجلس کو کہا کہ وہ دیکھو۔ بخت سائیں کھڑے ہیں زیارت کرلو۔ اس اعلان کرنے میں خواب سے بیداری ہوگئی۔ بس ایک جھلک دیدار کی پائی۔ جسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں!

دورہ نواب صبح صادق محمد خان عباسی والی ریاست بہاولپور بحوالہ محترم

المقام میاں محمد اسلم صاحب شیخ رئیس اعظم احمد پورلمہ

نے بیان کیا کہ پہلا دورہ نواب صاحب بہادر کا احمد پورلمہ میں غالباً 1936ء کا تھا۔ اس وقت ہم زیر تعلیم تھے۔ میری یاد مطابق نواب صاحب بہادر ریسٹ ہاؤس احمد پورلمہ تشریف لائے۔ لوگوں کا اجتماع اتنا بڑا تھا کہ حد وشمار کرنا ناممکن تھا۔ اس موقعہ پر حضرت فقیر سائیں بخت سائیں نے نواب صاحب بہادر کی آمد پر منقبت سہرا تیار کیا اور اس بڑے اجتماع میں نواب صاحب کی پذیرائی خاطر اس سہرے کو ترنم کے ساتھ خان محمد اشرف خان پٹھان اور تلوگ چند ہندو یہ بھی طالب علم تھے اور اچھی سرتار رکھتے تھے۔ انہوں نے فقیر سائیں کا منظوم سہرا پڑھا تھا۔ جس پر نواب صاحب بہادر نے کچھ انعام بھی دیا تھا۔ جو یاد نہیں پڑتا۔ افسوس یہ بھی ہے کہ وہ سہرا لکھا بھی گیا تھا۔ مگر ہاتھوں ہاتھ گم شد۔ البتہ اس کا طرح مصرعہ یہ تھا

"جی آئیوں خان پیارا صبح صادق خان سردارا"

دوسرا دورہ نواب صبح صادق خان عباسی بحوالہ میاں محمد اسلم صاحب شیخ

صادق آباد ریلوے اسٹیشن کا افتتاح نواب صاحب بہادر نے غالباً 1938ء میں بدست خود رکھا۔ اس کے بعد صادق آباد کو تحصیل کا درجہ دیا گیا۔ اس سے پہلے احمد پور لمہ تحصیل تھی۔ اور ضلع خان پور کٹورہ تھا۔ ہاں اس وقت سے پہلے نوشہرہ شہر کا نام بدل کر خان پور کی بجائے رحیم یار خان کو ضلع بنایا گیا۔ الہ آباد تحصیل کی بجائے لیاقت پور کا سنگ بنیاد رکھ کر اسے تحصیل کا درجہ دیا گیا۔ لیاقت پور ریلوے اسٹیشن کا نام پہلے (چودھری) تھا۔

تیسرا دورہ نواب صبح صادق محمد خان عباسی والی ریاست بہاولپور

سائیں بخت سائیں نے یہ واقعہ جام محمد افضل صاحب بھیٹ وکیل کو سنایا۔ اس نے ہمیں سنایا۔ وکیل صاحب نے یہ واقعہ بخت سائیں کی زبانی کیسٹ میں بند کیا ہوا ہے۔ وہ سنایا۔ فقیر سائیں نے فرمایا کہ محمد افضل صاحب وکیل کے نانا صاحب جام خان محمد صاحب بھیٹ جسے یہ فقیر بھی از راہِ محبت ماما کہتا تھا۔ ہوا یوں کہ نواب صادق محمد خان عباسی اپنی مملکت احمد پور لمہ کے دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ یہ 1943-44ء کا واقعہ لگتا ہے۔ نواب صاحب بہادر کی کچہری میں تھے۔ کہ نواب صاحب بہادر کی خدمت جام بھیٹ برادری نے جام خان محمد بھیٹ کے خلاف درخواست گزار دی کہ جام خان محمد بھیٹ

نے نمبرداری لینے کیلئے ہم لوگوں سے زمین اپنے نام عارضی طور کرانے کے بعد میں آپ کو واپس کردوں گا۔ مگر اب انتقال زمین واپس نہیں دیتا۔ (اس وقت بلکہ اس وقت بھی نمبرداری کا پٹہ لینے کیلئے نمبردار صاحب کی اپنی زمین کا ہونا لازم ہے) لہٰذا نمبردار صاحب یونہی نمبردار بن بیٹھے۔ درخواست گزرنے پر نواب صاحب بہادر نے حکم دیدیا کہ خان محمد نمبردار کو پیش کیا جائے۔ جام برادری فوری تلاش میں لگ گئی۔ اس وقت نواب صاحب بہادر کی کچہری میں جام خان محمد نمبردار پہلی صف میں میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے برادری کے لوگ اس کو تلاش کرنے والے بھی اردگرد بیٹھے تھے کسی نے اس کو نہ پہچانا۔ میں نے بخت فقیر نے اپنے ساتھ بیٹھے جام خان محمد صاحب کو کہا کہ ماما اب کیا ہوگا۔ تو وہ بولا مرشد حاجن سائیں کو لاج ہے۔ لاج والے لاج پالتے ہیں۔ واقعی لجپال نے لاج رکھ لی۔ کسی نے اس کو نہ پکڑا۔ اس کا یقین کامل اس کے کام آگیا۔!

؎ "نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں"

مرحلہ در پیش وصال حضور صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ

کیسے لکھوں، کیسے بیان کروں؟ کہ وہ ہستی جس کا سایہ فقیر کے خاندان پر

خاص طور پر پھیلا ہوا تھا۔ وہ نہ رہا مشیتِ ایزدی کہ آگے سر تسلیم خم مگر یہ کیا ہوا
کیونکر ہوا؟ آج دس مارچ ۱۹۹۴ء بمطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
بروز جمعرات بوقت دس بجے دن سرکار اُویسی نے خانقاہ شریف اندرون
حویلی خود عالم بالا کی طرف روانی فرمائی کیا کوئی کرے گا کیا کوئی کر سکتا ہے
تقدیر کے ہاتھوں ہر کوئی بے بس ہوتا ہے تقدیرِ خدا ماننی پڑتی ہے قدرت کا
نظام ہے جو نافذ العمل ہے۔ فقیر کو اطلاع بذریعہ ٹیلیفون پہلے پہل پہنچی کوئی
ساڑھے دس بجے یہ ہوش ہوا کرنیوالی خبر آئی۔ ابا حضور کی کیفیت اس لمحے
دیدنی تھے جو نہ قابلِ بیان ہے۔

"وفا کا زخم ہے گہرا تو کوئی بات نہیں
لگاؤ بھی تو ہمیں اُن سے انتہا کا تھا،،

یہ خبر شہر بھر میں زلزلے کی طرح پھیل گئی لوگ دھاڑیں مارتے، روتے پیٹتے
جھوک بخت پر جمع ہو گئے اور فوری طور پر روانگی اختیار کی کہ آخری دیدار نصیب
ہو جائے گویا یہاں علاقے بھر سے پیر بھائی لوگ جوق در جوق خانقاہ شریف
پہنچے ہم لوگ سارا دن سفر تمام کر کے بعد از مغرب پہنچے فقیر بخت سائیں کا یقیناً
انتظار تھا صاحبِ پردہ خود منتظر تھے۔ وہ منظر کیا کہوں ہوش خطا کرنیوالا تھا۔ بخت
سائیں کی وجہ سے بہت سے لوگ آخری دیدار حضور کا کر سکے معلوم ہوا محض

بخت سائیں کے انتظار میں جنازہ رکھا ہوا تھا۔ سُنا گیا کہ سائیں غلام اُویس سرکار نے اعلان فرمایا تھا کہ فقیر سائیں کے آنے کے بعد جنازہ ہوگا کیا مہربانیاں ہیں۔ کیا لجپالیاں ہیں۔ لہٰذا جنازہ میں اور لوگوں کی بھی شمولیت ہوگئی کہتے ہیں کہ پنکھا کسی خاص مہمان کو کیا جاتا ہے مگر پنکھا کے ارد گرد قریب بیٹھنے والے لوگ بھی ہوا کا فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح ہم بھی نوازے گئے حضور صالح محمد سائیں اُویسی کا آخری دیدار نصیب ہوا جنازہ میں شریک ہوئے۔

حضور اُویسی سرکار کی وصیت مطابق آپ کا جنازہ حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی نے پڑھایا دوسری وصیت یہ تھی۔ کہ بعد نمازِ جنازہ قبر مبارک میں اتارنے سے پہلے جسدِ خاکی کو صاحبِ دربار پیر عبدالخالق پیرؒ کے قدموں کی جگہ پر رکھا جائے اور چند منٹ تخلیہ خاص دیا جائے پھر سپردِ خدا۔ جنازہ شریک لوگوں نے دیکھا کہ آپ کو تخلیہ دے کر ۱۵ منٹ تک دربار شریف کا دروازہ بند کردیا گیا پھر دروازہ کھول کر مدفون کیا گیا یہ کیا راز تھا کچھ نہیں کہا جا سکتا ''وہ جانے اور وہ جانے'' آپ کی قبر پہلے سے آپ نے خود تیار کرالی تھی۔

اکثر پیر بھائی صاحبان کے یہ علم میں ہے کہ سرکار اُویسی نے اپنی قبر مبارک خود خانقاہ شریف کے اندر وصال سے تقریباً چار سال پہلے بنوالی تھی اور اُوپر سے

بند کر رکھی تھی۔قبر کشائی کے بعد ایک عید کے موقعے آپ بیمار پڑ گئے اور عید نماز بھی نہ پڑھ سکے اس موقعہ پر آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے اپنی جان کی قربانی دی اپنی زندگی کے بقایا دن اپنے بھائی کو بخشے وہ اس جہان سے رخصت ہو گئی اور ان دنوں حضور صالح سرکار شفایاب ہو گئے یہ عمل خاموشی خاموشی میں ہوا یہ راز سر بستہ راز رہا آخری دنوں میں سرکار نے اپنے خدمتگار بخت زادہ رانا فیض الحسن اُویسی کو بتایا کہ میری تیاری تو چار سال پہلے تھی مگر ہمشیرہ صاحبہ نے ازراہِ محبت اپنی زندگی کے دن میرے معاوضے میں بخشے۔اب وہ دن پورے ہو چکے ہیں اب فقیر اُویسی کے چل چلاؤ کے دن ہیں اس واقعے کے راوی بخت زادہ فیض الحسن اُویسی ہیں۔!

حضور صالح محمد اُویسی میرے پیر و مرشد

جمالی صفت کے درویش تھے۔کریم الصفات۔دریا دل۔سر پا فقیر امیر گویا ہمہ صفت موصوف تھے۔! بقول غالبؒ

”وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں“

دورِ سوئم

حضرت غلام اُویس سائیں اُویسی سرکار

موجودہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ پیر عبدالخالق پیرؒ

حضور صالح محمد سائیں اُویسیؒ کے دو صاحب زادے ہیں بڑے حضور غلام اُویس سائیں اُویسی اور چھوٹے حضور محمد شہاب الدین سائیں اُویسی ہیں بڑے صاحب زادے غلام اُویس سائیں اُویسی کی دستار بندی حضور صالح محمد سائیں اُویسی نے چند سال پہلے خود بموقعہ عرس شریف دربار شریف کے اندر اچانک اپنے دستِ مبارک سے کرادی تھی یہ راز صیغہ راز حروفِ مقطعات کی طرح ہے جو وہ جانے اور ان کا کام۔ آخری دنوں میں خدمت گار تھے دو مشتاق (مشتاق اُویسی، شیخ مشتاق صاحب) ایک بخت زادہ فیض الحسن اُویسی اور چوتھے جام منظور احمد صاحب واسہ جنہوں نے آخری وقت میں واہ واہ کمائی بخت زادہ فیض الحسن اُویسی راوی ہے۔ کہ سائیں اُویسی سرکار نے ایک دن یوں فرمایا کہ میاں غلام اُویس سائیں سے میرے تین رشتے ہیں یہ میرے بیٹے ہیں، میرے محبوب ہیں اور صاحب سجادہ ہیں۔

موجودہ صاحبِ سجادہ غلام اُویس سائیں اُویسی سرکار کا دور جاری ہے ان کی مہربانیاں اور فیض رسانیاں ہم سب پر ہیں آپ شوخ مزاج، اُصول

پرست، ذرہ سخت گیر اور جلالی طبیعت رکھتے ہیں لوگ بہت قریب اور حجت مند ہوتے ہیں میں خاموش خاموش اور بہت محتاط رہتا ہوں کہ (قربِ سلطان آتشِ سوزاں بود)۔ کا محاورہ پیشِ نظر رہتا ہے اور امیدوار کرم بھی ہوں کہ کرم والے کرم ہی کرتے ہیں! خدا کرے حضور اپنے خاندان والوں اور ہم پر مہربان رہیں آمین۔

بقول حضرت بخت سائیں

خوش ہووہ بختا بھائی ڈوہیں　　مانڑوں رل اے شاہی ڈوہیں

پاوو فیض الٰہی ڈوہیں　　ہوو ہر دم باغ بہار

حضرت محمد شہاب الدین سائیں اُویسی

آزاد منش، بڑے بے پرواہ اور سرکار اُویسی کے لاڈلے بیٹے ہیں آپ فرماتے تھے اس کے لاڈ اٹھانے پڑتے ہیں ناز برداریوں کے لیے ہم بیٹھے ہیں۔ حضور اُویسی آخری دم تک ان کے اکٹھے رہے اور پیار و محبت دیتے رہے ! حضرت محمد شہاب الدین سائیں کے ایک بیٹے غلام غوث سائیں اُویسی ہیں جو ابھی زیرِ تعلیم و تربیت ہیں اللہ ان کی عمر دراز فرمائے آمین۔

واقعہ مورخہ 12/06/1979 بحوالہ حافظ بشیر احمد صاحب پورلمہ

اس موقعہ بھی بندہ آستانہ عالیہ پیر عبدالخالق پیرؒ پر موجود تھا۔ جو یہ واقعہ حضور اُویسیؒ کے ساتھ پیش آیا۔ حضور اُویسیؒ نے اپنی حویلی میں کنویں کے اُوپر بجلی کی موٹر لگوائی اور بذات خود موٹر پمپ ٹھیک کرتے ہوئے اتفاقاً آپ کا پاؤں پھسلنے سے آپ کنویں میں گر گئے اس موقعہ حضور محمد شہاب الدین سائیں اُویسی کچھ فاصلے پر کھڑے تھے انھوں نے آپ کو گرتے ہوئے دیکھ لیا اور فوراً کنویں میں چھلانگ لگا دی اور حضرت کو سنبھال لیا۔ اس ضمن میں حضرت اویسی کا خط بہت بڑا ثبوت ہے۔

786

خط فقیر اویسی

عزیزِ من حافظ صاحب زید حیاتہ

دعائے درازیء حیات و ترقیء درجات۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے اس بندہ سیاہ کار کو محفوظ فرما لیا۔ الحمد اللہ تعالیٰ۔ برخوردار محمد شہاب الدین صاحب طولعمرہ نے ایثار کا کمال کر دیا۔ بفرمان حضرت اقبالؒ۔ بے دھڑک کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق۔ اللہ تعالیٰ ہر دو بھائیوں کی عمر دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اب مجھے پاؤں کو معمولی سا درد

ہے انشاء اللہ تعالی۔صبح تک آرام ہو جائے گا۔کوئی فکر نہ کریں۔زیادہ دعا۔

دُعا گو فقیر اُویسی

واقعہ مورخہ 12 جون 1979ء

حضور محمد یعقوب سائیں اُویسی سیرانی، ثانی ہم نام پَر دادا ہیں حضور غلام اُویس سائیں اُویسی کے اکلوتے بیٹے، حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی کے پیارے پوتے ہیں اور قابلِ ذکر بات، قابلِ غور بات یہ ہے کہ سائیں یعقوب سائیں ہم شکل دادا حضور صالح محمد سائیں کے ہیں۔ میری دعا ہے کہ ہم صفت دادا حضور بھی ہوں۔آمین۔ہم غلام لوگ خاندانِ اُویسیہ خورد و کلاں کیلئے دُعا گوں ہیں اور دُعا جو بھی۔خدا کرے موصوف دادا خاندان اویسیہ اور نانا خاندان سیرانیہ سلسلے سے بھرپور فیض یاب ہوں۔آمین ،یا معین۔محمد یعقوب سئیں اویسی سیرانی کے دو صاحب زادے محمد عثمان سئیں اور محمد شان سئیں اویسی ہیں۔خدا وند پاک ان کی قسمت کا ستارہ روشن رکھے (آمین) بفرمان حضور صالح محمد سائیں اُویسی سرکار۔کہ میرے عزیز پوتے محمد یعقوب سائیں پر فیضان دو طرف سے ہے،دادا خاندان پیر عبد الخالق پیرؒ اور نانا خاندان خواجہ محکم دین سیرانی بادشاہؒ۔

ایک دفعہ محمد یعقوب سائیں فرماتے ہیں کہ ’’میں خواجہ محکم دین سیرانی بادشاہ

کے مزار پر جا کر ایک عرضی پیش کر آیا تھا۔اس کے دو دن بعد حضور دادا حضور صالح محمد سائیں اُویسی سرکار کا روحانی تصرف ہوا ۔ مجھے عالمِ خواب میں فرمایا کہ آپ سیرانی بادشاہ کے حضور عرضی پیش کر آئے تھے۔حضور سیرانی بادشاہ آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔آپ وہاں پھر گئے نہیں۔آگے کیا کہوں کیا بیان کروں کہ جب بندۂ ناچیز دربار سیرانی بادشاہ کے پہلے دروازے پر پہنچتا ہے تو کیا دیکھتا ہے۔کہ سیرانی بادشاہ پیشوائی کیلئے موجود ہیں،قربان جایئے بات کہنے کی نہ تھی لیکن ہوگئی!

حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی خلف الرشید

حضور محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسیؒ ہیں

ایک موقع پر حضور صالح محمد سائیں نے فرمایا کہ حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی سلسلہ اویسیہ کو آگے چلانے اور قائم رکھنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں،ماشاء اللہ صاحب شریعت وطریقت ومعرفت ہیں اور حقیقت آشنا ہیں۔فقیر اُویسی ان پر بہت خوش ہے اور دُعا گو ہے۔ بڑے حضور صالح محمد سائیں کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں پڑھائیں گے۔اور ایسا ہی ہوا۔ بخت سائیں نے بھی اپنا جنازہ پڑھانے کی درخواست کی ہوئی تھی جو بروقت پوری ہوئی۔ یہ فقیر ابنِ فقیر محمود الحسن اُویسی نے بھی حافظ صاحب کے حضور اپنے جنازہ پڑھانے کی عرضی پیش کی ہوئی ہے۔اُمید وار ہوں کہ پوری ہوگی۔بمصداق اِس کے کہ

''وہ اگر چاہیں، تو پھر کیا چاہیے''

حضرت محمود احمد سئیں اویسی حضرت حافظ صاحب کے اکلوتے بیٹے ہیں اللہ پاک ان کو سلامت رکھے (آمین)۔

سائیں بخت سائیں اُویسی

کو تین کا عدد بہت راس آیا۔ وہ اس طرح کہ آپ نے اُویسی خاندان کے تین دَور دیکھے۔ (1) ا۔ حضور حضرت حاجی محمد یعقوب سائیں۔ ۲۔ حضور حضرت صالح محمد سائیں۔ ۳۔ حضور غلام اُویسؒ سائیں کی سجادگی کا دَور (2)۔ اپنی عمر کی تین صدیاں ۱۸۸۸ء میں پیدائش اور اس صدی کا شعور پایا ۱۹۰۰ء صدی پوری گزاری۔ اور ۲۴ مارچ ۲۰۰۰ء میں وصال پایا۔ گویا تین صدیاں دیکھیں۔ (۳) آپ اپنے والدین کے تین بیٹے رانا احمد بخش صاحب، بختؔ علی سائیں، رانا نذیر احمد خان صاحب (۴) اور آگے بخت سائیں کے تین بیٹے محمود الحسن اُویسی، عزیز الحسن اُویسی، فیض الحسن اُویسی (۵) اور بخت سائیں نے اپنی زندگی میں اپنی شاعری کی تین کتابیں چھپی ہوئی دیکھیں۔ دیوانِ بخت، رحمت دی ڈات، دانِ پنجتنی، جو بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کی کاوش ہے۔ شالا قبول ہو۔ (٦) تینوں حضرات کا وصال

مرشدِ کریم حضور حاجن سئیں ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ حضرت دیوانہ سئیں ۱۷ ذیقعد ۱۴۱۲ھ، حضرت بخت سئیں ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ

ایک قابل ذکر بات

میاں عباس صاحب ہاشمی، میاں خلیق ہاشمی صاحب

اور ایک موقعہ پر میرے مخلص دوست میاں عباس ہاشمی صاحب سنجر پوری نے ازراہِ مخلصی فقیر سائیں کی خدمت میں یوں کہا کہ سائیں! جیسے آپ نے اپنے بیٹے عزیز الحسن سئیں پر کرم فرمایا ہے۔ اُسے شاعری کرائی ہے۔ شاعر بنا دیا ہے۔ اِسی طرح نگاہِ کرم اپنے بڑے بیٹے پر بھی کیجئے۔ یہ بھی شاعر ہو جائے۔ آپ ذرا خاموش ہو کر، خوش چہرہ سے خوش کلام ہوئے کہ اِس کا لکھنا پڑھنا (نثر نگاری) کیا شاعری سے کم ہے؟ سخنوری کے علاوہ سخن فہمی بھی ایک ملکہ ہے۔ جو اِن میں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضور صالح محمدؒ سائیں اُویسی بادشاہ، محمود کا خط اور تحریر پسند فرماتے تھے۔ میں بھی یہ کام اس سے لیتا ہوں۔ اور خوش و مطمئن ہوتا ہوں۔ یہ ذکر میری موجودگی میں ہوا۔ یہ داد پا کر مجھے وافر خوشی ملی۔ اسے اپنی خوش بختی جانتا ہوں۔ کہ بخت سائیں نے ایسا کہا۔ میرے لئے یہ بہت کچھ ہے۔ دیوانِ بخت، رحمت دی ڈات، اور دانِ

پنجتنی کو ترتیب میں نے دی۔اور بڑی بات یہ کہ صاحبِ دیوان بخت سائیں
کی حیات برکات میں مَیں نے یہ مجموعے چھپوائے۔آپ نے دیکھے۔آپ
نے اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرمائے۔بندہ کو شاباش دی۔اور شاعری کی کتابوں
کے دیباچے میں حضرت صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ۔حضرت حافظ محمد
نظام الدین سائیں اُویسی نے دعائیہ کلمات جو میرے بارے میں لکھے۔وہ
بھی میرے لئے خدمت کی ایک بھاری سند ہے۔میں اِس لحاظ سے سند یافتہ
ہوں۔زیادہ خدمت گزاری کا دعویدار نہیں ہوں، مگر ہوں! میرے چھوٹے
بھائیوں کی خدمت گزاری اپنی جگہ مُسلم ہے۔میں بھی اُن کی خدمت گزاری کو
سراہتا ہوں۔ہمارے لئے یہ موجبِ اطمینان ہے کہ ابا حضور بخت سائیں ہم
سے راضی گئے ہیں۔اگر لوگ تنگ نظری سے کام نہ لیں تو وہ بھی اِس کی
تصدیق کریں گے۔بس ہمارے لئے یہ بہت ہے۔ویسے اپنی خامیاں کو
تاہیاں بھی اپنی نظر میں ہیں ہم بشر ہیں کوئی فرشتے نہیں،والدین سے لاڈ پیار
میں کچھ حجتیں بے جا بھی ہوتی ہیں۔جو قابل درگزر ہوتی ہیں۔والدین،خدا کی
طرح بہت معاف کرنیوالے ہوتے ہیں۔کیونکہ اولا دوالدین کے لئے محبوب
ہستی ہوتی ہے۔یہ تجزیہ بندے کو اپنی اولاد ہونے پر ثابت ہوتا ہے۔جو لوگ
اپنے والدین کی عزت وخدمت کرتے ہیں وہی اِس کا ثمر اپنی اولاد سے پاتے

ہیں۔ یہ دنیا کھیتی کی مانند ہے۔ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ (یہاں کرنی کی بھرنی ہے)۔ خداوندِ پاک زندگی میں معرفت بخشے۔

وصیت حضور حاجن سائیں

آپ کا وصال ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بروز بدھ بوقتِ نمازِ ظہر بمطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو ہوا۔ آپ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے فرزندان باکمال حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی اور حضور حضرت محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسی صاحبِ شریعت و طریقت کو وصیت فرمائی۔ کہ فقیر کے ''وصال پر میرے جسدِ خاکی کو غسل اور کفن دیکر خانقاہِ پیر عبدالخالق پیر (محل والی سرکار) میں یونہی رکھ دینا۔ جائے، بصورت دیگر فقیر کی آخری آرام گاہ خانقاہ شریف کے باہر ہوگی۔ حضور صاحبزادگان نے وصیت مطابق عمل کیا اور حضرت کی میّت مبارک کو بغیر دفنائے مزار کے اندر رکھ دیا گیا اور باہر سے تالا لگا دیا۔ بعد نماز فجر دروازہ کھولا گیا۔ ہزاروں آدمیوں نے دیکھا، کہ دربار کے کٹھرے کے اندر پردادا اور دادا کی قبر مبارک کے درمیان جگہ کھل گئی۔ اور کٹھرے میں دراڑ تک نہ پڑی۔ نہ ماننے والے بھی یہ آنکھوں دیکھی کرامت دیکھ کر حیران انگشت بدنداں تھے۔ کہتے ہیں ''ڈُلا بھڈیرہ کا بھڈیرہ سردار'' دہاڑیں مار کر روتا تھا

کرامت دیکھ کر۔اے بھائی! معجزہ اور کرامت عقل سے ماورا ہوتی ہیں۔ اور منجانب اللہ پاک ہوتی ہیں۔ جس سے چاہے اُس کا اظہار کرا دے ۔دیکھئے ہر چیز کی پیدا کرنے والی اللہ پاک کی ذات ہے۔لیکن ظاہری وسیلے بندے ہیں۔خود بندہ اللہ پاک کا پیدا کردہ ہے۔وہ نہ چاہے تو اس جہان میں بندہ پیدا ہی نہ ہو۔لیکن پیدہ کرنے میں نام بندے کا بھی ہے ،فلاں کا بیٹا ،فلاں کے گھر بیٹا پیدا ہوا،فلاں نے بیٹا جنا،یہ کیا ہے، پیدا کرنیوالے کے دو نام کیسے؟ جب اُسے مانا جاتا ہے تو پھر باقی وسیلوں سے انکار کیوں ہے؟ قادر کی قدرت کا انکاری انسان کیوں ہے؟ اے بھائی! ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جاتا۔اور نہ ہی ہر چیز کی ناپ تول اچھی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

؎ اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اِسے تنہا بھی چھوڑ دے

دیگر شعر

؎ صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دِل نہ کر قبول

وصیت

ہاں حضور حاجن سائیں مردِ قلندر کی قبر مبارک دو قبروں کے درمیان بنائی گئی

۔اور بعد نماز جنازہ مدفون کر دیا گیا آج تک آپ کی قبر دیدنی اور تصدیق و

تسلیم شدہ ہے۔ بعد از وصال مرشد، بخت سائیں نے مرثیہ کہا۔ مرثیہ پیر

طریقت مردِ قلندر حضور حضرت محمد یعقوب سائیں اُویسی علیہ رحمۃ

حضرت حاجن سائیں لجپرور۔ جگ دنیا توں وِیس وٹائے

گھونگھٹ پا کر رُخ تے دلبر۔ ملک بقا وچ ڈیرے لائے

حضرت حاجن سائیں سیرانی۔ اُولیاواں دے وِچ ہن لاثانی

رِندیں تے کر گیئے سلطانی۔ زاہد کوں روحی سبق پڑھائے

اِتھی کر گیئے پاک کمائی۔ اُوجھی اللہ نے جا ڈیوائی

سجناں دے اَدھ وچ لائیس شاہی۔ ڈاڈے سئیں سڈ کول سمائے

توڑیں ظاہر بے پرور ہن۔ باطن گھندے درد ونڈاہن

رُہنما ہن شہنشاہ ہن۔ فقیری امیری دے شان چھکائے

پیر عبدالخالق سئیں دا کٹھرا۔ ڈیکھ آمد کوں ودھ گیا سارا

خلقت ڈیکھ آئی نظارا۔ ڈیکھدیں کنہاں دِل گھول گھمائے

حضرت کھرل دے شان کیا آکھاں۔ رنگیے رنگݨ وچ راہبر لاکھاں
تختا پیر دے در دیاں خاکاں۔ چُمدے تھیسن بخت سوائے

نمونہ کلام حضور قبلہ حاجن سائیں واصلؔ

ڈوہڑے

ل لمبڑا پندھ پہاڑ دا اِی سسی پیر پیادیاں ہُٹ پئی
اُدھی رات آئی لڈ ہوت گیئے کوئی بھاہ نمانڑیں دی لُٹ پئی
مُٹھی ہک اکیلی ٹُر پئی سب سینگیاں دی سنگت ٹُرٹ پئی
واصلؔ یار تھلاں وچ رِل پیا سسی کیچ دے پندھاں توں چھُٹ پئی



و۔ وقت اخیر دا ہوونڑا اِی۔ سُوہنڑا رب رحیم رحمٰن جانڑے
جانڑے شافعی اُمت والا۔ یا حضرت پیر پیرانؒ جانڑے
خواجہ اویس نوں اِے لاج سبھو۔ میرے درداں دا درمان جانڑے
آہے واصلؔ عبدالخالقؒ جانڑے۔ یا حاجی شیر دیوانؒ جانڑے

حضور حضرت محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسی

حضور نے بھر پور طریقے سے پیری مریدی کی۔ ہر جگہ دین کی تبلیغ، جلسے

جلوس، نعت خوانیاں، اہل سُنت والجماعت کے فروغ کیلئے خوب جدو جہد فرمائی۔ عمر بھر سیر و سیاحت آپ کا شیوہ رہا۔ بیماری کے دوران ڈاکٹروں نے آپ کو سفر سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا "فقیر دو باتیں ترک نہیں کرسکتا۔ ایک سفر، دوسرا چائے، یہ دونوں چیزیں ہماری گھٹی میں ہیں اور اپنے طریقے کی سُنت ہیں۔ اِسے کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے۔ اور اس پر عمل تا حیات رہا۔ آپ کا وصال ۷ فروری ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ میں ہوا۔ بخت سائیں نے مرثیہ پڑھا۔

مرثیہ

حضرت بالا دین لجپر ور۔ ہن سلطاناں دے سلطان

مُلک بقا وچ ڈیرے لائے۔ چھوڑ گئے ہن فانی جہان

تاریخ ۱۲ ربیع الثانی۔ ویس وٹایا سئیں سیرانی

خلقت رُو رُو تھئی دیوانی۔ ہر ہک دِل کوں ہے ارمان

حاجن سئیں دے نورِ نظر ہن۔ صالح سئیں دے لِے دلبر ہن

جملہ مُریدیں دِے رہبر ہن۔ لہندے سنبھالاں ہر ہر آن

خانقاہ شریف آدیرے لائے۔ بزرگاں نال سُہاگ سہائے

جنّت ونگوں ڈِسدی جا ہے۔ حور ملائک رہن حیران

اولاد ساری کوں وَہ رنگ لائے۔ عربی فارسی علم پڑھائے
چھوٹیں وڈیں کوں کامل بنڑا ڳئے۔ سب ہن بیشک صاحب عرفان
شاہ پور شریف تے رنگ سلطانی آڈیکھو مسجد نورانی۔ ہر ویلھے رہندے ذکر قرآنی کئی بنڑ ڳئے حافظ قرآن
جیئں جاء تے سئیں سفر فرمیندے۔ جلسے دین اسلام دے لیندے
قرآن کریم دے موتی ونڈیندے۔ جھولیاں بھر بھر ڳئے کئی انسان
بخت اَن پڑھ بردیں دا بردا۔ سوہنڑے حاجن پیر دے در دا
فیض ملیا ہے سب ہیں گھر دا۔ کیتے غریب تے لکھ لکھ دان
حکمت و ہومیو پیتھی شاگرد بخت زادہ محمود الحسن اویسی۔ جھوک بخت احمد پور لمہ

صحبتِ صالح تُرا صالح کُند صحبتِ طالع تُرا طالع کُند

حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی

حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی کی صحبت اور ہم نشینی کے مزے ابا حضور بخت سائیں نے بہت اٹھائے تاثیرِ صحبت اِس قدر اثر انداز ہوئی۔ کہ پیر اور فقیر یک جان دو قالب ہو گئے۔ صحبتِ صالح کا فیض ہم پر بھی ہوا۔ یہ اعتراف حقیقت ہے ہرگز مبالغہ نہیں اگر کوئی نہ مانے تو میری بلا سے۔ پیر بھائیوں نے سرکار صالح اُویسی کو آخری عمر میں دیکھا تھا۔ کہ ضعیفی اور کمزورطبع کے سبب آپ کا چلنا پھرنا نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن جھوک بخت پر فقیر سائیں کا پھیرا

لازم تھا۔ کار پر آتے تھے۔ اور کار سے اُٹھا کر کُرسی پر بٹھا کر جھوک بخت میں اپنی نشست تک لایا جاتا تھا۔ اِس ایثار پر قربان جایئے۔ اور سنتِ سیرانی بادشاہ کی ادائیگی آخری عمر تک قائم رہی۔ تواضع خاطر چائے پیش کرنے کی میں عرض کرتا تھا تو بجواب فرماتے " چاہ چاہت تو ہمیں یہاں لے آئی ہے۔ تو چائے بھی چلے" پھر چائے کے سلسلے میں ایک قطعہ بھی پڑھتے تھے جو ذوق وشوق کو دوبالا کر دیتا تھا۔ کیا بات ہے سرکار کی۔ اب وہ ہستیاں اور اپنی مستیاں کہاں سے لائیں! سرکار اُویسی کا فرمایا ہوا

"قطعہ"

چائے پینے سے چاہ بڑھتی ہے
اُلفتِ رسم وراہ بڑھتی ہے
چائے پینے سے جانِ عزیز
دوستی بے پناہ بڑھتی ہے

مرثیہ کافی وصال حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی سرکارؒ ۱۰ مارچ ۱۹۹۴ء بمطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ بروز جمعرات بوقت ۱۰ بجے دن

مرثیہ

نبویؐ عاشق ایہے صادِقین ہن۔ ملیا اُویس توں فیض روحانی

سئیں دے سر سلطانی دستار ہن۔ سب بھراواں نال پیار ہن

چاچے سئیں دے خدمت گار ہن۔ چُمدے صالح سئیں پیشانی

سئیں ملتان کنوں تھئے تیار ہَن۔ کنبے سودھ چڑھئے وچ کار ہن

کیتے راہ وچ قضا نے وار ہن۔ سئیں چھوڑ گئے جگ فانی

گاڈی سڑک دے باہر آ جھلی۔ آئی تقدیر محض نہ ٹلی

کلمے طیّب تے زبان پئی چلی۔ اِیہہ ہئی طاقت ایمانی

تھئی موت نہ آسے پاسے۔ اُویسی باغ دے چنڑیے پھُل خاصے

ہک اہلیہ تے ڈُو ہن نواسے۔ پنجویں ڈرائیور دی چڑھدی جوانی

اِیجھا صدمہ اَچانک آیا۔ ہک پل وچ تھی گیا صفایا

کہیں نہ پانی آن پلایا۔ تھئے پنج شہید لاثانی

تھیاں زخم زدہ ڈُوں مائیاں۔ اللہ کرے وی اُنہاں دیاں چنگایاں

شفا یاب تھیون سئیں دِیاں جایاں۔ رہے جگ تے قائم نشانی

ایکسیڈنٹ داتھی گیا بہانہ۔ عزرائیل نے آندا پُروانہ

ہا ایویں حکم رَبانہ۔ سئیں من گے اُمر ربانی

﴿یاراں اپریل﴾

بَر وصال حضرت ایزد بخش سائیں

خلف الرشید حضرت محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسی شاہ پور شریف

آپ بڑے حُسن ور مہ جبین شہزادے سلطانی تھے۔ جمال پرست لوگ دیدار پا کر دیدہ ودل ٹھنڈا کرتے تھے۔ اور اکثر آپ کو یوسف ثانی کہتے تھے۔ قدرت کی دین ہے، عطا ہے، کسی کو حسن صورت بخشے کسی کو حسنِ سیرت بخشے مگر یہاں دونوں حُسن یکجا تھے۔ اور پھر بیماری کی صورت امتحان بھی بھاری۔ آپ بہت سال بیمار رہے ہم نے دیکھا بیماری آزاری میں بڑے صابر تھے۔ وِردشکر زبان پر ہوتا تھا۔ کیا کہوں آخر بیماری جان لیوا ہوئی۔ آپ کے دونوں صاحب زادے بھی شہزادے ہیں۔ اللہ پاک ان پر اپنا خاص کرم فرمائے اور نظر بد سے بچائے۔ آمین یا معین! بخت سائیں نے مرثیہ پڑھا، جو میں لکھتا ہوں۔

مرثیہ

ایزد بخش سئیں سیرانی سئیں۔ چھوڑ گئے جگ فانی

تاریخ ۲۱ ذوالحجہ آئی۔ ہک پل وچ تھی گئی جدائی

آیا ایویں اُمر الٰہی۔ سئیں من گے حکم ربانی

حسینے وچ حسن وَر ہن۔ ماہتاب مثلِ دلبر ہن

رُخ ڈیکھ دِلیں وینِدیاں ٹھر ہن۔ رَب بخشی صورت نورانی

سولہاں سال دی ہئی بیماری۔ تھیا بند بند جان آزاری

رَہے پڑھدے شکر غفاری۔ ہا وِرد سدا سبحانی

نہ کینہ بغض حسد ہا۔ سئیں دا خلق اخلاق بہوں وَدھ ہا

وفاداری دا شان بے حَد ہا۔ ہئی سر تے پگ سلطانی

سارے دِل کے منگوایہہ دعائیں۔ سئیں دے جیون لعل ڈوہائیں

رازی ہووے اللہ سئیں۔ رَج مانَن جند جوانی

صالح سئیں نے اُوصد مے نبھائے۔ جو متواتر صدمے آئے

اَچانک سب بجن سِدھائے۔ ہن سارے دل دے جانی

حافظ نظام الدین سئیں پیارے۔ وڈے بھار چائے سر بھارے

روندے رہ گئے بھائی چارے۔ ڈِتے تحفے بھائی کوں قرآنی

آیا بخت ایہہ جمعہ وارے۔ بُڑی شاہ پور سئیں دی مزارے

آ ڈیکھ سُوہنڑا دَربارے۔ رَلے مسجد ہے وڈ شانی

سائیں قطب الدین سئیں سلطانی!

آپ سلطان الاولیا سلطان بالا دین سئیں بادشاہ کے پانچویں درجے پر فرزند ارجمند تھے۔ بڑے ذہین مَردم شناس درویش منش تھے۔ ہائے افسوس کاتبِ تقدیر نے عمر تھوڑی لکھی۔ آپ عالمِ شباب میں مختصر بیماری میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ یہاں والوں کا پیار ادھورا رہا۔ ہر تعلقدار تشنہ کام رہا۔ نام ونشان کیلئے ایک بیٹا محمد سلطان اُویس جہانِ فانی میں ہے۔ اللہ کرے وہ عمر دراز پائے۔ اور نام روشن ہو آمین!

حضرت ولی محمد سئیں اُویسی

حضرت ولی محمد سئیں اُویسی سلطانی فرزند اپنے نام کی طرح ولی ہیں۔ ولایت اس گھرانے اُویسی کی خدائی تقسیم ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ بلکہ یہ رنگے ہوئے لوگ آگے بھی جسے چاہیں دے دیں۔ ایک نظر میں کئی پروانے کئی مستانے کئی دیوانے اور بخت جیسے بنائے۔ بقول مولوی محمد یار فریدیؒ

گڑھی وال۔(رنگیں چشتیاں دے گھر گھر کوں کھرل دی گال کیا پچھدیں)

سب سے چھوٹے فرزندِ سلطانی حضرت معین الدین اُویسی ہیں

جو اپنے قبلہ گاہ سلطان سئیں کا پیار تو پا سکے لیکن زیادہ نہ پا سکے کہ ابھی تھوڑی عمر تھی کہ سایہ سلطانی سر سے اُٹھ گیا۔یہ حسرت ناک بات ہے۔اللہ پاک معین الدین سئیں کی جھولی میں اور نعمتیں بھرے۔یہاں پر اچھی نظر کا ذکر آیا ہے ہم تو اچھی نظر کو ماننے والے ہیں اور کچھ لوگ بری نظر کو مانتے ہیں لیکن بد قسمتی دیکھو اچھی نظر، نگاہِ ولی کو نہیں مانتے جس سے قادرِ مطلق تقدیریں بدل دیتا ہے۔

بقول علامہ اقبال

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ابا حضور سائیں فقیر بخت سائیں

نے مجھے ایک موقعہ یہ واقعہ سنایا تھا۔اور کچھ لوگ بھی حاضر مجلس تھے۔کہ مجھے اپنی عمر شماری کا اور اندازہ تو نہیں،البتہ اتنا یاد ہے کہ حضور خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والی سرکار کا دور یا زمانہ یاد پڑتا ہے۔آپ کی شاعری کا خوب ڈنکا تھا۔کبھی کبھی میں بھی سن پاتا تھا اور اشتیاقِ ملاقات ہوتا تھا۔ایک موقعہ میرے ابا سئیں نبی بخش خان رانا اپنے چند دوستوں کے ساتھ خان پور جا

رہے تھے۔ کہ وہاں حضرت خواجہ صاحب آ رہے ہیں۔ اُن کی زیارت مقصود تھی۔ تو میں نے بھی یہ پروگرام سن کر اپنے ابا سائیں سے عرض کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلیں۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ فرمان ہوا۔ پھر کبھی۔ لہٰذا وہ چلے گئے اور واپسی پر یہ حال سنایا تھا جو یاد پڑتا ہے وہ سناتا ہوں۔ کہ ابا حضور نے سنایا ''ہم لوگ خواجہ صاحب کو سوار کرانے کے لئے اسٹیشن خان پور آئے خواجہ صاحب کے ہمراہ گاڑی کے انتظار میں کھڑے تھے۔ جب گاڑی کی آمد ہوئی۔ تو گاڑی کے امریکن انجن کی آواز ''چھک چھک'' پر خواجہ صاحب کو وجد ہو گیا۔ بڑی دیر تک خواجہ صاحب پر یہ کیفیت طاری رہی اور لوگ گاڑی سے اُتر کر یہ حال دیکھتے رہے۔ پھر جب آپ اس کیفیت سے باہر ہوئے۔ تو کسی نے ہمت کر کے خواجہ صاحب سے وجد کی وجہ دریافت کی۔ کہ کس بات پر وجد طاری ہوا نہ ساز نہ آواز تو آپ نے فرمایا'' آپ لوگوں نے نہیں سنا، نہیں سمجھا، کہ گاڑی کا انجن ایک لوہا ہو کر کہتا آ رہا تھا'' اللہ ہو، اللہ ہو، لوہا ہو کر ذکر خدا کر رہا تھا اور ہم بندے ہو کر ذکرِ خدا سے غافل ہیں'' لہٰذا کیفیت طاری ہو گئی طبیعت بے اختیار ہو گئی۔ یہ واقعہ اس کی یادداشت سے اندازہ فقیر سائیں کی عمر کا کیا جا سکتا ہے کہ اس قدر یادداشت تقریباً بارہ سال کی عمر والے کی ہو سکتی ہے۔ اور اب خواجہ صاحب

کے وصال کو ایک سو ایک سال ہو گیا ہے۔ سن ۱۹۰۱ء میں خواجہ صاحب کا وصال ہوا۔ اس لحاظ سے فقیر سائیں کی عمر ایک سو تیرہ سال بنتی ہے۔ گویا آپ تین صدیاں دیکھ چکے ہیں۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ!!

آہ بخت سائیں......واہ بخت سائیں!

میں اپنی زندگی میں جس گھڑی سے ڈرتا تھا۔ دِل خوف کھاتا تھا۔ دماغ میں سوچ آتے ہی دماغ ماؤف ہو جاتا تھا۔ آخر وہ گھڑی آ ہی گئی کہ قبلہ گاہ ابا حضور بخت سئیں ۲۴ مارچ ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت ۱۵۔۵ بجے علی الصبح ٹھیک فجر کی آذان کے ہوتے وقت آپ نے اِس جہان کا آخری وقت کیا۔ آپ دارالبقاء رحلت فرما کر واصل بحق ہوئے۔ جھوک بخت سے عالمِ ارواح پرواز فرما گئے۔ یہاں والوں کو جدائی دی اور وہاں والوں سے وصل کیا۔ حدیث مبارکہ ہے "الموت جسد یوصلِ الحبیب الی الحبیب" کہ موت حبیب کو حبیب سے ملانے کا پُل ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ کا ترجمہ ہے "تحقیق اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔

فنا کیسی بقا کیسی جب اُس کے آشنا ٹھہرے

کبھی اِس گھر میں آ نکلے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

یہ وہی معاملہ ہوا مگر ہمارے لئے کیا سے کیا ہو گیا۔ ادھر کی دنیا اُدھر ہو گئی۔
زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ آسمان سر پہ نہیں رہا۔ یہ خبر ہوش خطا مجھے
گوٹھ دڑی میر سُندر خان میں ملی۔ خبر پاتے ہی بے ہوش ہو گیا وہاں سے
مجھے ابا حضور کے عقیدت کیش مرید ڈاٹسن گاڑی میں ڈال کر اِدھر گھر لائے
نہ راستے کی خبر نہ منزل کا پتہ بس بے خبر رہا۔ کہتے ہیں بڑی دیر بعد جان میں
جان آئی۔ آخری دیدار پا کر حالت کیفیت کچھ ایسی تھی۔ شاید اِس نعمت سے
محروم رہ جاتا۔ لیکن یہ بھی ابا حضور بخت سائیں کا فیضان ہوا۔ کہ ہوش مندی
میں دیدار بخت ہوا۔ یوں محسوس ہوا آپ نے تھپکی دی اور حوصلہ بخشا۔ خبر
پاتے ہی حضور حضرت غلام اُویس سائیں اُویسی سجادہ نشین خانقاہ شریف گویا
حضور صالح محمد سائیں اُویسی شہنشاہ تشریف لائے۔ دوسرے حضور سلطان
محمد بالا دین سائیں کی نمائندگی حضرت حافظ نظام الدین سائیں اُویسی فقیر
کی خاطر پروانہ وار پہنچے۔ صدقے جایئے کھرلوں کی بج پالی کے، فقیر نوازی
پر۔ حضرت قطب الدین سائیں اُویسی کے صاحبزادے بھی آ پہنچے۔ سب
نے یہ دیکھا کہ سجادہ نشین دربار محمد یہ فریدیہ گڑھی شریف خواجہ قطب الدین

صاحب بھی جنازہ میں شریک ہوئے۔

اور آخری دیدار بخت سائیں کا پایا۔اور لوگوں کی تو حد شمار نہ تھی۔جس کسی کو خبر ہوئی اُس نے آگے دوسرے تعلقداروں کو ٹیلیفون پر خبر دیدی۔ایک ہی دن میں شام تک ہزاروں کا مجمع ہو گیا انہیں سے حُب دار پہنچ گئے۔ایک حُب دار مولوی عبدالستار جسے صوفی عبدالستار کہنا زیادہ سچ ہے وہ تو بے خبری میں آ پہنچا۔کوئی اندرونی اطلاع ملی ہو گی۔نماز عصر ہائی سکول گراؤنڈ احمد پور لمہ میں جنازہ ہوا سائیں بخت سائیں بخشیں والے کا جنازہ حضور حافظ نظام الدین سائیں اُویسی نے پڑھایا۔سُبحان اللہ کیا بخت کے بخت ہوئے۔بعد میں ہمیں علم ہوا کہ جنازہ پڑھانے کا وعدہ پہلے کا تھا جو آج وفا ہوا قول کے پکے لوگ قول نبھاتے ہیں۔لوگوں کا اندازہ ہے کہ جنازہ میں شریک کم وبیش بیس ہزار آدمی ہوں گے میدان پورا بھر چُکا تھا۔کچھ لوگ یہ کہتے بھی سُنے گئے کہ جنازہ میں آدمی تھے کہ فرشتے بھی شریک ہوئے۔بہت نئے چہرے جنازے میں لگتے تھے۔یہ کون تھے؟ احمد پور لمہ کے آبادکار لوگ۔ بلکہ سخت فرقے کے لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اپنی یہاں کی پچاس سالہ

زندگی میں ایسا بھر پور جنازہ نہیں دیکھا۔ نہ امیر کا نہ کبیر کا جو ایک درویش فقیر سائیں کا جنازہ دیکھا۔ یہی کرامتِ فقیر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور سنو، یاد رکھو کہ فقیر سائیں کی قبر میں پہلے مرشد کریم حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی گئے۔ کچھ دیر بیٹھ کر قرآن کی سورتیں پڑھتے رہے جب قبر سے باہر آئے تو فرمانے لگے کہ واہ فقیر سائیں تیری قبر، یہ تو جنت کا ٹکڑا لگتی ہے۔ اور اندر راحت ہی راحت پائی اور حضرت نے کرم فرمایا فقیر سئیں کی جسد کو قبر میں اُتارا۔ اور قبر کی موری بند ہونے تک پڑھتے رہے قبر پر موجود رہے فقیر زادوں کو اپنے ہمراہ رکھا جب موری بند ہوئی تو آپ نے، حضرت حافظ صاحب نے لرز کر کپکپی آواز میں قبر کو خطاب کیا اے قبر خبردار! خیال کرنا حضور حاجن سئیںؒ کی امانت تیرے سپرد ہو رہی ہے ''فقیر سئیں'' یہ اعلان قبر کے اُوپر کھڑے لوگوں نے آسانی سے سنا۔ اور قبر کے اندر والے کو بھی یقیناً پہنچا ہوگا۔ پھر کرم ہی کرم ہوگا سننے والو، پڑھنے والو، تم بھی یقین کرلو کہ بخت سئیں کے دونوں جہان سنور گئے، روشن ہو گئے۔ اجتماعی دُعائیں شریک ہزاروں کا مجمع دعائے مغفرت کر رہا تھا۔ یہ بندہ بھی اس طور دل وزبان سے کہہ رہا تھا دُعا گو تھا۔

بقول شاعر

؎ خدا کی تم پہ رحمت ہو، محمد ﷺ کی شفاعت ہو

دعا میری سدا یہ ہے، تجھے جنت میں راحت ہو

بعد میں حضور حافظ صاحب قبلہ نے یہ بھی فرمایا ''حضور فقیر اُویسیؒ کا فقیر سئیں پر خصوصی کرم اور محبت بخت سئیں کے عشقِ لازوال کا مظہر تھی۔

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے

دیدۂ کور کو کیا نظر آئے وہ کیا دیکھے

واقعی بات تو ہے باطنی دید بصیرت کی۔ ظاہری دید بصارت والے کیا دیکھیں کیسے دیکھیں؟ بصارت والے بصیرت والے لوگوں کو کیسے پہچانیں۔ محاورہ ہے ''ولی را ولی شناس، چور را چور شناس'' ہر ایک اپنی جنس کو جانتا پہچانتا ہے ۔قصور کسی کا نہیں ایک دوسرے سے بحث و مباحثہ عبث ہے۔ ''تُو اپنڑی گُدڑی سنبھال، تینوں ہور نال کی'' (بزبان پنجابی) یہ بھی کرم کی بات ہے کہ فقیر سئیں کی قبر پر آذان حضور حافظ محمد نظام الدین سئیں نے فرمائی اور قبر کی جگہ کی منظوری حضور غلام اُویس سائیں نے فرمائی۔ بخت سائیں کی وصیت

مطابق یہ عمل ہوا۔ جسکی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ

؎ جتھ بختاؔ قدم راہبر دے ہوون میڈی اون مجا قبر بنڑ یجو

آخر وہی بات پوری ہوئی۔

آہ بخت واہ بخت !

سائیں بخت سائیں کی (۱۱۳) ایک سو تیرہ سالہ زندگی کا بیشتر وقت سب مخلوقِ خدا پر فیضان کرتے گزرا۔ یہ وجہ اپنے مُرشد کریم کی دعا بھی ہے اور سلسلہ سیرانیہ کی سُنت بھی کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی بادشاہ کا معمول تھا اور یہ بھی سنو۔ کہ جس جگہ آپ قیام فرماتے تھے یا تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں سے جاتے وقت کسی نہ کسی پر فیض کر کے جاتے تھے اُسے روحانی رنگ میں رنگ کے جاتے تھے۔ بےفیض کسی جگہ سے جانا ہرگز شیوۂ سیرانی نہ تھا۔ فقیر اُویسی اور اب تک خاندانِ اُویسی کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔ کہ فیضان جاری وساری رکھتے ہیں۔ اُویسی خاندان سے نسبت رکھنے والے بختؔ سائیں نے بھی زندگی بھر یہی طور طریقہ اپنائے رکھا۔ جہاں کہیں بھی گئے فیض دینی دُنیاوی بصورت نگاہ ودعا کرتے رہے لوگ شہادت دیتے ہیں

کہ بخت سائیں سخاوت کا خزانہ تھے اور خزانہ لٹانے میں بُخل نہ رکھتے تھے۔ فیض ہی فیض فرماتے تھے۔ لنگر عام چلا گئے اور اب بھی روحانی تصرف سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور جاری رہے گا۔ کہ وہ خود نگہبان ہیں۔ یہ جو کچھ میں بخت زادہ محمود الحسن اُویسی تحریر کررہا ہوں۔ حقیقت حال لکھ رہا ہوں۔ یہ بھی آپ کا رحانی تصرف ہے میرے سان وگمان میں نہ تھا۔ میری یادداشت میں کم تھا۔ لیکن فی الوقت بخت سائیں کے مزار مُبارک کے زیرِ سایہ بیٹھا ہوں اور خیال کی آمد شاعری کی طرح خود بخود آ رہی ہے اور میں لکھے جا رہا ہوں۔ بہت کچھ لکھ گیا ہوں۔ وگرنہ میں کہاں۔ یہ مقام کی باتیں کہاں۔!

بخت سائیں نے اس جہان کا سفر کرتے کرتے دوسرے جہان کا سفر (۲۰۰۰ء۔۳۔۲۴) بروز جمعتہ المبارک علی الصبح فرمایا۔ اِس سے چند دن پہلے اپنے مرشد زادے حضور غلام اُویس سائیں اُویسی کے ہمراہ بستی لعل خان المانی بَر مکان نئی کوٹھی خان عبدالقادر خان المانی کی دعوت بصورت میلاد شریف پر گئے۔ یہ سفر جہانِ فانی کا آخری سفر گنا جاتا ہے۔ لعل خان المانی اول مُرید کے گھر کا قدم آخری قدم ہوا۔ آخری شب بخت سائیں کے ساتھ مستری محمد حنیف دھاندو، مستری عبدالخالق پوجھنج، صوفی محمد فاضل جھنج

نے مجلس کی اور بخت سائیں اپنا کلام دیر گئے تک بڑے جوش و جذبے سے سناتے رہے۔ ہم لوگ شاہد ہیں۔

آخری سفر ہوا مرگِ مفاجات ہوئی اور بختؔ گیا، آہ بختؔ گیا!!!

''قطعہ وفات بختؔ''......از نور محمدؔ دردی۔ کوٹ سبزل

بزبانِ سرائیکی

ادب دے ستاریں وچ قمر منڑاں پوسے
گیا بختؔ ڈُوکھ تے ڈُمر منڑاں پوسے
ساڈے وچوں ٹُر گے اَدب دا سکندر
ایہو دَر دیؔ رَبّ دا اَمر منڑا پوسے

نوٹ: بخت سائیں کا جنازہ کلمہ پاک اور نعت خوانی کے ساتھ اٹھایا گیا۔ جو احمد پور لمہ کی تاریخ میں پہلا جنازہ شمار کیا جاتا ہے۔ منظور احمد اور لعل بخش قوال نے بخت سائیں کا جنازہ اٹھاتے اور آتے جاتے وقت (خود صاحب جنازہ بخت سائیں کی یہ نعت پڑھی)۔

دلیں لٹیٹین محمد مصطفیٰ ﷺ دا شان کیا پچھدیں
محمد ﷺ نور ہے نورِ خدا دا شان کیا پچھدیں

موت بھی ایک سربستہ راز ہے!

ہر ذی روح پر مرنے کے بعد یہ راز کھلے گا اور ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ''کل نفسٍ ذائقۃ الموت'' یہ بات حق ہے اور حق تعالیٰ کے سب کرشمے ہیں۔تمامی عالم ۔عالمِ ناسوت،عالمِ جبروت،عالمِ ملکوت،عالمِ لاہوت،عالمِ ہاہوت،فنا فی اللہ،بقاء باللہ۔یہ کارساز کی کارسازی ہے۔کہنے کو بہت کچھ کہا جاتا ہے موت کے بعد کیا ہوگا۔اس نام سے ایک کتاب لکھی گئی ہے۔میں تو یہی کہوں گا کہ ماں کا پیٹ بھی ایک جہان تھا۔پیدا ہوتے وقت بچہ روتا ہوا آیا۔وہ ذی روح بچہ سمجھا کہ مجھے اپنے گھر سے اپنے جہان سے جدا کیا گیا ہے حالانکہ وہ اس کا دائمی گھر نہ تھا۔پھر اس جہان میں آکر بڑھا پھولا ۔زندگی کی بہاریں دیکھیں کسی کے نصیب لڑکپن بچپن،کسی کے نصیب جوانی آئی،اور کسی کے نصیب بڑھاپا آیا۔ہر ایک نے مختلف عمریں پائیں ۔پھر اپنے اپنے وقت پر اس جہان سے کوچ ہوا۔تو بندہ سمجھا میں یہاں کا تھا۔ہائے یہاں سے کہاں گیا۔یہ بھی ایک مفروضہ ہے خدا جانے اگلا جہاں کس کیلئے کتنا اچھا اور عمدہ ہوگا۔دینِ اسلام نے راہنمائی فرمائی ہے۔کہا اسلام پر عمل کرنا بندہ پر فرض ہے۔بندے کو بندگی کر کے بندگی کا ثبوت پیش کرنا ہے۔آگے معاملہ کریم کے فضل پر ہے۔بقول بخت سائیں

''عدل دی نمی تاب چاؤن دے لائق۔ فضل جا کریں تاں ہاں نبھاون دے لائق''

اور زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو زندگی میں موت کا راز پا لیتے ہیں۔ یہ انمول لوگ اللہ کے کرم والے ہوتے ہیں جو ''موتو قبلل ان تموتو''۔ ہوتے ہیں۔(موت سے پہلے مر جانا) یعنی اپنی زندگی میں ''میں'' یعنی تکبر کو ختم کر دیتے ہیں اپنی ذات کی نفی اور اللہ کا اثبات کر لیتے ہیں۔ میں جب ختم ہو گئی تو پھر تو ہی تو فنافی اللہ کے بعد بقاء باللہ۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مقام قرب حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن کریم کے کرم سے۔ پھر کیا نہیں ہوتا؟ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

بیماری آزاری میں بھی راز پایا!

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنی عمر کے ۶۵ پینسٹھ سال تک زیر سایہ بخت سائیں صحت مند رکھا اور سیر و سیاحت کے خوب لطف اٹھائے۔ ایک نسبت سیرانی دوسرا طبع سیلانی دونوں نے ملکر جلوے دکھائے۔ کائنات میں جلوے ہی جلوے ہیں۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے

''صد جلوہ رو برو ہے جو مژگاں اٹھایئے طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھایئے

میرے قبلہ گاہ ابا حضور بخت سائیں کا وصال ۲۰۰-۳-۲۴ کو ہوا اس وقت اتفاق سے مجھے نزلہ زکام تھا۔ میں نے ناگہاں وفات حسرت آیات کی جو خبر

سنی تو ایکدم دھچکا لگا۔ اور نزلے کا مواد اندر پھیپھڑوں پر بیٹھ گیا۔ مواد جم گیا۔
اور دم کشی کی کیفیت شکایت شروع ہوگئی جس نے مجھے یکلخت بٹھا دیا۔ تا دم تحر
یر ایک سال سے کچھ اوپر کا عرصہ ہو چلا ہے۔ تقریباً محدود بیٹھا ہوا
ہوں۔ ظاہری صورت تو بیماری کی ہے۔ اصل میں مجھے درگاہ بخت سائیں پر
بٹھانا مقصود لگتا ہے۔ دوسرا راز بیماری کا یہ پایا۔ کہ اس عرصے میں بیٹھ کر دوبارہ
دیوان بخت کی ترتیب دی اور بخت سائیں کے پہلے عرس مبارک کے موقعے
مجلد دیدہ زیب دیوان بخت چھپوالیا جس کی رونمائی بدست حضور ''حضرت
غلام اویس سائیں اُویسی'' ۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ کو افتتاحی تقریب عرس ''بخت سا
ئیں'' کے موقع پر ہوئی۔ پہلے عرس کے موقع پر بخت سنگت کو دیوان بخت کا
انمول تحفہ ملا۔ اس عرصے میں بیٹھ کر چند یادداشتیں ''بخت جلوے'' کے عنوان
پر جمع ہورہی ہیں اور جو ضروری سمجھی گئیں۔ اسے پڑھنے والے ضروری سمجھیں
گے۔ انشاءاللہ۔ بخت ایسی شخصیت کے کچھ نمایاں پہلو جسے میں جانتا ہوں وہ
میں لکھ رہا ہوں۔ جو اور کوئی عقیدت مند جانتا ہے وہ لکھے گا ''قطرہ قطرہ دریا
مے مشود ہو جائے گا۔ اور یہ یادگاریں رہتی دنیا تک یادرہیں گی۔ خدا لگتی بات
ہے کہ اس تصرف تحریر و تصنیف کو میں بخت سائیں کا فیضان مانتا ہوں۔ اس

میں میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ کمال والے کا کمال ہے۔ میں تو سست الوجود۔ تھوڑے علم کا مالک ہوں۔ لیکن اس کاوش پہ نازاں ہوں کہ کچھ کام مجھ سے لیا گیا اور کچھ کام مجھ سے ہوا۔ یہ بادشاہ سیرانی اُویسی اور بختؔ سائیں کا انتخاب ہے کہ مجھے بختؔ زادہ محمود الحسن اُویسی کو بٹھا کر اور خیال ڈال کر یہ موقعہ خدمت بخشا۔ ایک تمنا یہ بھی ہے کہ بیماری سے اور دعائے اُویسی سرکار اور دعائے بخت سائیں کی باطنی توجہ سے مجھے فائدہ ہو جائے تو بخت سنگت کو ہر محفل مجلس میں کلام بخت پڑھ کر سناؤں اور حقِ نمائندگی بخت سائیںؒ ادا کر سکوں۔ خداوند پاک شالا ایسا ہی کرے۔ آمین! (بخت زادہ محمود الحسن اُویسی)

؂ ''شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا''

یہ کرامت ہم نے بھی دیکھی!

آپ بھی آ کر دیکھ لیں! کہ فقیر سائیں کی وصیت کے مطابق جھوک بختؔ آخری آرام گاہ بختؔ بنائی گئی۔ یعنی قبر بنائی گئی۔ جگہ اتنی کم تھی کہ قبر کی مٹی رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ بخت کا ڈیرہ قبر بوقت مغرب لگا صبح کو سب نے دیکھا اور دیکھ رہے ہیں کہ جگہ اتنی کشادہ ہو گئی کہ کم و بیش سو آدمی بیک وقت حاضری دے سکتے ہیں

اور فاتحہ خوانی کر سکتے ہیں۔ لوگ اسے آپ کی کرامت کہہ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو! اور یہ بھی سن لیجئے کہ اس جگہ کی منظوری اپنے پیر زادہ حضور حضرت غلام اُو یس سائیں اُویسی سے تقریباً ایک سال پہلے لی تھی اور ان الفاظ کیساتھ لی تھی۔ راقم الحروف محمود الحسن اُویسی خود موجود تھا۔ فقیر سائیں عرض گزار ہوئے کہ سائیں میرا دست بستہ عرض ہے کہ فقیر کے دل کا خیال یہ تھا کہ۔ خانقاہ شریف حضرت کے قدموں میں جگہ ملتی۔ مگر اب راز یہی ہے کہ اس جگہ کی منظوری فرما دیجئے یہ وجہ بڑے حضور کہ قدم اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مناسب ہے کہ حضور ادھر تشریف لائیں گے تو یہاں آتے جاتے حضور کی نگاہ پڑتی رہے گی۔ فقیر مشرف دیدار ہوتا رہے گا۔ زندگی کا کچھ پتہ نہیں اب کنارے لگا بیٹھا ہوں تو ہر آن کرم کی نگاہ کا اُمیدوار ہوں اس عرضی کے بعد حضور نے دعا فرمائی۔ اب وہی بات صادق ہو رہی ہے۔ کہ حضور آتے جاتے فقیر کی قبر پر سلام دعا فرماتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ فاتحہ پڑھنے آتے ہیں اس جگہ کا انتخاب فقیر سائیں بادشاہ کا بہت بڑا راز سمجھا جا رہا ہے اس طور خاندان فقیر کی پہچان بن گئی ہے۔ چاروں صوبوں کے عقیدت مند آ جا رہے ہیں اور فیض پا رہے ہیں اور ہمیں گھر بیٹھے ثھوک

کے حساب سے دیدار ہو رہے ہیں ہم شاد کام ہو رہے ہیں۔ شکر خدا!

بقول عدمؒ ۔ ”کبھی تم ادھر بھی آ کر تو دیکھو۔ بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے“

یہ بھی سب نے دیکھا!

آپ کہ جنازے کے بعد صف ماتم پر ہندو سکھ مینگھوال بھی بڑی تعداد میں آ ئے فقیر کا فقر سب ملت و مذہب پر چھایا ہوا تھا تمام مذہبی فرقوں کے لوگ آئے۔ فقیر سائیں سب سے بیحد محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ یہی محبت عالمگیری کی دلیل ہے!

☆ رئیس کریم بخش صاحب درگھڑ وچہ۔ علاقہ جمال دین والی! ☆

نے بخت سائیں کے وصال کے بعد آ کر بتایا۔ کہ واللہ میں نے ۲۰۰۰-۳-۲۴ بوقت آخر شب منہ اندھیرے خواب میں دیکھا۔ کہ بخت سائیں کے حلیے والے آدمی بستر مرگ پر ہیں۔ اور آخری لمحات لگتے ہیں۔ اور دوسری طرف بطرف مغرب کیا دیکھتا ہوں کہ نورانی شکلوں والوں کا ہجوم مرنے والے کا انتظار کر رہا ہے۔ استقبال کیلئے کھڑا ہے ایسا لگتا ہے کہ فرشتے منتظر ہوں اور بلاوا کر رہے ہوں۔ اتنے میں مجھے بیداری ہوگئی۔ میں سوچتا رہا کہ یہ میں نے کیا دیکھا؟ بوقت شام بخت سائیں کے وصال کی خبر واقعتاً ملی تو تصدیق ہوگئی کہ یہی واقعہ تھا اور یہی وقت وصال تھا۔ ہر بات ٹکرا گئی اور خواب کی تعبیر مل گئی فقیر سائیں کی نعت کا شعر

بھی اس خواب کی تصدیق میں کافی ہے!

☆ ''توڑیں بخت بھن تیڈے اعمال کالے.....بشالا مرویں دل مصطفیٰ کوں سنبھالے
کیتی بھال بابنے تے آ کملی والے.....تے جنت دے کیتے آپے کھڑ سڈیندان''

☆ محمدؐ محمدؐ جیڑھے نت کریندان .... خدا دے خزانے سبھے اولٹیندان''

ایک خواب جو حقیقت لگا!

اپنے مخلص دوست عبدالقادر خان المانی نے وصالِ بخت کے چند دن بعد آ کر بیان کیا۔ کہ سائیں فقیر سائیں کے وصال سے صرف تین دن پہلے میری بہن نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بڑا میدان ہے اور وہاں بھاری آدمیوں کا مجمع لگا ہے۔ مجمع کے درمیان دیکھا گیا کہ حضور حضرت صالح محمد سائیں اُویسی بادشاہ چُپ چاپ بیٹھے ہیں۔ اور اُن کے آس پاس کچھ گٹھڑیاں بھی رکھی ہوئی ہیں ایسا لگتا ہے کہ کہیں سے آئے ہیں یا کہیں جانے کو تیار ہیں مگر خاموشی گہری طاری ہے تو ایسے میں کسی نے سرکار اُویسی سے سوال کیا۔ کہ سائیں! کہیں آپ جارہے ہیں، یا کہیں سے آرہے ہیں؟ تو سرکار اُویسی بجواب فرماتے ہیں کہ نہیں، آنا جانا نہیں بلکہ کسی کے آنے کا انتظار کررہے ہیں۔ ''کوئی آنے والا ہے'' صبح کو اُٹھ کر کہنے والی نے مجھے خواب سُنایا۔ مَیں چُپ چاپ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ

کی قدرت کہ تیسرے دن صبح صبح ہمیں فقیر سائیں کی خبر ملی۔ کہ اچانک علی الصبح وصال ہو گیا یہ خبر ملتے ہی مجھے اپنے خواب کی تعبیر مل گئی کہ فقیر اُویسی کو فقیر سائیں کا انتظار تھا یقیناً دوست دوست کی بھال رکھتا ہے!

دستار بندی بخت زادہ محمود الحسن اُویسی!

خدا لگتی بات ہے دستار بندی کا شرف بہت بڑا اشرف و اعزاز ہے حقیقت حال ہے کہ بندۂ ناچیز اِس قابل نہ تھا۔ لیکن بنانیوالے نے بنا دیا ہے یہ اُس کا راز ہے وہ اپنے راز کی خود حفاظت فرمائے گا۔ بموقعہ چہلم ۱۲ مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعتہ المبارک بوقت ۱۰ بجے بمقام مرکزی جامع مسجد شریف احمد پور لمہ دستار بندی محمود الحسن اُویسی کی حضور غلام اُویس سائیں اُویسی حضور حافظ محمد نظام الدین سائیں اُویسی نے اپنے دستِ مُبارک سے فرمائی (جس کا کام اُسی کو ساجھے) دوسرا محاورہ ہے (جس کی بکری وہی ڈالے گھاس) وہی معاملہ ہے ۔میں تو اِسی لمحے ایک کیفیتِ بیخوری میں یہی کہنے لگا۔ میاں محمد بخشؒ جہلمی سرکار کا یہ شعر دل و دماغ پہ چھایا ہوا پایا۔ کہ

ے ''خش خش جنہاں قدر نہ میرا ، تے صاحب نوں وڈیایاں

میں گلیاں دا روڑا کوڑا ، تے محل چڑھایا سائیاں!''

لاج والے کو لاج ہے یہ بڑی دستار ہے ''فقیر کی دستار'' مَیں نا تواں میری

طاقت سے بالاتر سر جھک گیا۔ ایکدم طبیعت میں انکساری پائی اس پر مداومت آپ بخت سائیں بخشیں گے۔ میں اپنے محاسبے میں ڈوبا ہوا ہوں۔ شالا بخت یاوری کرے آمین۔

"تیری یاد میں ہوا جب سے گُم، تیرے گُمشدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے، نہ فراق ہے نہ وصال ہے"

میں زندگی کے ۶۵ سال میں پہنچ گیا ہوں یہ عُمر کا آخری حصہ شمار ہوتا ہے لیکن سچ کہوں تو یہ سچ ہے کہ میں نے اپنی عُمر ابا حضور بخت سائیں کے زیرِ سایہ مثل بچپن کے گزاری ہے ذہن پر بچپنا ہی سوار رہا یہی اعتراف میں نے اپنے حلقہ احباب میں بارہا کیا۔ اپنے آپ سے بھی یہی کہتا رہا اِس وجہ سے سدا جوان رہا۔ دیکھنے والوں نے بھی تائیداً اکثر میری بات کی کی۔ یہ محض بخت کے بخت تھے۔ حالانکہ میں تاوقت دادا، نانا بھی ہوں عجب بات ہے عجب صورت ہے۔ آگے بھی بخت سائیں کو زندہ مانتا ہوں اس میں زندگی پاؤں گا۔ صاحبِ مزار بخت سائیں سے میری التجا ہے کہ جیسے آپ ظاہری زندگی میں نگاہ رکھتے تھے۔ اب باطنی زندگی میں بھی مُجھ پر۔ خاندانِ بخت پر اور جملہ بخت سنگت پر نگاہِ مہربانی فرمائیں گے۔ تو پھر بیڑا پار ہے۔ یقیناً پار ہوگا۔!

الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے   یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

نوٹ: بخت زادہ محمود الحسن اُویسی نے دستار بندی کے بعد اپنے چھوٹے بھائی عزیز الحسن عزیز کو خود بخود خوش دلی سے لنگر چلانے کی اجازت دے دی۔ چھوٹوں کو عزت دینا اُن پر شفقت کرنا عظیم کارنامہ ہے یہ بزرگوں کا فیضان ہے۔!

پہلا حوالہ بزبان بابو ملک محمد اختر صاحب شاد احمد پوری

کہتے ہیں غالباً سن 1995ء کا واقعہ ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ یہ بندۂ ناچیز مدینہ عالی پہنچا ہے۔ حرم پاک کے باب (دروازے) پر پہنچتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ دروازے کے عین درمیان میں ایک شخص کھڑے ہوئے ہیں۔ پوچھنے پر علم ہوا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ میں نے نیاز حاصل کئے اور ان سے پوچھا کہ حضور کریم ﷺ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو مجھے اشارے سے بتایا گیا کہ سرکارؐ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ادھر دیکھتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار مدینہؐ درمیان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دائیں بائیں حضور صالح محمد سائیں اُویسی حضور محمد سلطان بالا دین سائیں اُویسی میرے مرشد کریم بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے شرف قدمبوسی حاصل کیا کہ ان کے صدقے سے حضور پُر نور سرکار دو عالم ﷺ کا دیدار پایا۔ میں آگے کچھ نہ بول سکا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہوا کہ میاں! ''فقیر بخت علی بخت احمد پور لمہ والے کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مجھے آپ کا کلام بہت پسند ہے اور آپ کی

یاد دم بہ دم ہے۔ یہ پیغام میں نے بخت سائیں کی خدمت پہنچایا۔ آپ دم بخود ہو گئے، سر نیاز خم ہوا!

"یہ تیرا کرم ہے کہ نگاہ تیری اِدھر ہے"

دوسرا حوالہ بزبان بابو ملک محمد اختر صاحب شاد احمد پوری

حال ریلوے اسٹیشن ماسٹر صادق آباد نے حضور غلام اُویس سائیں اُویسی دیگر مجلس اور مجھے بھی اپنا خواب بیان کیا۔ کہ میں نے دیکھا۔ حضورؒ صالح محمد سائیں اُویسی سرکار ایک محفل میں بیٹھے ہیں اور سرکار نئی دستار خود باندھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ سرکار آپ کی دستار مُبارک وہ پہلے والی کہاں ہے؟ تو آپ نے دوسری طرف اشارہ فرمایا کہ وہ رکھی ہے میں نے اُس طرف دیکھا تو دستار مُبارک سے جلوے نُورانی نکل رہے ہیں۔ اور آسمان سے ٹکرا رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔ اور پھر یہ ارشاد اُویسی سرکار ہوا کہ یہی دستار میں نے بخت فقیر سائیں کو دیدی ہے۔ میں اس خبر سے چونک گیا۔ اور خواب سے بیدار ہو گیا۔ قابلِ غور ہے۔ کہ کس قدر پیر اور مُرشد کا رابطہ اور تعلق ہے؟ میرے محمود الحسن اُویسی کیلئے قابلِ فخر بات ہے۔ کہ وہی نورانی عظمت و شان والی دستار مُبارک میرے سر آئی۔ اس کی حفاظت میرے لیے ہر گونہ واجب ہے۔ خدا خیر رکھے آمین اللہ پاک حامی و ناصر ہو تب بات بنے !

قابل صد احترام نذیر احمد خان صاحب رانا

ماڈل ٹاؤن اے خان پور ضلع رحیم یار خان ! بے شک یہ صاحب کمال ہیں۔
حسن تحریر۔ خوشخطی کا فن۔ کوئی اِن سے سیکھے۔ رشتے میں تو اِن کا بھتیجا ہوں
مگر روحانی شاگرد ہوں۔ ظاہری دُوری بھی ہے پھر بھی قریبی قُربت رکھتا
ہوں۔ حضرت فقیر سائیں اِن کے بڑے بھائی ہوئے لیکن اِن کے آپس کا
تعلق نسبت روحانی بھی ہے۔ 'دیوان بخت۔ کلام بخت'۔ میں آپکی تحریریں
والہانہ محبت بخت کی آئینہ دار ہیں۔ اِن تحریروں کو پڑھ لینا تسلی و تشفی کیلئے
کافی ہوگا۔ 'عیاں راچہ بیاں' اِس دفعہ کتاب ''بخت جلوے'' تالیف ہونے
پر آپکی ''چچا جان'' کی خدمت میں حاضری دی اور عرض گذار ہوا۔ کہ اِس
کتاب کی برکت و عظمت کیلئے کچھ تحریر فرما دیجیے۔ تو بجواب فرمایا گیا۔ ''کہ
اب معذور ہوں۔ ہاتھ کام نہیں کرتے'' دفاغ ساتھ نہیں دیتا۔ یہ بوڑھاپے
کے تحفے ہیں کیا کروں' کیا لکھوں؟ بس میری دعائیں لیجیے''۔ اور مَیں دل
گرفتہ ہو کر آ گیا۔ ''ہائے جہان فکر کی مجبوریاں ارے توبہ''۔ مَیں دست بہ دعا
ہوں کہ اللہ پاک آپکو روبہ صحت سلامت رکھے آمین ثم آمین !!

صوفی محمد رفیق رانا !

یہ بخت سائیں کا سگا بھا بجا ہے۔ اب یہی بخت سائیںؒ کی مزار کا مُجاور۔

خدمت گار ہے۔ خدمت میں عظمت ہے۔ مجاوری میں ثواب کا ثواب اور نذرانہ بھی ملتا ہے۔ اِس کے گھر کا کام چل جاتا ہے۔

عزیز بیٹے ڈاکٹر محمد سلیم اختر صاحب رانا

یہ اپنے دادا حضور بخت سائیں کی نیک تمناؤں کا ثمر ہے۔ یہ واقعی پھلدار درخت کی طرح ہے۔ اس کے ڈاکٹری شعبے سے پورے خاندان بلکہ پورے تعلق داروں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ خدمت خلق اس طور اس کا مقدر ہے۔ یہ فیزیشن بھی ہے اور سرجن بھی۔ اسکی وکٹوریہ ہسپتال بہاول پور میں تعیناتی بھی ایک راز ہے۔ حضور صالح محمد سائیں اُویسی ؒ شہنشاہ کی آخری دنوں میں اسے بڑا خدمت کا موقعہ ملا۔ اور بڑی دُعائیں لیں۔ اپنے دادا حضور کا خدمت گزار بھی رہا ہے۔ باپ، دادا اور مرشد کریمؒ کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ دعائیں بزرگوں کی یقیناً رنگ لاتی ہیں۔ دونوں جہان کی بھلائی بھی اسی میں ہے! خدا کرے جملہ برخورداران خوش قسمت ہوں اور دونوں جہان کی بھلائیاں پائیں۔ آمین

عبدالعزیز خان عباسی سکنہ نزد چوک شہباز پور

نے بتایا کہ فقیر سائیں قبلہ کی صحبت، مجلس بہت نصیب ہوئی۔ پہلی حاضری میں

سائیں کا میں گرویدہ ہو گیا پھر اکثر ادھر آنا جانا ہو گیا۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی۔ کہ میری والدہ صاحبہ نے مجھے چھوٹی عمر میں ہی حضرت سائیں بالا دین سائیں سیرانی عرف عام سائیں بالو سائیں چھوٹی خانقاہ والوں کا مُرید کر دیا۔ اب میرا دل کرتا ہے کہ آپ کا مرید ہو جاؤں۔ بخت سائیں نے مجھے سختی سے منع کیا اور فرمایا وہ تو میرے پیر خاندان میں سے ہیں۔ بس انکی دامنگیری ٹھیک ہے میں چپ ہو رہا۔ لیکن مجھے یہاں سے فیضان ہوتا رہا۔ میری تنگ دستی قدرے دور ہوئی۔ میری پہلی شادی نا کام ہوئی تھی۔ پریشانی لاحق تھی پھر حضرت بخت سائیں کی دعا سے میری دوسری شادی ہو گئی۔ اس میں بھی نا کامی کا ڈر تھا مگر آپ کی دعا سے غائبی طاقت ملی۔ اور شادی کامیاب ہوئی۔ بفضل خدا بوسیلہ دعا اب تین بچوں کا باپ ہوں۔

حلقۂ مُریدین بخت وعقیدت مند!

یہ میری شماری میں نہیں۔ اکثر مسکین طبقہ وابستہ دامن ہیں۔ مسکینوں کے مسکین دوست۔ امیر طبقہ بھی ضرور ہے۔ لیکن فقیر نے غریبوں کو بہت نوازا۔ آپ نے پہلا مُرید خان لعل خان المانی بنایا۔ دوسرا مرید حاجی قادر بخش خان کھوسہ۔ اور سندھ سے مولوی عبدالستار چنہ، فقیر عبداللہ چنہ، دائم فقیر چنہ، فقیر غلام نبی چنہ، عبدالرحمٰن عاصی، سکندر علی لغاری، اللہ ڈیوایا خان، سچل خان گھوٹو، لالہ عبدالکریم صاحب پٹھان، ملک عبدالخالق صاحب اور بھی سندھ پنجاب کے امیر و غریب

لوگ حلقہ عقیدت میں ہیں۔ یہ سیرانی بلکہ فیض سیرانی ہے۔ میری دعا ہے کہ بخت سائیں کی توجہ باطنی وروحانی تصرف ان سب پر اور ہم سب پر قائم ودائم رہے آمین یا مُعین!

''بخت سنگت کتاب میں انشاءاللہ باقی بخت سنگت کے نام آئیں گے''

بخت شاگردان شاعری!

اس حلقے کا شمار میرے بس سے باہر ہے چونکہ میری پیدائش سے بھی پہلے بہت پہلے شاعری سلسلہ شروع تھا جو میری دانست میں ہیں۔ وہ بھی چند کا نام لکھتا ہوں میں نے ایک موقعہ دیکھا کہ شاعر محمد نواز صاحب، خوشتر مُصنف '' مثنوی یوسف زُلیخا'' بخت سائیں کی خدمت جہ عباسیاں تحصیل خان پور سے تشریف لائے۔ اپنا مثنوی کا مسودہ۔ پورا بستہ اُٹھا کر لائے اور بخت سائیں کے آگے دوزانو بیٹھ کر عرض کی۔ کہ بخت سائیں آپ مُجھے اپنا شاگرد بنائیں۔ بخت سائیں نے فرمایا آپ عالم فاضل آدمی ہیں۔ میں ان پڑھ شاعر آپ کو کیونکر شاگرد کروں۔ مگر وہ بضد رہا۔ چند روز آپ کی خدمت میں ٹھہر گیا۔ کلام سُنتا، سُناتا رہا آخر اپنی مراد شاگرد ہونے کی پا کر لوٹا۔ اس سے پہلا سلسلہ کلام یہ ہوا کہ خوشتر صاحب بخت سائیں کا غائبانہ طور پر کلام شاعری سُنتے رہے تھے۔ پھر آپ نے بذریعہ خط اُردو نثر بخدمت بخت سائیں لکھا۔

اور بخت سائیں نے جوابِ خط نظم میں دیا جو درج ذیل کرتا ہوں۔ آپ بھی لُطف اُٹھائیں اور سر دُھنیں۔ بجواب خط محترم و مکرم محمد نواز صاحب خوشتر شاعر ججوی حال گڑھی اختیار خان۔

(مضمون خط بختؔ) بحر

لِکھ مُنشی ہُݨ خط میڈڑے کوں نال آداب صبر دے

وچ القاب خطاب دے چمکݨ جلوے ماہ بدر دے

بعد سلام نیازیں دے کر درج قصّے افگر دے

ایہو عریضہ پہیہ سجݨ کھلیسن وِچ گڑھی شریف شہر دے

مَیں اُجہل او افضل مُنشی عشق والے دفتر دے

ہاں مجنون جنون کنوں، لڑھ ماراں اندر دہر دے

پہونتا آن نوازش نامہ طرفوں تیئں دلبر دے

قاصر رہیم جواب لکھݨ توں، دِل ہی اندر چکر دے

خوشتر خوش گُفتار تیڈڑی آدھوتے زخم جگر دے

ہِک ہِک نُقطہ صاف شگُفتہ ہے مانند گوہر دے

پَل پَل، وَل وَل، پڑھ پڑھ، ڈیکھاں لفظ عظیم قدر دے

سُݨ سُݨ سِک نہ لاہندی اُصلوں ہتھوں ہجر بڈّے چِر دے

پرور پاک کراوے میلے تیئں دِلبر خوشتر دے
ڈِیدیں نال رُلن آ دیداں، پیون پیک خمر دے
بختا پون قبول دُعائیں وِچ درگاہ پُرور دے

شاعری شاگردان

بخت زادہ عزیز الحسن عزیز، مُشتاق احمد اُویسی، سوالی فقیر، خادم حسین شیخ، محمد اسلم بھارہ، عبدالستار بارہ، محمد رمضان بھارہ، ارشاد احمد بھیٹ، کریم بخش خیالی، عاشق پروانہ، حاکم سنجر پوری، عابد مہر، احمد بخش گوپانگ، بگن شیخ، فراق فقیر، امیر محمد خان مہمان، عیدن فقیر، برکت علی سندھی، بے وس سندھی، اللہ بخش سندھی، عبدالرحمٰن عاصی سندھی، حبیب احمد پتافی، خدا بخش خُدن، حضور بخش قائل، سید رجب علی شاہ، محمد رفیق ساحل، سائیں داد فقیر، صاحب یار شیخ، فقیر مہر علی شیخ، فقیر غلام قادر سائل، محمد اجمل رجوانی، محمد اقبال رجوانی، محمد شفیع رجوانی، شیرل رجوانی، حضور بخش رجوانی، پروفیسر ظہور انور، ڈاکٹر ہومیو آیاز احمد صاحب، علامہ محمد اجمل خان مزاری، الحاج محمد غلام سرور صاحب مدینہ عالی، محمد نواز صاحب، اُویس ندیم رانا، عبدالغفور گلشاد غوری، اور بھی نام شاگردان بہت ہیں جن کے نام نامی دوسری کتاب میں درج کیئے جائیں گے۔

قابلِ دید اور غور طلب!

کہ بخت سائیں کی قبر مبارک کے سرہانے ایک پھول کا بوٹا "بکن بیل"
پہلے سے موجود ہے۔ یہ پانی کا پیاسا بوٹا بغیر پانی کے سرسبز وشاداب کھڑا ہے
حالانکہ اسے ایک سال چھ ماہ ہوا چاہتے ہیں۔ اسے پانی نہیں مل رہا پھر بھی یہ
بوٹا زندہ سلامت ہے اور مکمل بہاری میں ہے۔ آنے والے دیکھ رہے ہیں
اور مان رہے ہیں کہ یہ بخت سائیں صاحب مزار کی کرامت ہے کہ وہ اسے
سدا بہار رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے ہمیں بھی اشارہ مل رہا ہے کہ جب بخت
سائیں نے اپنے قُرب والے بوٹے کو سوکھنے نہیں دیا۔ وہ اپنی اولاد اور
دوستوں کو کیسے برباد ہونے دینگے۔ بلکہ اسی بوٹے کی طرح سرسبز اور آباد
رکھیں گے!

دو درویشوں کے راز و نیاز!

فقیر بخت سائیں اور فقیر مولا بخش صاحب ترئیلی ولہار۔ المعروف رئیس مولا
بخش بظاہر رئیس تھے۔ بباطن فقیر تھے۔ فقیر دوست تھے چند سالوں سے ان کا
میل ملاپ فقیر سائیں بخت سے بہت زیادہ تھا۔ بلکہ یوں ہو گیا کہ ایک ہفتے
میں دو پھیرے احمد پور لمہ کے ہو جاتے تھے آخری دنوں میں تو ایک دن چھوڑ
کر ان کا آنا ہو گیا ایک نشست میں فقیر ولہاری فقیر سائیں سے بولے
سائیں اب تو ایسا لگتا ہے کہ مجھے یہ حکم ہونیوالا ہے کہ روزانہ ولہار سے احمد پور جا

کر فقیر سائیں کے ڈیرے کی مٹیاں بھر کر آیاں کرو۔ تو سائیں! میں کیسے کروں گا
۔ پورا اتروں گا بھی یا نہیں۔ اب طبیعت کا تقاضا روزانہ دیدار کرنے کا ہو گیا ہے۔
کرم فرمائیں ذرہ ہلکا ہاتھ رکھیں۔

فقیر ولہاری میری موجودگی میں فقیر سائیں کی خدمت آئے اپنے ساتھ تین
دوست بھی لائے اور کار سے اُترتے ہی بخت سائیں سے کہنے لگے سائیں
میرے! آج میں اپنے ساتھ یہی دوست سفارشی لے کر آیا ہوں آپ سے بڑا
کام ہے بہت ہی بڑا۔ آپ اجازت دیں اور کام کرنے کا وعدہ کریں تو عرض
کروں۔ بخت سائیں نے تبسم فرمایا اور کہا کہو میں حاضر بیٹھا ہوں اور ہمہ تن
گوش ہوں تو فقیر ولہاری نے کہا۔ کہ فقیر سائیں یہ فرمائیں کہ (آپ مجھ پر)
مولا بخش پر راضی ہیں؟ تو فقیر سائیں نے بجواب کہا کہ ہا سائیں راضی ہوں
(سابقہ جملہ تین دفعہ پوچھا گیا) تو ہاں سُن کر فقیر ولہاری نے شُکر ادا کیا۔ اور
اپنے سفارشی دوستوں اور حاضر مجلس سے کہا کہ میاں! گواہ رہنا کہ فقیر سائیں
مجھ پر راضی ہیں۔ بس یہی کام تھا جو ہو گیا۔ حاضر مجلس نے فقیر ولہاری کو
مبارک باد کہی۔ کیا سوال تھا۔ کیا جواب پایا۔

فقیر ولہاری سائیں ہم بخت زادوں سے بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ان

کے صاحبزادے بھی بخت زادوں سے برابر محبت کرتے ہیں۔ اپنے حلقہ احباب میں میاں عباس ہاشمی صاحب، میاں خلیق ہاشمی صاحب، جام وزیر احمد صاحب ولانہ، شیخ ظہور انور صاحب۔ بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کی ولہاری فقیر سے بڑی رغبت ومحبت تھی۔ ہماری بڑی نشستیں ہوئیں۔نشست وبرخاست، صحبتِ یاراں ابھی جوان تھی کہ فقیر ولہاری سائیں (۱۹۹۹۔۳۔۳۱) کو اللہ کو پیارے ہوئے۔ دل کا دورہ پڑا اور واصل بحق ہوئے۔ ''مرضی مولا، ہمہ اولیٰ''

؎ ''ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا''

دوسرے سال (۲۰۰۰۔۳۔۲۴) کو حضرت بخت فقیر سائیں بھی اگلے جہان منتقل ہوگئے۔اِدھر والوں سے فُرقت اور اُدھر والوں سے قربت اختیار کر گئے۔

''بس ظاہری جُدائی ہے، وگرنہ خدائی ہے''

رئیس سُلطان احمد بھنگہ کا بیان!

کہ میرے تعلقدار چوہدری غلام محمد صاحب ارائیں ساکن احمد پور لمہ کا جاوید منظور عمر ۱۵ سال چک نمبر ۱۳۵ تہار، ڈاکخانہ ٹھٹھہ صادق آباد تحصیل جہانیاں ضلع خانیوال اور گھر سے ایک اور ساتھی کے ساتھ چلا گیا یعنی بھاگ

گیا۔ دو ماہ تک تلاش جاری رہی والدین نے ہر طرف پتہ کیا کہیں سے
بھگوڑے کا علم نہ ہوا ادھر جاوید کے نانا چوہدری غلام محمد صاحب ارائیں ساکن
احمد پور لمہ نے نواسے کی گمشدگی اور پریشانی کا اظہار مجھے کیا تو میں نے حضرت
فقیر بخت علی سائیں کا ذِکر کیا۔ کہ اپنے شہر احمد پور لمہ میں یہ اللہ والے ولی بیٹھے
ہیں۔لوگ دُور دُور سے آ کر فیض پا رہے ہیں۔لہٰذا یہاں دعا کرانے کو چلیں۔
لہٰذا ہم بہ عقیدت فقیر سائیں کی خدمت آئے اور احوال بیان کیا۔تو آپ نے
دعا فرمائی اور ایک تعویذ بھی عطا کیا اور فرمان کیا کہ تعویذ کو چھت والے پنکھے میں
باندھا جائے جونہی پنکھا چلے گا گمشدہ بچے کے دماغ میں گھر کی یاد آئے گی اور وہ
خود بخود گھر آ جائے گا۔تعویذ کا عمل فرمان مطابق کیا گیا تو دوسرے دن گمشدہ
جاوید گھر آ گیا۔اس واقعے کی تصدیق آج (۲۰۰۰۔۱۰۔۲۸) کو جاوید کے
نانا چوہدری غلام محمد صاحب اور جاوید کی والدہ صاحبہ نے درگاہ بخت پر آ کر کی۔
راقم التحریر بخت زادہ محمود الحسن اُویسی سے ملے۔اور یہی واقعہ انہوں نے بھی بتایا
والدہ جاوید نے کہا کہ تعویذ حاصل کرتے وقت میں بھی اپنی والدہ کے ہمراہ
بخت سائیں کی خدمت آئی تھی اور مُشرف دیدار ہوئی تھی اور آج بعد وصال
بخت سائیں کا سلام کرنے اور شُکر یہ ادا کرنے آئی ہوں آپ نے ہم پر بڑا کرم
فرمایا تھا آیندہ حاضری میں اپنے بیٹے جاوید منظور کو ساتھ لاؤں گی۔گمشدہ کا
واقعہ تین سال پہلے کا ہے یعنی ۱۹۹۷ء کا ہوگا جاوید دو ماہ گمشدہ رہا۔اور یقینی

بات ہے کہ بخت سائیں سے تعویذ لینے کے دوسرے دن جاوید گھر آ گیا اور اُس نے بتایا کہ اچانک کل سے گھر کی یاد نے ستایا اور رات کو قصور شہر سے بھاگ کر گھر آیا ہوں۔!

عملِ تسخیر!

حضور صالح محمد سائیں اُویسی بڑے کیمیا اثر تھے۔ بہت دفعہ آپ خاموشی اختیار کر کے پوری مجلس کو مُسخر کر لیتے تھے یہ صورت بار ہا ہم نے خود دیکھی۔ ایک دفعہ بستی ارشاد خان کورئی سے میرے پاس تپ دق کی مریضہ کوئی بارہ سال عمر کی آئی۔ اُسے کھانسی بھی شدید تھی۔ اُن دنوں حضور اُویسی جھوک بخت پر تشریف فرما تھے میں اُس مریضہ بچی کو تشخیص و تجویز کیلئے حضور اُویسی کی خدمت لایا۔ اُویسی سرکار اس گھڑی خاموش استغراقی کیفیت میں تھے۔ میں نے مریضہ کو اس مجلس میں آ کر بٹھا دیا۔ پندرہ بیس منٹ تک اُس مریضہ کو کھانسی ایک دفعہ بھی نہ آئی حالانکہ وہ ایک منٹ بھی خاموش نہ ہوتی تھی۔! چہ بوالعجبی ؟

مُشاہدہ فیضان جاری ہے!

حضور صالح محمد سائیں اُویسی سرکار نے موج میں آ کر اظہار کیا کہ گو زمانہ خاموشی اور گوشہ نشینی کا ہے اولیاء اللہ اور صاحبِ مزار حضرات وقت حاضر کے

تقاضے کے مطابق چُپ کے روزے میں ہیں پھر بھی فقیر اُویسی نے دوجگہ فیضان جاری ہوتے دیکھا ہے ایک مزار مشائخ چاولی علیہ الرحمت اور دوسری جگہ محکم الدین سائیں سیرانی بادشاہؒ مزار مبارک میں رات دن فیض کا دریا جاری ہے جو چاہے فیض پالے جھولیاں بھر لے مگر نیاز اور عقیدت کے ساتھ۔ بقول علامہ اقبالؒ

ارادت ہو تو پوچھ ان خرقہ پوشوں سے
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

انوکھے راز

(میان عاشق و معشوق رمزیست) فقیر سائیں نے اظہار فرمایا جب فقیر اُویسی بادشاہ کا وصال ۱۹۹۴ء۔۳۔۱۰ میں ہوا اور یہ فقیر کئی دن بعد آستانہ عالیہ اُویسیہ خانقاہ شریف بڑی سے واپس جھوک بخت پہ آیا تو طبیعت پُر ملال رہتی تھی فقیر اُویسی کی جُدائی کا خیال غالب رہنے لگا ان دنوں فقیر کو فقیر اُویسی کا دیدار ہوا اور فرمان ہوا کہ فقیر سائیں آپ اُداس نہ ہوا کریں یہ فقیر اُویسی آپ کے پاس ہے ہر پندرھویں دن انشاءاللہ فقیر کا جھوک بخت پر ڈیرہ ہوگا یہی بات فقیر کیلئے باعث اطمینان ہوئی اور یقینی ہوئی!

دوسرا واقعہ زبانی ملک' ساون بھٹہ واہنی!

جسے کبھی کبھی فقیر سائیں ساون لکھی بھی کہتے تھے یہ راز پُر اسرار انکشاف کیا
کہ پچھلی عید الضحیٰ جو ۲۰۰۰ کو ہوئی وہ عید نماز فقیر سائیں بیماری کی وجہ سے نہ
پڑھ سکے اور ڈیڑھ پر رہے عید کے دن بوقت دوپہر فقیر سائیں اکیلے چھوٹے
کمرے میں بیٹھے تھے اور قدرے بخار سے تھے مَیں ساون ملک برآمدے
میں دربان بنے بیٹھا تھا کہ عالمِ بیداری میں میں نے دیکھا واللہ دیکھا کہ
صاحبِ وصال حضور صالح محمد سائیں اُویسیؒ ڈیرہ بخت کے ہال کمرے سے
باہر آئے مَیں دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا قدم بوس ہونا چاہتا تھا کہ آپ نے
اشارے سے مجھے روک دیا اور چُپ چاپ ہونے کا اشارہ اپنی اُنگلی اپنے
ہونٹوں پر رکھ کر کیا اور پھر، اور پھر، جلدی سے فقیر سائیں کے چھوٹے کمرے
میں چلے گئے مَیں خاموش ہو کر بیٹھا رہا پیر اور فقیر دونوں یک جگہ ہوئے بڑی
دیر کے بعد فقیر سائیں اکیلے کمرے سے باہر آئے فقیر سائیں نے مجھے وضو
کرانے کا ارشاد کیا تو مَیں ملک ساون لکھی لوٹا پانی کا بھر کر وضو کرانے لگ
گیا میرے دل میں بار بار سوال اُبھرنے لگا کہ پوچھوں یا بتاؤں کہ ابھی
سائیں اُویسی تشریف لائے تھے ابھی یہی سوال خیال میں تھا کہ فقیر سائیں
نے تصدیق فرما دی کہ آج سائیں بادشاہ نے دیدار بخشا ہے آگے تفصیل
ملاقات کی نہ آپ نے فرمائی نہ مجھے پوچھنے کی ہمت ہوئی !

بقول علامہ اقبالؒ

''جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے''

حاجی محمد یعقوب بھٹی احمد پوری

نے یہ انوکھا راز حیران کُن کیفیت میں بتایا۔ کہ غالباً ۱۹۸۸ء میں مَیں مدینہ عالی میں قیام رکھتا تھا ایک دن مسجد نبویؐ میں میں نمازِ عصر پڑھنے گیا جب عصر کی تکبیر ہونے لگی تو مَیں بابِ مجید سے داخل ہو کر جماعت کی تیسری صف میں کھڑا ہوا ابھی تکبیر ہو رہی تھی کہ میری نظر پہلی صف میں موجود اپنے شہر کے فقیر بخت علی سائیں پر پڑی مَیں نے خیال کیا بعد نماز اِن سے ملوں گا بعد میں وہاں نہ پایا پھر دوسری مرتبہ دیکھنے میں آیا کہ فقیر بخت علی سائیں روضہ اقدس کی جالی مُبارک کے سامنے بیٹھے استغراقی کیفیت، محویت میں ہیں۔ مَیں نے اُس وقت ملنا، بُلوانا مناسب نہ جانا میں بھی وہاں قریب مراقبے میں بیٹھ گیا چند لمحے جو میں نے دیکھا فقیر بخت علی سائیں موجود نہ تھے بعد میں میاں اللہ بخش صاحب سومرہ کے مکان پر فقیر بخت علی سائیں کا پتہ

کرنے آیا کہ اُن کا قیام اِدھر ہوگا میاں اللہ بخش صاحب سے پوچھا تو لاعلمی
ظاہر کی کہ فقیر بخت علی سائیں اِس مرتبہ نہیں آئے وہ آتے تو میرے ہاں
آتے اور ٹھہرتے، چونکہ میں دو دفعہ مسجد نبویؐ میں خود دیکھ چکا تھا یہ واقعہ عالمِ
بیداری اور عین الیقین کا تھا لہٰذا میں مدینہ عالی کے مُقیم حاجی حافظ غلام حسین
صاحب ارائیں پاکستانی کے مکان پر پتہ لگانے گیا وہ بھی لاعلم تھے اُس کے
بعد الحاج غلام سرور صاحب بھٹی احمد پور لمہ والے کے مکان پر پہنچا یہ حاجی
صاحب فقیر سائیں کے شاگرد بھی ہیں اُن سے ملا اور پوچھا تو وہ بھی تعجب
میں آ گئے کہ اِدھر تو نہیں آئے البتہ فقیر سائیں کے چھوٹے بیٹے فیض الحسن
اُویسی اُلمخبر سے آئے ہوئے ہیں اُن سے ملاقاتیں ہوتی ہیں حسنِ اتفاق کہ
ہم یہی تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں فیض الحسن بھی آ گئے۔ انہوں نے
بھی یہی کہا کہ فقیر سائیں اِس سال حاضری میں نہیں آئے اور گھر پر پاکستان
میں ہیں۔ دو دن پہلے بھی میری ٹیلیفون پر بات ہوئی ہے یہ بات بھی یقینی اور
میری بات بھی دیدنی۔ کیا دیکھا کیا سُنا؟ بعد میں پاکستان آ کر فیض الحسن نے
یہ واقعہ اکیلے میں فقیر سائیں سے بیان کیا تو آپ نے اتنا فرمایا کہ میری تو
کوئی طاقت اور حیثیت نہیں اور اگر سرکارِ عرب۔ ربِ اکبر چاہیں اور ایسا کر

دکھائیں تو کیا بعید ہے؟ پھر یکسر خاموشی اختیار کر لی۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد حاجی محمد یعقوب بھٹی اپنے گھر احمد پور لمہ پاکستان آیا تو وہ بھی فقیر سائیں کی خدمت میں آیا اور حال احوال میں یہی واقعہ بتایا اور اِس واقعہ کی تصدیق چاہی تو آپ نے مختصراً جواب دیا کہ حاجی صاحب اگر رب کریم اور حبیب کریم ﷺ چاہے تو کیا نہیں ہوسکتا۔ فقیر تو غلامانِ غلام ہے اور بس!

کشفُ القبُور۔۔ کشف القلوب

از حافظ احمد بخش صاحب بلوچ نے بعد وصال حضرت بخت فقیر سائیں انکشاف بخت زادہ محمود الحسن اُویسی کے آگے کیا۔ کشف القبور کے عمل کی اجازت میں نے آج سے کوئی تیس سال پہلے حضرت صالح محمد سائیں سے ڈیرہ بخت پر حاصل کی تھی پہلے پہل سرکار اُویسی نے مجھے عمل کرنے کو پیر بشارت علی شاہ شہید کے مزار پر بھجوایا تھا میں نے ادھر جا کر پڑھائی کی تو صاحب مزار نے زیارت کرائی اور پوچھا کہ کیا کام ہے میں نے دُعائے خیر طلب کی آپ نے دُعا فرمائی اور فرمان کیا کہ اپنے مُرشد کریم کے حضور میرا سلام کہنا میں نے واپسی پر سرکار

اُویسی سے آکر احوال سُنایا اور سلام گزارا پھر یہ سلسلہ کشف القبور مختلف مزارات پر چلتا رہا۔ حافظ صاحب نے بتایا کہ کہ حضرت فقیر سائیں اول عمر سے میرے محسن ہیں مُرشد کریم اُویسی بادشاہ کی راہ دکھانے والے اور تربیت میری کرنے والے بھی آپ ہیں۔ آپ کے انتقال پُر ملال کے بعد میری طبیعت کا تقاضا ہوا کہ فقیر سائیں کی مرقد پر کشف القبور کروں۔ حضرت بخت فقیر سائیں کے مزار پر کشف القبور کا عمل وصال کی تاریخ کے تقریباً بیس رات کے بعد کیا اُس رات دیدار نہ ہوسکا۔ پھر دوسری رات اڑھائی بجے رات کے وقت مزارِ بخت پر حاضری دی اور کشف کا عمل کیا تو پندرہ منٹ بعد مُشرفِ دیدار ہوا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ مزار سے باہر آئے ہیں آدھا جسم سینہ تک باہر آیا اور سلام کے بعد مجھ سے پوچھا حافظ صاحب کوئی کام؟ مَیں نے عرض کی کہ دیدار پانے آیا ہوں اور طالبِ دعا بھی ہوں۔ آپ نے دعا فرمانے کے بعد مجھے کہا کہ اُنہیں کہو کہ میرے مزار کے قریب سے بیت الخلاء ختم کردیں۔ یہ اشارہ بخت زادوں کیلئے تھا اُس کے بعد یہ پیغام مجھے دینے میں بھول ہوگئی پھر پتہ چلا کہ آپ لوگوں نے وہ جگہ ازخود ختم کردی

ہے اسے تصرفِ روحانی کہا جا سکتا ہے۔

کشف القلوب اللہ کے ولی کرتے ہیں اور ہم جیسے لوگ تو علمی آدمی، کشف القبور جانتے اور کرتے ہیں (حافظ احمد بخش بلوچ احمد پور لمہ)

مسجد شریف بَرڈیرہ بخت سائیں!

بخت سائیں کی ظاہری حیات میں بھی یہی ارادہ تھا اور باطنی حیات میں بھی یہی خیال ہوا۔ لہٰذا بخت سائیں کی روحانی توجہ سے مسجد شریف چھ ماہ کے اندر از سرِ نو تیار ہو گئی جو قابلِ دید ہے ! مسجد بخت کے امام حافظ حاجن صاحب عرصہ تین سال سے ہیں۔ بڑے صاف صاف قرآن مجید پڑھنے والے اور صاحب ذوق ہیں۔

(نگرانی رانا فیض الحسن اُویسی)

مرکز تجلیات روضہ بخت سائیں

روضہ بخت سائیں ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ جس وقت جس کسی کو حکم ہوا اِس کی تکمیل ہو جائے گی۔ ہمیں فکر کی کیونکر پڑی ہے۔ فکر والے کو فکر ہے۔ جس کسی کے نصیب میں ہو گا وہ حصہ ملائے گا کارِ خیر کی توفیق بھی منجانب اللہ ہوتی ہے۔

"غنی بہ دل است نہ کہ مال است"

قلم تازہ!

روضہ مبارک بخت سائیںؒ بفضل خدا تعمیر ہو چکا ہے صرف گنبد کا کام ہونا باقی ہے۔

(نگرانی بخت زادہ فیض الحسن اُویسی)

کٹھرا مزار بخت سائیںؒ!

شہر کشمور سندھ سے مستری ملنگ عبدالغفور سومرہ۔ مُلاں محمد حسن صاحب آئے مزار بخت سائیں جھوک بخت سائیں پر ہے اُس کی حاضری دی اور پھر مجلس میں آئے وہ حال گزار ہوئے۔ کہ مزار بخت کیلئے لکڑی کا کٹھرا جندری کے کام والا ہم تیار کر کے اِدھر لائیں گے آپ ہمیں اجازت دیں اور بس۔ میں نے پوچھا اِس ارادہ کی کوئی وجہ ہوگی؟ پھر ہم محض سفید پوش آدمی ہیں۔ خدمت کی خدمت کیا ہوگی۔ بات واضح ہو جائے کام ہونے سے پہلے۔ تو انہوں نے بتایا کہ بغیر کسی معاوضے کے مزارِ بخت پر کٹھرا چڑھانا ہے۔ آپ سے کوئی پائی پیسہ کا مطالبہ نہیں۔ آپ صرف اجازت دیں چونکہ آپ ولی وارث ہیں مزار کے۔ دوسرا راز یہ کھلا کہ مستری صاحبان نے کہا۔ کہ یہی کٹھرا ہم نے آج سے تیس پینتس سال پہلے مزار سُلطان العارفین سُلطان باھُوؒ کیلئے تیار کیا اُس وقت تیاری کے دوران مستری عبدالغفور ملنگ نے بتایا کہ مَیں بخت سائیں کا سلام کرنے آیا تھا کہ اُن دنوں حضور صالح محمد

سائیں اُویسیؒ بھی جھوک بخت پر تشریف فرما تھے میں نے اپنے مُرشد سُلطان باھوؒ کے مزار مبارک کے کٹہرے تیار ہونے کا تو ذکر کیا۔ تو حضور صالحؒ محمد سائیں اُویسی نے بخت سائیں سے کہا۔ کہ اس عظیم کٹہرے کا دیدار کرنا چاہیے گویا دوسرے دن سرکار اُویسی اور فقیر سائیں کشمور تشریف لائے اور اِسی کٹہرے کو بچشم خود دیکھا۔ جو لگ بھگ تیس پینتس سال حضرت سُلطان باھوؒ کی مزار پر چڑھا رہا اور راز کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں مُرشد کریم باھو سرکارؒ کا حکم ہوا ہے کہ میری مزار کیلئے نیا کٹہرا تیار کیا جائے اور یہی کٹہرا اِدھر بخت سائیں کی مزار پر دوبارہ رنگ وروغن کر کے چڑھایا جائے لہٰذا ہم نے نیا کٹہرا تیار کرنا شروع کر دیا ہے اور پہلا کٹہرا یہاں لگانے کیلئے آپ سے منظوری لینے آئے ہیں جو رنگ کر کے اِدھر لائیں گے تو پھر ہماری کیا مجال اجازت دینے کی وہ جانیں اور آپ جانیں ۔ تعویذ کا خرچہ بھی دو ہزار روپے وہ پلے سے دے گئے اور پیمائش بھی دے گئے۔ ہم نے پیمائش مطابق مزار کا تعویذ تختی بنوا دی ہے۔ اور وہ لوگ اپنا کام دوبارہ رنگ کا مکمل کر کے کٹہرا مُبارک خود اِدھر لا ینگے ۔ اور فٹنگ فریم کر جائیں گے۔ یہ اُن کا کام ہے پھر دیکھنے والے یہ نقشہ دیکھیں گے خدا کرے ہمارے بھی یہ

نصیب میں ہو۔ ویسے میں کشمور جا کر کٹھرے کے کچھ حصہ کی زیارت کر کے آیا ہوں۔ یہ زیارت کرنا نسبت کی شان ہے نسبت کے سبب ہیں غلافِ کعبہ، غلافِ قرآن شریف حتیٰ کہ کاغذ قرآن پاک کو بھی نسبت کی وجہ سے چوما جاتا ہے یہ حُسنِ صورت ہے حُسنِ سیرت اپنی جگہ عظمت رکھتا ہے خدا کرے اچھا ذکر، اچھا فکر مل جائے آمین! مزار بخت سائیں پر ہر جمعرات کو قوالی، نعت خوانی کا سلسلہ جاری ہے۔!

تازہ قلم تصدیق

حضرت بخت سائیں کے پہلے عرس مبارک سے ایک دن پہلے کٹھرا مکمل کر کے مستری صاحبان لے آئے۔ اور مزار مبارک پر کٹھرے کی زیب وزینت ہوگئی۔

(بخت زادہ محمود الحسن اُویسی)

الٰہی ! مرقدِ بخت مرکزِ تجلیات رہے۔

الٰہی !اُویسی خاندان ،بخت خاندان کی خیر ہو ۔

الٰہی ! جملہ بخت سنگت کی خیر ہو ۔

الٰہی! اُمت محمدیہ کی خیر ہو۔ آمین۔

"واہ بخت سائیں ۔ واہ بخت جلوے"



مثلِ گُل چیں!

"یاالٰہی عاجزم اُمیدوارم لُطف تو۔ حال مارا خود بدانی من چہ گویم پیش تو"

گُل چیں کی غرض چمنستان باغ، سے پھول چُننا، پھول حاصل کرنا ہوتا ہے۔ باغ کے اندر کئی قسم کے شجر ثمر ہوتے ہیں لیکن گُل چیں کی نظر صرف پھولوں پر ہوتی ہے اسی طرح جہان رنگ و بو (دنیا) میں بے شمار اقسام کی مخلوق ہے اور ان میں عیب گناہ، خامیاں، کوتائیاں بلکہ اچھائیاں برائیاں لازم وملزوم ہیں۔ بندہ خطا کار، غافل جو ٹھہرا آیت کریمہ۔ (**لَا اِلٰـہ اِلاّ اَنـتَ سُبحانکَ اِنـی کُنتُ مِنَ الظّالِمین**) یہ بندے کا اعتراف ہے۔ مگر جس بندے پر رب تعالیٰ کا فضل ہو پھر اس کا کیا کہنا۔ نقاد لوگوں کا کام ہے مخلوقِ خدا کے عیب نکالنا، عیب چننا پہلے بھی اپنے عیب جھولی میں ہوتے ہیں مزید برآں دوسروں کے عیب گناہ چن کر اکٹھے کر کے جھولی بھر لیتے ہیں یونہی گندگی کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ گندگی کے ڈھیر سے بدبو ہی اٹھتی ہے۔ میرے لیے سب کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

"آدم کی کسی طور پہ تذلیل نہ کرنا پھرتا ہے زمانے میں خدا روپ بدل کر"

اس لئے گلستان سے میں نے چند پھول ہی چنے ہیں۔ اچھائیاں تلاش کی ہیں اوران کو ''بخت جلوے کتاب میں جمع کرلیا ہے۔ پڑھنے والے اس کتاب سے پھولوں کی خوشبو حاصل کریں۔ اوردل ودماغ کو معطر کریں۔ اس طور لطف زندگی پائیں۔ میرا تو یہی مشورہ ہے۔ آگے ہرایک کی اپنی مرضی۔ عمل کرنا نہ کرنا ہرایک کا اپنا کام۔ ''میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے'' (بخت زادہ محمودالحسن اُویسی)

حضرت فقیر سائیں کی زندگی پر یہ ڈوہڑہ بخت صادق آتا ہے۔ آپ بھی غور فرمائیں اور فائدہ اُٹھائیں۔

جے چاہیں کجھ حاصل تھیوے نہ خلق دِیاں دِلیں ڈوکھا تُوں

اپنڑے درد کوں یاد نہ کر ونج بے دے درد ونڈا تُوں

خاطر اُوں دلدار ہکے دی ہر ہک دا سگ سڈوا تُوں

ول ہر جا عین ظہور رہے بختا وِدَا جتھ کتھ دَرشن پا تُوں

شالا عاقبت محمود۔ محمود ہو۔ فقیر ابنِ فقیر محمودالحسن اُویسی۔ جھوک بخت۔ احمد پور لمہ

وصالِ بخت :۲۰۰۰۔۰۳۔۲۴ بیادِ حضرت بخت سائیں مشتاق احمد

اُویسی۔ سکھر سندھ ۔

بیاد بخت سائیں مرثیے

بزبانِ سرائیکی بموقعہ قل خوانی بخت سائیں (۲۶۔ مارچ ۲۰۰۰ء
مرکزی جامعہ مسجد احمد پور لمہ)

کُوڑ دے کوئلے بکھدے ویندن سچ دے سورج ڈھلدے ویندن

ڈاڈھ دے ڈیوے بلدے ویندن مہر محبت گھٹدے ویندن

قیامت دے آثار نظر دِن پیلدے بیلے لڈدے ویندن

رحمت دیاں برساتاں کھڑ گین فیض دے دریا سکدے ویندن

احمد پور دا بخت وی ٹُر گیا ہک ہک تھی سب ٹُردے ویندن

موت اِنہاں کوں مار نہ سگدی پر اُو ساتھوں لُکدے ویندن

رکھہ تیئں سہسے سُول اِے دلڑی ایویں یار جو رُسدے ویندن

رُمز محبت جاننڑ والے اندر اندر جُھردے ویندن

مینگھ ملھاراں ول وی اُوسن بُور لگیونڑ جُھکدے ویندن

سب دا رُخ مشتاق عدم ڈے ہولے ہولے ٹر دے ویندن

قطعہ

شاعر خادم حسین عباسی کوٹ سبزل

لڈ بخت گیا بخت ساڈا شالا وسس بخت اقبالِ

ہس نظر کرم مٹھے مدنی ﷺ دی ہا شاعر صاحب کمالِ

پنجتن پاکؑ دا ہا منظورِ نظر نایاب گوہر گل لعلِ

کر رحمت چا ایں خادم تے یا صاحب ذوالجلالِ

بیادِ حضرت بخت سائیں

شاعر بخت زادہ عزیز الحسن اُویسی بموقعہ دستار بندی و چہلم محمود الحسن اُویسی

حضرت بخت مٹھا دلدار جھوک لڈا تے لڈ گیے پار

احمد پور دا بخت ہا سہرا ہر دل دا ہا خاص لٹیرا

سندھ پنجاب تے ہا ایندا پھیرا مدنی ﷺ مٹھل دا ہا حب دار

حضرت بخت کھڑے ہتھ بدھی اجازت جاہ دی پیر توں گدھی

موڑ اوسے سئیں دی سدھی لہسن سئیں تھیسے دیدار

جمعہ دی رات سئیں کیتی کچھاری حنیف گھن آیا سنگت پیاری
ڈاڈھی لگ گئی موج بہاری لباں تے ہس سوہنڑی گفتار

(مستری حنیف دھاندو)

(مستری پپو جھنج)

(محمد فاضل جھنج ۔ شہباز پور)

جمعہ سویرے آیا پروانہ آکھیس عزیز کوں سڈ جواناں
عزیز آیا ہے بخت دا باہنہ ہک واری چھڑیا تکیا یار

جنازے تے آئے پیر سیرانی غلام اُویس تے نظام الدین سئیں جانی
ساری خلق کوں ہئی حیرانجنازہ پڑھایا سئیں سرکار

دستار محمود الحسن تے آئی غلام اُویس سئیں ہتھ نال بدھائی
منگو دُعا سب پیر بھائی فیض، عزیز نال رکھے پیار

(دونوں بھائی خورد)

عزیز ہنڑ ڈیکھ کرم ربانی قبر وچ آیا پہلے پیر سیرانی
پڑھدا رہ گیا ختم قرانی آکھیس مٹی کوں خبردار!

کافی

مرید شاعر حضور بخش رجوانڑی

بموقعہ دستار بندی

محمود ݨ سئیں بدھی دستار رحمت والے تھئے دھدکار

زینت ݙیکھ تے پگ تیݙی دی ݙیون مبارک پئے حبدار

والد والی پگ بھلیری مالک تیݙے سر تے پھیری

اللہ کیتو شان ودھیری فضل تھی گیا تار و تار

ہتھ نال بدھائی آسیرانی غلام اویس سوہݨے لاثانی

نظام الدین مٹھا دل جانی

سِر تے آئی ہس پگ اویسی شان چھکا کر دان کریسی

راہبر وانگے رنگ رسیسی جیویں رسیندے ہن سرکار

فیض، عزیز کوں لیسن چھاتی ہر دم نال رکھیسن ساتھی

الفت اوہا کریسن ذاتی ڈوہرے ہوسن باغ بہار

حضور بخش کرے ہمیش دعائیں مدد دی تھیوے اللہ سئیں

سوہݨے سئیں وساون جاہیں مسجد، دیرہ، تے دربار

نوحہ

شاگرد شاعر: ہومیو ڈاکٹر ایاز احمد ایاز۔ صادق آباد

رانا بخت فقیر وے سائیں آں

لڈ گیوں مُلک ملھیر وے سائیں آں

واصلؔ نال تھیوں ونج واصل

(تخلص واصلؔ حضور حاجن سئیں)

جیویں کھنڈ تے کھیر وے سائیں آں

بھور عزیز تے رانڑے سارے

رُوون تھی دِلگیر وے سائیں آں

تَنڈھڑے نال تساڈے سارے پلکن

چُم چُم تے تصویر وے سائیں آں

سندھ سرائیکستان دا مانڑاں

شاعراں دا گُر پیر وے سائیں آں

تیئں بن احمد پور دیاں گلیاں

سُنج بَر بخت فقیر وے سائیں آں

بحر

شاگرد شاعر: ندیم اُویس رانا

میڈے بخت فقیر جیہا کوئی نہیں نہ لبھسی اِتجھی شان والا

پِھر پِھر تے بھانویں دید بھنوا تھی عقل ویندی حیران وَلا

ہا آن والا ہا شان والا ہا رحمت تے رحمان والا

ہا دا ن والا وجدان والا ہا قربت تے قربان والا

ہا کرم والا ہا بھرم وا لا ہا وحدت تے سلطان والا

ہا پیار خلوص والا ثانی ہا راحت تے جانان والا

ایندے فیض فیاض دی گالھ نہ پچھ ہا الفت دے سامان والا

ہا بحر و بُر دا مالک رِاے ہا تسبیح تے قرآن والا

کئی عاشق عالم فاضل تھی آ رگھندے ہن فیضان وَلا

جھیندا پیر کھرل ہا دیوانہ آ تھیندا ہا مہمان وَلا

سو سال اُویس بھانویں منتاں من نہ جمسے بخت جوان وَلا

ڈوہڑہ

ہا شعروادب دا سورج جواج ڈھلدا ڈھلدا ڈھل گِیے

بھانویں ڈکھ چانون دی تاب نہ ہئی پر تیر برہوں دا چل گِیے

جیئں بخت دے صدقے چانڑ ہا اوندی قبر تے ڈیوا بل گِیے

ہس سِک جیندی ہر وقت اُویّں اوں دیس ماہی دے ول گِیے

مرثیہ

شاگرد شاعر: علامہ محمد اجمل مزاری صادق آباد

سلطان شاعریں دا ہمراز عارفیں دا، دارالبقا سدھا گیے

سرکار بخت سئیں اَج رُخ تے پردہ پا گیے

بھاگیں تے بخشیں والا سئیں بخت علی پیارا ہر دردمند دل دا ہامان تے سہارا

ایں شہر ایں نگر دا ہا او چمکدا تارا سارے وسیب دے وچ واہ روشنی کھنڈا گیے

اخلاق مہر محبت ہر ریت ہس پیاری پلدے ہزاراں پئے ہن لنگر سدا ہا جاری

کیوں نہ کرے ایہ خلقت ماتم تے گریہ زاری سِکھنے داماں محسن واگاں وطن ولا گیے

رحلت دی سُنڑ خبر کوں خلقت آئی روندی ساری بےانتہا ہئی اُمت بےانت بے شماری

محبوبیّت دا درجہ بخشیا ہے رب باری نظریں کنوں تھی اُوڈھر ہر دل دے وِچ سما گے

کامل ہا عشق انہاں داتاں سئیں کھرل ہار نگیا سب کجھ عطا چا کیتُس جو کجھ ہا بخت منگیا

لاہوت لامکاں تے ہر ہک مقام لنگھیا پِتل توڑیں پہلے ہا بن سونا بے بہا گے

ظاہر توڑیں ہا اَن پڑھ ہَس علم عارفانہ ہَن جانڑ دے حقیقت ہر رمز عاشقانہ

ڈیکھ انہاں دی نیک سیرت گرویدہ ہا زمانہ واہ مرد با کمال اُو ہر مرتبہ چھکا گے

دیوانِ بخت بے شک مجموعہ لاجواب عرفان دا خزانہ ہک بے مثل کتاب

اہل نظر دے کیتے ہک مستقل نصاب گو ہر توں وی گراں ہن اقوال جو الا گے

آلِ نبیؐ دا عاشق مداح ء مصطفیٰ ﷺ ہا درویش دوست کامل، صوفیء با صفا ہا

خلقت تے مہرباں او خالق دا آشنا ہا عرفان و معرفت دے گجھڑے سبق پڑھا گے

ہک انہاں دے دَر دا بردہ پروردہ خاص ہاں میں ہے میڈی خوش نصیبی بخت شناس ہاں میں

فیض انہاں دا رہسی جاری رکھدا اے آس ہاں میں اے رنگ کڈانہ مٹسی اور نگ اِجھا لا گے

اَج بارگاہ رَب وِچ اجمل وِی ہے سوالی اے تخت جھوک بخت مسند رہے نہ خالی

جاری رہے اَبد تئیں اِتھ فیض لا یزالی باقی رہے ہمیشہ قائم جو کر سُجھا گے

قطعہ سرائیکی

شاعر: نور محمد دردؔی۔ کوٹ سبزل

ادب دے ستاریں وِچ قمر منڑاں پوَسے

گیا بخت ڈکھ تے ڈمر منڑاں پوَسے

ساڈے وِچوں ٹُر گے ادب دا سکندر

ایہو دردؔی ربّ دا امر منڑاں پوسے

قطعہ

شاگرد شاعر: کریم بخش خیاؔلی۔ جمال دین والی

گلِ گلشن اسلام اندر، میڈا بختؔ فقیر ہک گُل ہا، سئیں اُنڑ مُل ہا

اَدب دے ہر ہر ملک دے وِچ فقیر داناں گیانُل ہا، سئیں اُنڑ مُل ہا

شعراء دی صَفِ اوّل وِچ، سئیں بخت فقیر بُلبُل ہا، سئیں اُنڑ مُل ہا

بس خیاؔلی وقت آخیر دے پہلے، رُوحاں دِیوچ ہل جُل ہا، سئیں اُنڑ مُل ہا

نظم

اُستاد بخت فقیرسئیں چل گے ،واپس اُپڑیں وطناں وَل گے

رَب ڈِتا ہا بخت وطن کوں پاک سرائیکی دے گلشن کوں

رنگ لگ گیا ہا پاک چمن کوں عشق رسول ﷺ دے جنکشن کوں

اَج او کٹ تے نیک فصل گے استاد بخت فقیرسئیں چل گے

عشق رسول ﷺ دے اندر رہ گے اے شہباز قلندر رہ گے

ادب دا آپ سمندر رہ گے مسجد رہ گے مندر رہ گے

او لجپال اکھیں توں ٹل گے اُستاد بخت فقیرسئیں چل گے

رب سئیں بخشی قبر نورانی بہہ گیا قبر دِیوچ سیرانی

ھکل مار تے بولیا جانی اِے بندہ ہے بخت سبحانی

قبر ہوش دے نال اُلانی پہلے ڈیساں میں مہمانی

وَل مِلویساں رُوح رُوحانی اگوں جانڑیں قطب ربانی

مسلۓ پیر سبھے حل کر گے استاد بخت فقیرسئیں چل گے

لمّاں احمد پور ہے لمّاں ڈین اسلام اے رہے شمع

لاالا دی زنت ہے دُھماں ہر ہر وار تے ہر ہر جمعہ

نعتاں پڑھدا کر بھل بھل گے استاد بخت فقیر سئیں چل گے

اج ہر دل وچ بخت دی یادے ہر شاعر ایندی اولادے

پاکستان دے وچ آبادے بخت فقیر اج زندہ بادے

ڈیوا خُلق دا ہر جا بل گے استاد بخت فقیر سئیں چل گے

ہک سو تیرہ سال نبھائیس ملک وملت کوں واہ رنگ لائیس

خُلق اخلاق دا باغ رہائیس پیر دے در توں سب شے پائیس

اَج سئیں او باغ پورا پھل گے استاد بخت فقیر سئیں چل گے

بخت دی بخت بھری اولادے آپس دے وچ سب ہن شادے

بابے سئیں دا خُلق آبادے دل وچ سچی آس مرادے

تاہوں پیر دا پوہا مل گے اکھیں توں سئیں تھی اوجھل گے

استاد بخت فقیر سئیں چل گے واپس اپنے وطناں ول گے

پگ محمودالحسن تے آئی سئیں سیرانی پگ بدھوائی ہے

وَل ایں جاتے تھئی روشنائی ہے نوری چاندن سا گی بل گے

استاد بخت فقیر سئیں چل گے واپس اپنے وطناں ول گے

خیالی عرش توں تحفہ آیا رحمت رہ گی بخت سوایا

خُلق اِخلاق دا ہا سرمایہ غوثاں قطباں دا ہس سایہ

چھورا کر تے سئیں اوگل گے استاد بخت فقیر سئیں چل گے

ڈوہڑہ

رفیق ساحل بھٹہ واہن

میں دید کیتی ہے محفل وچ کئی نظر اُمیر فقیر آ گئن

ہک بخت سئیں نی نظر آیا میڈی اکھ وِچوں کئی نیر آ گئن

اِیجھا بخت کوں سیری رنگ چھوڑ ییئے کئی لوگ چمن تصویر آ گئن

اج بخت دے ساحل بخت ڈیکھو جیہندا عُرس مناون پیر آ گئن

کافی

بخت بھریا بختاور ماہی جھوک لڈا گے پار وِے

تک تصویر فقیر دی اکھیاں رُوندن نیر ہزار وِے

---

۲۴ مارچ کوں مسجد وچ مولوی کیتا اعلانے

آکھئیس بخت لڈا گے جھوکاں تھی گئی دِل پریشانے

دِل آکھئے ایویں تھی نی سگدا کوڑ ڈ‌ِتا کہیں مار وِے

ڈوجھے ڈیہنہ میں ہسپتال وچ ہم ڈاڈھا بے چینے

اکھیاں کولوں بارش وس پئی نیر وہائے نینے

ہاں وچ ہجر دی گولی ٹھاہ تھی پڑھیم جڈاں اخبار وِے

بخت دا بخت بلند ہا جگ تے ہے سب کوں حیرانی

نظر کرم دی اتھی پھیری پیر کھرل سیرانی

بخت وی پیر کھرل دے ناں تے کر گے جندڑی نثار وِے

لب چولے ہا پھل کردے ہن ہس شیریں گفتارے

ہا سچا درویش خدا دا پنجتن دا حب دارے

شاعر وی تھی حیران ویندے ہن سن ایندی گفتار وے

جڈاں وی شعر پڑھے ہا، سینے عشق مچیندا بھاہ ہس

بت وچ کمبڑی نیر اکھیں توں ساہ نہ مدا ساہ ہس

پاک رسول ﷺ دا سچا عاشق روندا ہا زار قطار وے

احمد پور دا ہا اے سہرا شاعراں دا استادے

ان پڑھ تھی شاعراں دے وچ ڈسدا ہا شہبازے

پڑھن کھڑے ہا مکدا ناں ہا لفظیں دا تکرار وے

اے محمودالحسن پیارا بخت دا لخت جگر ہے

فیض الحسن، عزیز الحسن سئیں دے نور نظر ہے

کر کر خدمت بخت سوہنڑے دی گدھے نے مطلب تار وے

پیو دی پگ محمود چھکیسے عارف نکتہ دان

فیض الحسن پیارا جیوے بخت دی اِے جند جانِ
جیندے جنت عزیز گھِتی اِے رَہ گِے خدمت گار وِے

اپنڑے جیندیں پُتر عزیز کوں شاعری سئیں سِکھلائی گِے
عشق والے دفتر دیاں چابیاں ڈِے تے سئیں فرمائی گِے
پا رَہویں نہ سیر سڈواویں بنڑیں نہ آپ تے بار وِے

لعلو تے منظور، عاشق ہِن جڈاں کافی سنڑویندے
نیر وَہا تے بخت سئیں ہن ہک ہک لفظ ڈسیندے
مانڑ سرائیکی بولی دا ، رُول گِے باغ بہار وِے

بخت دی جھوک تے عشق دا ڈیوا رات ڈینہاں پے بلدا
بخت اِیہو جیا بوٹا لائی گِے ہر دَم رَہسے پھلدا
موت فقیر کوں اَمدی کینی چھوڑ ویندن گھر بار وِے

پیر نظام الدین سئیں کھرل ، ایہو جا کرم کمایا
قبر وِچالے ونج تے مُرشد مٹی کوں فرمایا
اِے مہمان ہی حاجن سئیں دا کریں ایں نال پیار وِے

بس کر ساحلؔ جگر چریندے کر کر گالھیں یاد ے
مولا بختؔ دی جھوک وَساوے جند جیوس اَولاد ے
کرم کھَرل لجپال دا تھیسے لگبن رنگ چوَدھاروے

شاگرد شاعر ملک عاشق حسین پروانہ

ڈوہڑا

چووی مارچ ڈیہنہ جُمعہ دا کیتا بخت فقیر لڈانا
وقت فجر دے وصل وصال تھیا اُستاد سئیں مَن بھانا
آیا مَرشد پاک جنازے تے ڈوہیں جہان دا مانا
پروانہؔ سَیری کرم کریسی لاج ُپلیسی رانا

بحر

شانِ بخت

حضرت بخت فقیر سئیں دا رب سئیں شان وَدھایا

رَب اپنی شان ڈیکھاوݨ کیتے سَیری جیھا پیر ڈیوایا

تھئی رحمت دی برسات عجب مُرشد ہمراز بݨایا

مُرشد دے نقشِ قدم تے ٹُریا ہر ہک دا درد ونڈایا

کر تعظیم بندے دی بندہ اِے وِی آپ ڈسایا

طالب ہا مطلوب بݨڑیا وَل آ پ کوں ڈیکھݨ آیا

کئی بُھلے اَݨ سُونہیں ، ہے سُونہا آپ کرایا

نہ اَج تئیں اِیں در توں سائل خالی آپ ولایا

جَیئں جاتا سو مطلب پاتا جو جَیئں مقصد نال آیا

ہے پروانہ خوشبخت بہوں جو رَاہبر فیض رَسایا

شاگرد شاعر :محمد رمضان بھارہ چک نمبر ۲۲

اج دِل آ کھیے سنڑویندا ہاں ہک دردیں دی کہانی، لڈ گے جانی

ہائی سوہنڑی صورت سوہنڑے دی ہس سوہنڑی اکھ مستانی، لڈ گے جانی

کوئی ڈُکھ والا اِتھ امدا ہا کر ڈیندا ہا مہربانی، لڈ گے جانی

سئیں دی کرم نوازی اِجھی ہئی تھیندی مشکل ہئی آسانی، لڈ گے جانی

ہک میں کیا سئیں دے نام اُتے ہئی خلق سُبھو جو دیوانی، لڈ گے جانی

گڈو کیا کشمور والے ہئی سندھ ساری اُرمانی، لڈ گے جانی

آخیر ہر کہیں ٹُر ونجنا ئیں ایہو جگ جو ہے سئیں فانی، لڈ گے جانی

اساڈا بخت رمضان تاں زندہ رہے ہیند اپیر جو ہے سیرانی، لڈ گے جانی

قصیدہ

جھوکاں لڈا گے ساڈا بخت سئیں رُوسوں ودّے اساں زندگی تیئں

ہر ہک تے سوہنڑا کریندا کرم ہا ڈاڈھا محبتی دِلبر دا دَم پا

اساڈے ونڈیندا دردالم ہا کہیں کوں سونڑیسوں دُردیں دیاں دھائیں

ہن آساں دِل وچ سئیں کوں نیسوں جھگڑیں دیوچ سئیں قدم آ ڈیویسوں

ہتھ بدھ کرائیں عرض کریسوں نہ ونج وے سانول ٹک پاؤ اتھائیں

بولݨ دیوچ سئیں ہا سوہݨا سالک کرم کیتا ہا سئیں تے آپ خالق

کیوں نہ بݨڑے اُو جنت دا مالک ہتھ نال جھنکوں ڈیوے سیری جا ہیں

سیری آ کھیا مٹی کوں کریں توں دھیان ملیا بخت کوں ہئی عربی ﷺ دا دان

سوہݨے تاں حاجن دی اے ہئی آمان گھولیں قبر وچ ٹھڈڑیاں ہوائیں

رمضان جیڑھا اللہ توں ڈر گے سوہݨے بخت وانگوں بیشک اوتر گے

مل سب توں پہلے او مدنی ؐ دا در گے نہ دُور تھیسے اوول کڈاھیں

بحر

شاگرد شاعر: محمد اجمل رنجوانی

مرشد میڈا بخت علی سئیں اِ جھا اُو دلدار بیٹھے جگ سارے وچ ڈٹھا ہم سئیں جھوک لڈ انگھ پار بیٹھے

ڈیکھاں سوہݨڑی جالی کوں وچ سوہݨا سئیں ہِبدا بیٹھے میں ول ول دیدار لیندا ہاں سئیں ڈیندا آپ دیدار بیٹھے

جو کجھ منگناں ہی رب کنوں بڈی رب سئیں ایندے اختیار بیٹھے ہتھ نال سوہݨا ڈیندا اے ڈیندا اے لکھدار بیٹھے

محمود الحسن سوہݨا سئیں بندھی اُو دستار بیٹھے ڈیکھاں کل تعجب کر سئیں آپے خود سرکار بیٹھے

عزیز الحسن رانا سئیں کیتی ڈیرہ باغ بہار بیٹھے فیض الحسن ہے فضل بھریا فصلیں والا منٹھار بیٹھے

اجمل کوں کوئی خوف نہیں اِنہاں دا وارث اُو دلدار بیٹھے

بحر

شاعر: صوفی نُور محمد واسہ۔ ڈاکخانہ محمد پور

اج بخت سئیں دی جھوک آ ڈٹھم دِل آکھے پیا شاید سفر گے، اُو تاں گھر گِے

مردِ خُدا نی مردے متاں سمجھیں جو مر گے، اُو تاں گھر گِے

ویس وٹائیس شریعت دا اکھ اُولا پردہ کر گے، اُو تاں گھر گِے

ہا بلبل باغ دا اُو دلبر پکھی وانگ اُڈر گِے، اُو تاں گھر گِے

ہک سو تیرہ سال دی زندگی واہ جو پوری کر گِے، اُو تاں گھر گِے

ہا مان سرائیکی بولی دا ایہو درد اندر کوں چر گِے، اُو تاں گھر گِے

اُوندا اخلق نیاز تاں بے حد ہا بدھ، تولہہ عشق دا تر گِے، اُو تاں گھر گِے

ہس حاجن پیر دا فیض وڈا واہ جو پیر پکڑ گے، تڈاں گھر گِے

اکھ بھال جھیں ویلھے تانگھ رکھیُس آ جھٹ پٹ پیر کھُرل گے تھورا کر گے

دُرن جیہے بدکار لکھاں ہن خادم تیڈے در دے توں دلبر دے

شاگرد شاعر: احمد بخش گوپانگ ۔ رانجھے خان

بخت علی سئیں راج دُلارے اللہ پاک کوں تھی گے پیارے

کیا کیا انہاں دی لکھوں کہانی ہَن لاریب اتے لاثانی

غریباں دے رُاہبر قطب ربانی نعب خدا دے ہَن مختارے

بخت فقیر دا تھی گیا وصالے عمر ہئی ہک سو تیرہ سالے

جُملہ ساری عُمر وچالے کیتُس نہ کہیں نال اُچی گفتارے

عاشقاں دے نہیں لنگر مُکدے روز قیامت تئیں جگ جھکدے

دُنیاں دے دُریا نہ سُکدے اِے دریا نِت رُاہندن تارے

وصیت کیتُس وچ محفل دے یاد رُہے میڈے رُوز اجل دے

قدم ہووِن جتھ پیر کھُرل دیاُوں جاہ تے میڈی بنچو مزارے

احمد بخش اِے یاد رکھیجو پیر دے پیراں دی خاک چمیجو

کفن میڈے کوں آن لویجو پچھے دفنیجو نہیں کوئی میارے

شاگرد سائیں داد کلھوڑا۔ ساکن ولہار

فقیر بخت علی. گیا بخت چھکا　　احمد پور کوں. گیا رنگ لا

ہا عاشق صاحب سیرانی سئیاں تے　　ہا قربان وڈا پیر بھائیاں تے

گزری عُمر فیض فضل بھلائیاں تے　　ڈتی پیر فاضل شاہ تے ساری عُمر نبھاہ

کیتی غلامی پیراں فقیراں دی　　اپنے راہبر مُرشد پیراں دی

لٹی جنّت بہشت جا گیراں دی　　گیا مُلک بقا تے پردہ پا

ہا محمود الحسن اُویسی دا بابا پیارا　　عزیز الحسن سئیں دا ہا مان سہارا

ہا فیض الحسن دا روشن ستارہ　　کیتا گُل لعلیں تے فیض عطا

کرے افسوس پیا اُدنٰی اعلیٰ　　ہا ذی قدر فقیر سائیں اللہ والا

ہا کُل شاعراں بَرتر بالا　　سب سخُن ور کریندے آداب اُدا

کرے کیا کیا تعریف سائیند ادنمانہ　　لڈ گیا اُستاد مِٹھا من بھانہ

ہا اسم سئیں دا بخت علی رانا　　ون نج بیٹھا جنت بہشتاں ملہار

کافی

شاگرد شاعر عبدالستار بھارہ۔ چک نمبر ۲۲

سائیں بخت کِتے ہے دل ماندہ ۔ اَج یار نظر نی آندہ

سائیں باہندے ہَن ایں جاتے
آ باہندے ہَن سیج سجاتے

سائیں دی دید دے وچ دید رلاتے
رحمت دا مینہہ برساندہ

ہر عُرس اُتے ہَن عیداں
او عیداں عید سعیداں

اِے ٹھُر ویندیاں ہَن دیداں
جڈاں یار ہا رُخ ڈکھلیندا

جڈاں بخت ہوندے ہَن رَلے
ڈوکھ دوُر تے بھاگ سَوّلے

اَج آن تھیوسے کلھے
پے ہجر جگر کوں کھاندہ

یار گیا لنگھ پار ہے
تھیا ڈکھاں دا وُڑنج وپارے

ونج بیٹھن پاک مزارے
اساکوں ڈے کر بار غماں دا

ونجنڑاں یار ضرور ہے
ہر نفس اتھاں مجبور ہے

یزداں دا اے دستور رہے   رہے جو آنندا سو جاندا

چالا ج ستاردی پالے   آمردیں وقت سنبھالے

کل دردالم غم ٹالے   صدقہ پیر مغاں دا

شاگرد: حبیب احمد پتافی

قطعہ

اُو عاشق صادق قلندر ہا بخت

جہانِ ادب دا سکندر ہا بخت

حبیب اُو اُمی شاہ سخن

قطرے دے اندر سمندر ہا بخت

موت اوندی دراصل بقتا ہے

جیڑھا عشق نبیؐ وچ تر ہے

حبیب ہمیشہ زندہ راہسے

قسم خدادی بخت اَمر ہے

قطعہ

قربان تھیواں اُنہاں اکھیاں توں جنہاں اکھیاں مجلس میر ڈٹھے
جنہاں سُخن دے واہندے بحر ڈٹھے ہر لفظ کوں پُر تفسیر ڈٹھے
جنہاں اکھیں جاگدیں خواب ڈٹھے ہر خواب کوں با تعبیر ڈٹھے
حبیبؔ اُو دوزخ لائق نہیں جنہاں اکھیں بختؔ فقیر ڈٹھے

کافی

شاگرد: خادم حسین شیخ

اُستاد میڈا سئیں بختؔ علی ہے گیا دنیا توں جھوک لڈا
چھوڑ تاں گیا ہے دنیا فانی ملک بقاء بیٹھا ڈیرہ لا

جدائی تیڈی وچ حال زہیر ہے رووݨ پے گیا غریب امیر ہے
واہندے اکھیں توں ٹپ ٹپ نیر ہے رب دی ذات ہے بے پرواہ

ڈرد اندر دے کہیں کوں ڈسّاواں   تئیں باجھوں ہُنڑ کیویں نبھاواں

رات ڈیہاں تیڈے گُنڑ پیا گانواں راہبر گئے کیجھا دان ڈیوا

کیجھا راہبر رب ڈیوایا   جہیں تاں حق دا راہ ڈسایا

ظاہر باطن ہے اوندا سایہ   ڈِےواریاں گئے آپ سئیں چا

نال مٹی دے تھیاں اِے بیانی   حاجن سئیں دی ایہاں آمانی

نظام سائیں کیتی ہے مہربانی   مٹی کوں چھوڑیُس آپ ڈسا

خادم دیاں ہن ایہے دُعائیں   رب تاں ڈیوس جنّت جائیں

لاج پلیسے عربی سئیں   راضی رتھیسے شہنشاہ

کافی

شاگرد محمد اسلم بھارہ

درد دِل کوں کھاں گیا   سُرخی موت دی جڈاں خبر

رُوندا آکھن وڈّے لوگ پے   اَج بخت ماہی گیا گُزر

کوئی آکھے عاشق رسولؐ ہا   ڈاڈا ہا اللہ دا مقبول ہا

جھیندا ذکر فکر معمول ہا — منی ویندے رب سئیں دا امر

خلقت ساری مشتاق ہئی — رُوندی کھڑی اُطاق ہئی

اُوں ویہلے نکتی پاک ہئی — گل لگ پئے رووݨ دریاں دَر

نہ جاؤ سے اِنجھا لجپال دِل — ڈکھیاں دا ہا ڈکھ ٹال وَل

کر گیا ایسا کوں بے حال وَل — رُوسوں وَدے ہُݨ جھنگ تے جُھر

اِیا اللہ کریں آباد توں — سئیں بخت جھوک شاد توں

سایہ ہوے اُولاد توں — عشق دے ہوون پے ثمر

اسلم ماہی توں قربان تھی — سئیں بخت علی دی شان تھی

افضل اعلیٰ انسان تھی — عربی دا دل وچ جوڑ گھر

کافی

شاگرد فقیر غلام قادر سائل

دل ماندی تھی اَج یار کِتے سوہنٹے بخت علی اُستاد کِتے

میڈا بخت تاں بخشیں والا ہے اِتھاں امدا ادنیٰ اعلیٰ رہے

ایں جاہ دا شان نرالا ہے تیڈے جلوے واہ چمکار کِتے

کڈاں فاضل شاہؒ تے دیرے ہَن میڈے بھلڑے بھاگ بھلیرے ہَن

کڈاں احمد پور میڈے پھیرے ہَن اُستاد مٹھل واہ پیار کِتے

ہم کمی ذات نکاری مَیں تیڈے دَر تے ڈیواں بوہاری مَیں

تھیواں صدقے لکھ لکھ واری مَیں اکھیاں سِکدیاں ہِن دیدار کِتے

آیا سائل بنٹ تے ملاحی رہے آ کیتُس دَر تے گدائی رہے

رَب بخشی علم عطائی رہے ایندی سوہڑیں مٹھی گفتار کِتے

کافی

شاگرد شاعر سوالی فقیر

میڈا بخت سوہنا جھوکاں لڈا گئے زندگی ساری دا میکوں روگ لا گئے

ایں بخت علی دا ہا میکوں سہارا ہک مَیں کیا روندا روندے لوک سارا
ہا لج پال لکھیں دا ہا مدنی کوں پیارا ہا ماݨ جہیندا چھوڑا کربلا ہا گئے
بے وس جو ہاں مَیں چارہ نی چلدا میڈے اندر وچ پے ڈانڈھ بلدا
کیا قاصد بھیجاں ہوڈوں کوئی نی وَلدا تھیا دل وی زخمی اتھے تیر چلا گئے

تیڈیاں یادگالھیں پل پل کریندا اں ایہے دلاشے دل کوں مَیں ڈیندا اں
تصویر تیڈی سینے نال لیندا اں نہ تھی آس پوری وچھڑ اسئیں آ گئے

مُصطفٰے ملیا ہا زاروزار روندا ویندا دیرے تے نہیں بخت ہوندا
عزیزݨ جو بیٹھے ہنجوں ہار پوندا صدمہ جُدائی دا اتھا تاں آ گئے
خوابیں دے وچ سئیں رب بخت ملایا رونہ سوالی ایویں رَب دا رایہ
اے دنیا فانی مُلک ہے پرایا ہَن ہک ڈوں گالھیں میکوں ڈسا گئے

کافی

مرید شاعر: شفیع محمد رجوانی

سوہنا مکھڑا ڈِکھا ہک وار سانول   پا پردے چھپائے چمکار رانل

قسم خدا دی اَمدے یاد اجن   واہندے نیر ہزاراں محبوب سجن

تیڈی مٹھڑی بولی تیڈے ساز وجن   ایندے وَلا اساڈے انگن تے ول

نہ سیت بھڑا یا نہ میں پیتی زہر   ہن دل دیاں نیتہاں ونجاں پہلے ہامر

توں بن ڈھولا ڈسدے جگ سارا   بر توڑ لکھاں وسن ہا حسین کجل

نہ حال ڈِیتوی مَیں وِیسا اَج   پاوَ خبر ونجیں ہا آنواں پہلے ہا بجھ

سوہنا ڈیکھ چہرہ نیناں کرن ہا حج   ہئی پیاس اکھیں کوں رو رو کیتو نے چھل

ایجھا کامل نہ آیا اُگے   سے لوک سوالی ودھے ہانس لگے

اے دھنن دا دھنی لکھاں پالے وگ۔ نہ ہن وی رلیسے شفیع دلڑی کوں جھل

ڈوہڑہ

حضرت رانجھل پیر سوہنا سئیں تیڈے اعلیٰ افضل شان ہن
رُتبے ڈیکھ تے ہر کوئی آکھے کھڑے غوث قُطب حیران ہن
عُمر ہُووی ہا اتنی کتنی جیویں خضر ڈیندے جوان ہن
شفیعؔ ہک سو تیرہ برس گزرنیلا آکھیں پل نی رہیے ارمان ہن

بحر

محمود الحسن ماہی سوہنے چوٹ سینے وِچ لائی
جہیں ویلہے لجپال سیرانی سِر دستار بدھائی
اُوں ویلہے مخلوق سبھا تے ملائکیں دید رلائی
حضرت بخت علی دے لعل اُتوں لکھاں لعلیں ریس نوائی
ملک سبھے وچ نعرے لگ گِے واہ شاہی شاہ چھکائی
بھر بھر جھول پیا ڈیندا رہے جہنیں کیتی آن گدائی
سُن موجاں سمندر دیاں ہن آس شفیع رکھ آئی

نوٹ :۔ شاعر عبد الرحمان عاصی گوٹھ جلہ سندھ

2 -شاعر مستری اللہ بخش چنہ ، جیکب آباد سندھ

3 - مستری برکت علی چنہ جیکب آباد سندھ

4 - شیرل رجوانی (شیر محمد رجوانی) کچہ گڈو

ان کا کلام چونکہ سندھی میں ہے پڑھا نہیں گیا لہٰذا ہم معذرت خواہ ہیں کہ انکے کلام کی اشاعت نہیں ہوسکی۔

"بحر"

ڈِٹھم دلبر تیڈی یاری ۔ ڪیتو واہ واہ وفا اَج تیئں

وِچالے سندھ بھیڑی دِے ۔ رِیہم رُوندی جُدا اَج تیئں

نہ مِلدے زخم دِل والے ۔ نہ لگدی ہئی دَوا اُج تیئں

جیکر توں بھال چا بھالیں ۔ تھیوے بالکل شفاء اَج تیئں

آیا ہے شان تیڈے وچ ۔ کلام اُللہ گواہ اُج تیئں

کرے اِے بخت باہنہ کجھ ۔ تیڈی دِلبر ثناء اَج تیئں

"کافی"

میکوں ڈیوو مبارک سنگیاں اَج ۔ سوہنے صالح محمد آ پالی ہے بج

واہ فیض تھیا ہے غفار کنوں ۔ اساڈے سانگھے آ ے سوہنا یار کنوں
ٹل ڈوکھڑے گے دیدار کنوں۔ رَج اکھیاں کیتا اکبری حج

آئے لمہ احمد پور دے اندر ۔ لگ رنگ سُہاگ دے گے ہر گھر
خوش تھیاں گلیاں 'خوش سارا شہر۔ گیا فیض کھرل دا ڈنکا وَج

اُدنے خادم تے واہ تھورے لائے۔ میڈی جھگڑی وچ آ قدم گھمائے
مہمان اِتھا آئے جیڑھا لکھیں کوں رَچائے۔ میزبانیں دی ڈیکھو بنڑ گی ہے دھج

وَاہ صالح سائیں مَسند کوں وَسائی ۔ جیویں آکھیا ہم اُویں کر تے ڈکھیائی
سوہنڑا اِتھا رَچائی' پَرواہ نہ کائی۔ گیئے دولت منداں دے مانٹیں بھج

جھیں جاتے کامل آ ڈیندے قدم ۔ اُنہاں جاہیں تے تھیندے رَب دا کرم
ٹل ویندن سارے رنج و اَلم ۔ جڈاں گھندن نال دامن دے کج

وَاہ بخت تھیا اَج شاد سائیں۔ کیتا کھرلیں آ آباد سائیں
تھئی رحمت وادھو وادھ سائیں ۔ آیا فیض کھرل دا کر گج گج

اُردو کلام بخت سائیں

فوجیں اجل کی آئیں جب میری جان پر
نامِ محمدی ﷺ ہو جاری زبان پر
ذکر حبیب ہوتو ہے بندہ ایمان پر
ورنہ تو فیل سمجھو اُسے امتحان پر
جسکی ثناء خدا نے لکھ دی قرآن پر
رحمت ہو بخت اُسکی سدا دو جہان پر

فارسی کلام بخت سائیں

بیا کہ زتو شب وردرزارے گریم

زدردِ ہجرتو اے غم گسارے گریم

ببیں بہ لطفِ کرم سوئے بختِ مسکیں

لبِ نیاز کہ لیل ونہارے گریم

چند نُکات

1۔ انسان! خالق کا مظہر ہے۔ اِس کی قدر کرو

2۔ باادب بانصیب۔ بے ادب بے نصیب

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مُرشد شیخ شہاب الدین سہروردی مجھے دو نصیحتیں فرمائے جو اخلاق حُسنہ اور روحانیت کی اساس ہیں۔ پہلی یہ کہ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھو دوسری اوروں کی عیب جوئی چھوڑ دو۔ ہمچومن دیگرے نسیت (جو کچھ ہوں میں ہوں دوسرے نہیں) یہ بُری خود پسندی کا مرض اِسے کہتے ہیں اللہ اس سے بچائے۔ مولانا رومؒ کا فرمان ہے عارف ایک بلند مقام پر پہنچ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ غور طلب۔ اوروں میں جو تم کو عیب یا ظلم نظر آتا ہے وہ تمھاری اپنی پوشیدہ خُو ہے جو دوسروں میں نُمایاں ہو کر دکھائی دے رہی ہے اگر تم میں عیب یا اس کا میلان نہ ہوتا تو شاید دوسروں میں بھی تم کو وہ نظر نہ آتا۔ بقول بہادر شاہ ظفرؒ نہ تھی حال کی اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب پڑی اپنی برائیوں جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہے۔ دَر بیانِ خاموشی۔ کی بدولت محفوظ رہ سکتے ہیں۔ زبان کا خطرہ بڑا ہوتا ہے ایک صحابی نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں کون سی چیز میرے لئے سب سے خطرناک ہے آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور اس کو زبان کے خطرے سے آگاہ کیا اس لئے شرع نے خاموشی کو سراہا ہے (ایک چُپ سو سُکھ)۔ مُحبت کے کرشمے۔ محبت کوئی مادی چیز نہیں وہ عالم بالا کا فیضان ہے تلخی کو شیرینی اور پستی کو بلُندی بنانا عشق ہی کا کام ہے۔ کیمیائے حیات کا ایسی ایک مُجرب نُسخہ ہے عالمگیر مُحبت یہ ہے۔ کہ کالے گورے اچھے برُے مُسلم کافر سب سے محبت کی جائے کہ سب ایک ہی خالق کی مخلوق ہے۔

چشم بصیرت ۔ میں جو بہت سے خاشاک پڑھائیں تو کیا خاک نظر آئے گا
جولوگ شہورت نا جائز اور خیالاتِ باطلہ سے پرہیز نہیں کرتے ان کے لئے
حقائق آشکارا نہیں ہو سکتے رُخ آئینہ پر ایسی بیہودہ پھونکیں نہ مارو کہ وہ
دھندلا ہو کر غمازِ حقیقت نہ رہے۔ دَردو غم ایک گنجینہ ہے۔ زندگی جب انسان
پر رنج و غم طاری ہوتا ہے تو وہ ایک طرح کی پستی مجبوس کرتا ہے لیکن اگر
دردوغم اور رنج والم نہ ہوتے تو انسان اس مادی زندگی میں مست ہو کر نہ کبھی
اپنی روح کی گہرائیوں میں غوطہ لگا تا نہ اس میں دوسروں کے لئے دردِ دل
پیدا ہوتا نہ اسے صبر تکمیل نفس کی مشق ہوتی جن لوگوں کو مادی اسبابِ حیات
فراوانی اور دُنیاوی کامیابی سے ہمیشہ مسرت ہی محسوس ہوتی ہے اُن
لوگوں کا شعور نہایت سطعی ہوتا ہے اور وہ اسرارِ حیات سے بیگانہ ہوتے ہیں
محرومی اور ناکامی سے دل پر چوٹ لگتی ہے جو چشمہ بصیرت کو وا کرتی ہے
چوٹ کھائے ہوئے دل ذیادہ علیم وبصیر ہوتے ہیں اور درجہ حیات میں تو ان
کی قیمت بڑھ جاتی ہے زندگی بحرِ اللم میں ڈوب کر اُبھرتی ہے رنج ومحنت
اور جفاکشی کے اندر جوہرِ حیات کی کان ہے

بقول شاعر

ڈوب اے دل خیال یار میں
تیری قیمت ہے اسی بازار میں

شگفتہ طبیعت

کسی ہم خیال جنس ہی کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے غیر خیال جنس کی موجودگی سے دل مُنقبض ہوتا ہے جب باغ کے اندر بہت سے کوے ڈیڑہ لگاتے ہیں تو بلبل وہاں سے چل دیتے ہیں یا چھپ جاتے ہیں اس حرص وہوس کے دور میں کچھ اہل صفا گوشہ نشین ہوے بیٹھے ہیں تم ان کی تلاش کرو اور نیک لوگوں کی صحبت سے فائدہ اُٹھاو۔ آئینہ دل۔(حُسن آئینہ حقِ اور دل آئینہ حُسن)ہوتا ہے کائنات انسان کے دل میں مُنعکس ہوتی ہے لیکن اِن انعکاس کے لئے لازمی ہے کہ دل کا آئینہ صاف ہو حرص وہوس اور دُنیاداری کا تردُد اور حُب الشہورات اس آئینے کو زنگ آلود کر دیتے ہیں اور عرفان حقائق کے بغیر مقصودِ حیات حاصل نہیں ہوسکتی سینہ بے کینہ اور دل شفاف آئینہ ہونا چاہیے تاکہ ہر حقیقت جوں کی توں اس میں مُنعکس ہو عام انسانوں کے تالوب زنگ آلود ہونے کی وجہ سے حقیقت کے غماز نہیں ہوتے۔ نیک کام وہ ہے جس میں تیرے نفس کو اطمینان اور تیرے دل کو تسلی ہو اور بُرا کام وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردُد

ڈالے اگر چہ لوگ اس کے کرنے کا تجھے فتویٰ دیں لیکن ہر کس و ناکس کا قلب نیک و بد کی کسوٹی نہیں ہوتا۔ شُکرِ نعمت یہ نہیں کہ زبان سے شُکر کے کلمات نکالے جائیں بلکہ جو نعمت عطا ہوئی ہے اِس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ کسی نعمت کا صحیح استعمال نہ کرنا ہی کُفرانِ نعمت ہے۔ نعمت کے صحیح استعمال اُور شُکر ادا کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے پرسُشِ حساب ناجائز طریقے سے آمدن رزق اور ناجائز خرچ پر ہے۔

تین چیزوں کا دیکھنا کارِ خیر اور ثواب ہے۔ (۱) قرآن شریف کی زیارت (۲) خانہ کعبہ کی زیارت (۳) والدین چہرے کو محبت کے ساتھ دیکھنا حضور ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے چہرے کی زیارت نیت ثواب سے جتنی بار کی جائے اُتنے عمرہ کا ثواب ہے سُبحان اللہ۔ نظارہء جمال شیخ۔ از کتاب مہرِ مُنیر تصنیف سرکار مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی اولیا اللہ بالخصوص اربابِ چشت اہلِ بہشت کے آستانوں پر اکثر خسرو وصف امیر زادے دیکھائی دیتے ہیں جو لطیف مزاج، خوش پوش اور سخن سنج ہونے کے ساتھ ساتھ، تصوف کے لئے بھی دراصل راحِ مزہب ہے ایک والہانہ ذوق رکھتے ہیں۔ یہی ذوق اُنہیں رندِ خرابات ہونے سے اور بلا آخر ہلاکت سے

بچا لینے کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اُس کے اُمرا کو گناہوں میں مبتلا کر دیتے ہیں لہٰذا اربابِ تصوف کی نظر میں اِس نوع یعنی امیر اور امیر زادوں کی اصلاح نہایت ضروری ہوتی ہے حضرت امیر خسرو دہلوی نے جناب محبوب الٰہی قدس سرہ انور کی شان میں کہا تھا۔

ہر قوم راست راہے ، دینے وقبلہ گاہے

من قبلہ راست کردم بَر سمت کج کلا ہے

آزمائش کی چند گھڑیاں ۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ بحرِ عروج وکمال کو اپنی ارتقائی منازل میں ابتلا اور آزمائش کی مشکل ترین رکاوٹوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ باکمال لوگ بلکہ عشق والے ہی منازل طے کرتے ہیں۔ اے بھائی۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو شاد کرنا یا کسی برباد کو آباد کرنا اِس سے کہیں بہتر ہے کہ تم رات بھر جاگتے رہو شاید تمہیں معلوم نہیں کہ تمام ٹوٹی ہوئی چیزیں اپنی قدر وقیمت کھودیتی ہیں مگر صرف دل کا معاملہ ایسا ہے کہ شکستہ ہونے کہ بعد قدر بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ تم نے سنا ہوگا ۔ کہ جناب رابعہ بصری ان کا

یہ مقام اور ان کی یہ دولت فقر کس چیز کے بدلے ملی تھی۔ یہی نہ۔کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔

نہ بچا بچا کے رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

دنیا یعنی دولت۔گر نیک کام میں صرف ہو تو بُری نہیں ہے۔بُری اُس وقت ہے۔جب دولت جمع کرنا مقصود ہو۔یا بُرے کاموں میں خرچ ہو۔غور طلب حضرت سلمانؑ پیغمبرِ خدا بلا شریک پوری دنیا کے مالک تھے مگر چونکہ اُن دل مبارک میں اِس کی محبت نہ تھی۔گویا وہ تمام زاہدوں کے سر براہ تھے۔لہٰذا وہ دل جس میں طلب اور محبت دنیا کی ہے وہ مانند ویران گھر کے ہے خانہ ویران میں ہم تم رہنا پسند نہیں کرتے تو رب العزت کیسے رہنا پسند کرے گا۔مثل مشہور ہے (کہ ڈھونڈنے والا بولتا ہے۔اور پانے والا گونگا ہوتا ہے۔) اسی وجہ سے عارفوں کی صفت یہ بنائی۔صُمٌ۔بکمٌ۔عُمیٌ (بہرے، گونگے اور اندھے) لہٰزا دل کو خواشہاتِ نصنانی سے اور زبان کو گفتگو سے اور آنکھ کو لوگوں کے عیب گناہ دیکھنے سے بند رکھ۔خودی کو مٹا دینے کو اپنی سعادت سمجھو مُحب اور محبوب کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں جو دوسروں سے کہنے والی نہیں ہوتیں۔

اگر ساری باتیں کہنے والی تو قرآن میں حروفِ مقطعات نہ ہوتے۔ عارفین کا

کہنا ہے کہ یہ حروف مقتطعات (مُحب ومحبوب کے راز ونیاز ہیں)۔ حقوق

اللہ۔ حقوق العباد۔ اللہ تعالیٰ کا حق تو توبہ استغفار سے معاف ہو جاتا ہے

۔لیکن مخلوق کا حق جب تک اُس خود کو راضی نہ کیا جائے اور اُس سے معاف نہ

کرایا جائے۔ تو معاف نہیں ہوتا۔ خواجہ بایزید بُسطامیؒ۔ نے اللہ تعالیٰ کو

خواب میں دیکھا تو پوچھا۔ خُدایا تجھ تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے؟ تو ارشاد

باری تعالیٰ ہوا۔ نَفُسک وتعالَ (اپنے نفس کو چھوڑ دو پھر آجاو) یہ نہیں فرمایا کہ

دنیا چھوڑ دو۔ زن وفرزند کو چھوڑ دو۔ مال واسباب کو چھوڑ دو اور چلے آو۔ یا نماز

پڑھو، روزہ رکھو اور آجاو۔ اِس سے یہ معلوم ہوا کہ طالبِ حق کے لئے نفس کا فر

سے پیچھا چھوڑانا فرضِ عین ہے۔ اور یہ بہ تقاضائے حال ہے نہ کہ قال۔

محبت۔ آگ ہے اور محبت کرنے والوں کا دل آتش کدہ ہے۔ عاشق اگر آہ

کرے یا سانس باہر پھینکے تو ساری دنیا جلا کر خاکستر کر دے۔ اور اگر ضبط

کرے اور سانس اندر کھینچے تو اپنے آپ جلا ڈالے۔ خبردار! جماعت کے

سامنے اسرار نہ کرنا۔ نہ بیان کرنا۔ اگر تو عاشق صادق ہے۔ تم نے دیکھا کہ

عشق کے نشہ میں منصور حلاج نے صرف ایک راز (انا الحق) بیان کیا تھا تو دار

پر چڑھا دیا گیا ہاں! عشق سے بہتر کوئی اُستاد نہیں۔ عشق ہے تو حیات ہے اور
عشق نہیں تو موت ہے چونکہ محبت و عشق کی وجہ سے ہر محب اپنے محبوب کے
ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا ذاتی یا جسمانی طور پر وہ مشرق و مغرب میں بھی ہو تو اس
دُوری کی کوئی اہمیت نہیں۔ کیونکہ محبت کے ساتھ فاصلے کا تصور غلط ہے۔
لابُعد مع المُحبت ظاہری دوری کو محبت میں اہمیت نہیں دی جاتی۔ فقیری
رازوں میں سے ایک راز۔ تم نے دیکھا۔ شبِ معراج میں آنحضرت ﷺ کی
خدمت میں مِلک اور ملکوت میں جو کچھ بھی ہے۔ سب کے سب پیش کیے گئے
۔ مگر آپ ﷺ نے آنکھ اُٹھا کر بھی اِن کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا۔ الفقر و
فخرَی والفُقر ومنی۔ اے بھائی! دُنیا ایک ساحرہ ہے اِس کی تمام زیب و
زینت خواب کی مانند ہے اِس کا لباس اس کی غزا سب خیالی ہے اِس کی لزت
وخواہش کا انجام نجاست ہے مگر افسوس کہ پھر ابھی ایک عالم کہ اِس کہ پیچھے
سرگرداں اور پریشان ہے! فیضانِ الٰہی مُنقطع نہیں ہے وہ خود بڑھ کر فیض پہنچاتا
ہے ہمیں فیضان کا مشتاق ہونا چاہیئے بلکہ اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو
خود فیضان دینے کے اہل ہیں۔ مثلاً اُویس قرنی بارگاہ رسولؐ جو مخلوق کی نظر
میں حقیر اور خوار شکار کیئے جاتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وہ عزت دی

اور مرتبہ دیا کہ وہ خود صاحبِ فیضان ہو گئے۔ سُبحانَ اللہ! دوست کی ایک نظر لاکھوں سعادتوں سے بہتر ہے میں بھی اُس وقت کا مُنتظر ہوں کہ وہ نظر آئے اور نظر کرے۔ آمین اے بھائی۔ جس قدر تم سے ہو سکے ہاتھ سے زبان سے، قلم کاغذ سے، روپے پیسے سے اور ساز و سامان سے اس دنیا کی کھیتی میں آخرت کی کھیتی کرو خواہ تمہارے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ ہوں تو پرواہ نہ کرو! رزق۔ صرف مال و دولت خورد و نوش کا نام رزق نہیں بلکہ رزق ہر نعمتِ خداوندی کا نام ہے علم، صحت، عقل و شعور، طاقت، عزت، حُسن، جوانی اور خود زندگی بھی رزق کے زمرے میں آتے ہیں اے انسان! غور کر کہ رازق نے کب تجھے خالی رکھا ہے کوئی نہ کوئی دولت ضرور بخشی ہے تجھے تُو رازق مطلق کا ہمیشہ شکر گزار رہے کہ شکرانِ نعمت رزق کو اور بڑھاتا ہے۔ ہر آن شُکر، ہر گام شُکر۔ فَبِاَیِّ اٰلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن۔ دُنیا میں بہت سے لوگ نامن کوڑھی کی طرح ہیں۔ جو اس کی طرح بڑے بڑے کام مزہبی رسومات بخششیں اور فاتے وغیرہ کرنے کے لئے تو ہمیشہ تیار ہیں لیکن ان سے معمولی کام نہیں ہوسکتا وہ بڑے بڑے کام تو کر سکتے ہیں مگر اپنے دلوں کو صاف کرنے کا معمولی کام نہیں کر سکتے افسوس ہے قابلِ افسوس!!! اپنے سکونِ قلب

کا کچھ احترام کر۔ اس خانہ خرز سے کدورت نکال دے۔ خلیل جبران نے کہا تھا کیا ہی غور طلب بات ہے کہ لوگ مذہب کیلئے لڑ گئے، جھگڑیں گے مذہب کی حمایت میں لکھیں گے لیکچر دینگے اور اس کی خاطر مر بھی جائیں گے۔ لیکن مذہب کے مطابق زندگی بسر نہیں کینگے !اولاد کے حقوق۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی سے نیک سلوک کرو جس طرح تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے اُسی طرح تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے زندگی کا حق یکساں سلوک کرنا، بنیادی ضروریات کی فراہمی، عقیقہ کرنا تعلیم وتربیت، دعائے خیر۔ خاوند کے حقوق۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر بیوی اس عالم میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہے تو جنت میں جائے گی بیوی کے حقوق۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہترین ہے آپ ﷺ فرمایا جو خود کھائے اُسے کھلائے، جو خود پہنے اُسے پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے اور نہ اُسے بُرا کہے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حُجتہ الوداع میں فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو کیونکہ تم نے اُنہیں آمانِ الٰہی کی پناء پر عقد میں لیا ہے۔! حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق النفس۔ ہر کوئی حقوق اللہ کے پیچھے پڑا ہوا ہے اِس کی بچت کی فکر میں ہیں جہت کی خریداری اور اللہ

کے دیدار کا متنائی ہے سکانِ قلبی کا متلاسی ہے لیکن حقوق النفس اپنی زندگی اپنی جان کی حفاظت کرنا نہیں جانتا حقوقِ زندگی ادا نہیں کرتا بڑی بے اعتدال طریقے سے زندگی بسر کرتا ہے حالانکہ دین متین کا مفہوم بھی ہر کام میں اعتدال میانہ روی ہے۔ ہائے افسوس! اور حقوق العباد پارے کرنے کی طرف دیھان نہیں بلکہ بڑی بے دردی سے متعلقین کے حقوق مار رہے ہیں مخلوقِ خدا کو کُچل رہے ہیں حقداروں کا حق غصب کر رہے ہیں۔ مخلوقِ خدا سے محبت نہیں اور خدا کی محبت کے بڑے دعویدار ہیں ایسا کرنا محض دعویٰ تو ہوسکتا ہے مگر دعویٰ کا ثبوت نہیں اور بغیر ثبوت کے دعویٰ نا قابلِ سماعت ہوتا ہے دین کے قانوں اور دنیا کے قانوں میں ثبوت کا ہونا لازم قرار دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی دلیل و ثبوت ہے بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ

"خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا"

دین و دنیا۔ جس شخص کے بیوی بچے اس پر راضی ہیں اُس کی دُنیا کامیاب ہے اور جس کے ماں باپ اُس پر خوش ہیں اُس کا دین کامیاب ہے۔

شادی۔ انسان زندگی کے سکون کی خاطر شادی کرتا ہے اور شادی اُس کیلئے مسائل پیدا کر دیتی ہے بمعنی خوشی کے ہے اور اگر اس کے نتائج بر عکس نکل آئیں تو زندگی عذاب بن جاتی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ شادی اور محبت اگر الگ الگ انسانوں سے ہو تو ایک طرف عذاب ہے یعنی فرض اور شوق کا تصادم ہی ابتلا ہے۔! عقد نکاح کے خُطبے میں پڑھایا جاتا ہے اور دالھا دلھن سے عہد لیا جاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بخوشی و رضا قبول کرتے ہیں س(اقرارٌ بالسانِ وتصدیقٌ بالقلب)(زبان سے ہم اقرار کرتے ہیں اور دل سے اِس کی تصدیق کرتے ہیں) کیا واقعی یہ قول سچ اس جوڑے کے درمان ہوتا ہے اگر ہے تو شریعت کی صحیح پیروی ہے اور قابلِ مبارک ہے یہ نقطہ ہم سب کیلئے لمحہ فکر یہ ہے کہ شریعت کا حکم مقدم ہے! ورنہ تباہی و خانہ بربادی کہ ہم خود ذمہ دار ہیں گزشتہ را صلواۃ ایندہ را احتیاط۔

انسان کی نجات۔ انسان کی نجات لینے میں نہیں دینے میں ہے سیم وزر میں نہیں، فکر آخرت ہے تسکین خواہش میں نہیں، ضبط خواہش میں ہے خود پروری میں نہیں، حدیث اے بھائی! جس قدر تم اپنے حق میں زیادہ دیکھو عجز و نیاز اور ذلت کو آپناو ہر کام کو اس تے کے فضل پر موقوف سمجھو اپنی عقل اور اپنے عمل پر ہرگز معمول نہ کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ اس منزل سے گزر جاو اور کسی طرح کا زخم نہ کھاو حدیث اے بھائی! سالک کیلئے ایک شرط قناعت

ہے جس شخص کو اسبابِ جا س میں قناعت نصیب ہوتو پھر اُسکو اسی حدیث سے کام کہ قناعت ایک ایسا مُلک ہے کہ اِس سے بہتر مُلک نہیں حدیث اے بھائی! اگر چہ یہ کام اسی کے فضل موقوف ہے نہ کہ تمھارے عمل پر لیکن مبتقاضائے بندہ بہ قدرے امکان کوشش کرنا چاہیئے تا کہ عبادیت کا حقدار ہو اور عبودیت محقق ہو! فیض صحبت۔ بیچاری چیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے وہ کبوتر کے پاؤں سے لپٹ گئی اور وہاں پہنچ گئی۔! نیکوکاروں یعنی اولیاءاللہ کی صحبت کو ہاتھ سے نہ جانے دو تا کہ چاند کی صحبت میں رہ کر تُو بھی چاند ہو جائے! مشہور ہے کہ پہاڑوں میں پارس پتھر ہوتا ہے جسے جس چیز سے بھی چھوا جائے وہ سونا بن جاتی ہیں! زندگی اساس عمل نہیں، فضل ہے اور رب کا فضل کسی فارمولے سے حاصل نہیں ہوتا، عطا ہے۔ اے بھائی! بیان کیا جاتا ہے پہلا لفظ جو آسمان پر لکھا گیا وہ ''محبت'' تھا!

محمدؐ کا صدقہ کرم کر الٰہی!

ہے فریاد کرتی میری روسیاہی!!

دعا گو......دُعاجُو

بخت زادہ محمد الحسن اُوَیسی

جھوک بخت احمد پور لمہ تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان



ملݨ دے پتے

جھوک بخت	احمد پور لمہ تحصیل صادق آباد
ذیشان پرنٹنگ سروس	ورند کالونی صادق آباد
گبول بک ڈپو	بھونگ شریف
سعودیہ بک سنٹر	فیصل بازار صادق آباد
الٰہی بخش بک سیلر	سکول بازار رحیم یار خان
جھوک پبلشرز	بیرون دولت گیٹ ملتان



بخت زادہ محمود الحسن اویسی

مطبوعہ کتب

1۔ ختم الرسل ﷺ دی شان — بار اول 1936ء
2۔ دیون بخت — بار اول 1981ء، بار دوئم مارچ 2001ء
3۔ رحمت دی ذات — بار اول جنوری 1989ء
4۔ وانِ پنجتنی — بار اول فروری 1989ء
5۔ کلامِ بخت — بار دوئم 2001ء
6۔ بخت جلوے — بار اول اگست 2006ء
7۔ ذوق محمود — بار اول اگست 2006ء

غیر مطبوعہ کتب

1۔ کلیاتِ بخت 2۔ بخت سنگت 3۔ فقیر سائیں
4۔ کشکولِ محمود 5۔ انتخاب محمود

ناشر:۔ بخت فقیر سائیں ادبی اکیڈمی (احمد پور لمہ) صادق آباد